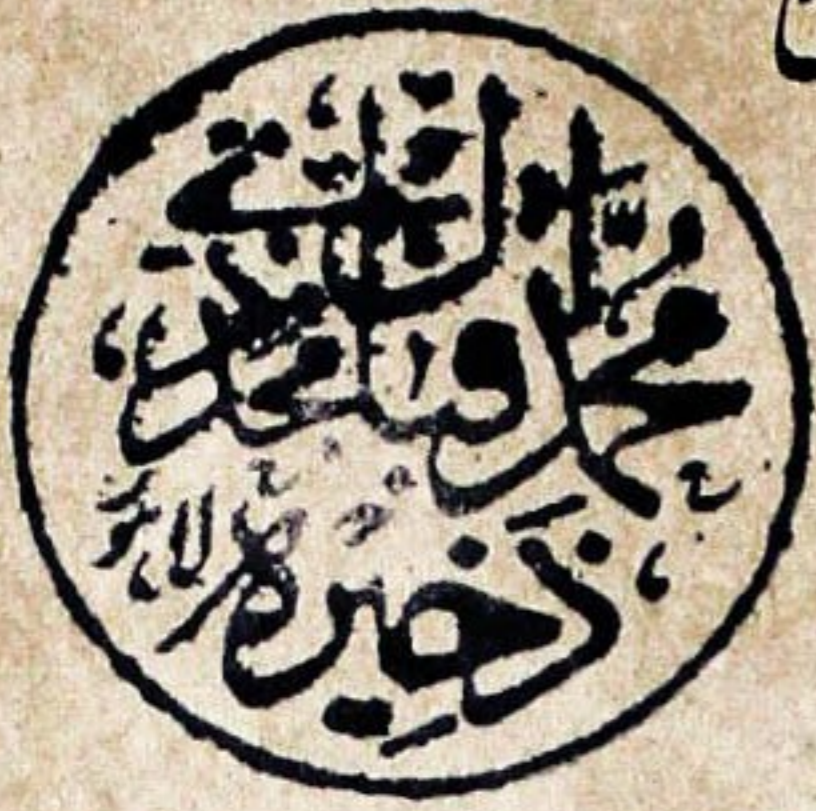


الَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَتَمَّ قِبَلِهِ وَعَلَيْهِمْ السَّلَامُ الْمُنْفِقُونَ



سيرة الصديق

مُصَنَّفٌ

محمد صديق الرحمن خان شيرازي

۳۳



الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي آتَىٰكَ

سيرة الصديق

مستشفة

محمد حبيب الرحمن خاں شرانی

حبیب گنج۔ ضلع علی گڑھ

باہتمام محمد مقدسی خاں شرانی

مطبع مسلم پریس لٹریچر ایسوسی ایشن کراچی

(اور وہیں سے شائع ہوئی)

135834

سیرۃ الصّدیق

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون
	مُتَدَمِّم
۱	مقدمہ طبع ثالث
۱	اول و ثانی
	بَابِ اَوَّل
۲	نام - نسب - لقب - والدین
۲	اسلام
۳	سبقت کے متعلق قول فصیح
۴	مالی اور بدنی ایثار

مضمون

صفحہ

۱۰	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	ہجرت
۱۱	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	ہجرت حبشہ
۱۲	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	ہجرت مدینہ
۱۴	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	موافات
۱۶	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	تعمیر مسجد
۱۸	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	غزوات
۱۹	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	بدر
۲۰	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	احد
۲۳	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	خندق
۲۴	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	حدیبیہ
۲۵	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	بیت رضواں
۲۶	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	خیبر
۲۷	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	فتح مکہ
۲۹	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	حنین
۳۱	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	بتوک
۳۲	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	حج
۳۳	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	وفات آن حضرت صلعم
۳۸	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	حضرت صدیق کا موحدانہ خطبہ

صفحہ	مضمون
	باب دوم
۳۸	سقیفہ بنی ساعدہ - - - - -
۳۹	تقریر حضرت سعد بن عبادہ - - - - -
۴۱	تقریر حضرت ابو بکر صدیق <small>رض</small> - - - - -
۴۳	تقریر حضرت ابو عبیدہ <small>رض</small> - - - - -
=	تقریر حضرت زید بن ثابت <small>رض</small> - - - - -
۴۴	تقریر حضرت بشیر ابن سعد <small>رض</small> - - - - -
=	تقریر حضرت عمر و ابو عبیدہ <small>رض</small> - - - - -
۴۵	بیعت - - - - -
=	خاصہ - - - - -
=	عامہ - - - - -
=	حضرت عمر <small>رض</small> کی تقریر - - - - -
۴۶	حضرت ابو بکر <small>رض</small> کا خطبہ - - - - -
۴۷	معنی خلافت پر ایک لطیف بحث - - - - -
۴۹	سلسلہ جہاد - - - - -
=	جیشِ اُسامہ - - - - -
۵۱	شکر گشتی کے دس اصول - - - - -

صفحہ	مضمون
۵۲	فتنہ ارداد
۵۴	دعیان نبوت
۵۶	مدینہ پر حملہ
۶۲	مہم قبیلہ طے (نمونہ آشتی)
۶۳	مہم سیدہ (معرکہ رزم)
۶۹	مہم عراق
۷۶	معاہدے
۷۸	فوجی اور ملکی انتظام
۸۲	حج
۸۴	فتح شام
۹۳	وفات
۹۴	حضرت عمرؓ کی ولایت
۹۸	ذاتی حالات
۱۰۱	اصول حکومت
۱۰۳	عمال و کاتب
۱۰۵	علمی کمالات و علمی خدمات
۱۰۵	قرآن

صفحہ	مضمون
۱۰۶	حدیث
۱۰۶	فقہ
۱۰۷	تعبیر و بیا
۱۰۷	تصرف
۱۰۹	عقائد
۱۰۹	علم انساب
۱۱۰	بلاغت
۱۱۰	مقولے
۱۱۱	حج رسول
۱۱۱	ازواج و اولاد
باب سوم	
۱۱۲	فضائل
۱۱۳	آیات قرآنی
۱۲۰	احادیث نبوی
۱۲۸	اقوال صحابہ و اہل بیت



صفحہ

مضمون

باب چہارم

اولیات - - - - - ۱۳۰

خات

خلاصہ حالات بالا - - - - - ۱۳۱



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَامِدًا وَّ مُصَلِّيًا

مَقْدِمَةٌ ثَالِثَةٌ

سیرۃ الصّدیق کی اشاعت کو آٹھ سال کا زمانہ ہو چکا۔ اس عرصے میں دوبار چھپی اور بہت دن ہوئے کہ تقسیم ہو گئی۔ اہل ایمان کا شوق طبع ثالث کا متقاضی رہا۔ جو مضامین لکھنے سے رہ گئے تھے ان کی تحریر کے انتظار میں چھپنا ملتوی تھا۔ بالآخر ممباسہ (ملک افریقہ) سے فرمایش آئی۔

قلب نے محسوس کیا کہ اب فریڈیا خیر ایک گونہ معصیت ہے۔ لہذا طبعِ سوم
کی تیاری کی گئی۔ مضامین ذیل اضافہ ہوئے:

(۱) فضائل (۲) اولیات (۳) خاتمہ

اس اضافے سے کتاب کا حجم تقریباً دو ٹوڑھا ہو گیا۔ فضلِ ربّانی
نفعِ ذہ گونہ فرمائے! وَمَا ذَلِكْ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ

فضائل میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خطبہ غور سے پڑھنے کے قابل ہے۔
یہ گویا حیاتِ صدیقی پر تبصرہ ہے معرفت اور بلاغت کی اس قوت کے
ساتھ جو حضرت شیر خدا کا حصہ تھی۔

رَبَّنَا لَقَبَلْنَاكَ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

حبیب گنجِ ضلعِ علی گڑھ

محمد حبیب الرحمن خاں

جمعہ، ۱۲- ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِكَ الْكَرِيْمِ وَآلِهِ وَصَحَابِهِ الَّذِيْنَ قَامُوْا قَامُوْا عَلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ
عرصہ ہوا کہ میرے مکرم دوست ضیاء الدین احمد صاحب نے فرمایش
کی تھی کہ میں فتوٰنِ اولیٰ کے کسی بزرگ کے حالات طلباءِ مدرسہ العلوم کے
سلسلے بیان کروں۔ میں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی کو
انتخاب کیا جو بالاتفاق اہل سنت و جماعت افضل امت ہیں اور جن کی برگزیدہ زندگی
میں دین و دنیا دونوں کی رہبری کے اعلیٰ اوصاف جمع تھے۔ اسی کے ساتھ ان کے
حالات و واقعات بہت کم اہل دین کے پیش نظر ہیں۔ آج کل اہل اسلام جس فراط
و تفريط میں مبتلا ہیں اُس کا ایک موثر اور عمدہ علاج یہ ہے کہ قرونِ اولیٰ کے بزرگوں

کے واقعات کثرت سے شائع کیے جائیں تاکہ مسلمان اُن کو پڑھیں اور سبق حاصل کریں۔ اُس دور کے مسلمان خالص اسلامی تعلیم کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ اُن کی زندگی اُن تمام بیرونی اثروں سے پاک صاف تھی جو بعد کو مسلمانوں کی زندگی پر مؤثر ہوتے گئے اور جنہوں نے اُن کو رفتہ رفتہ صراطِ مستقیم سے دور کر دیا۔ اسی دور کا نتیجہ وہ تباہی اور بربادی ہے جس میں ہم مبتلا ہیں۔ خلاصہ یہ کہ قرونِ ادنیٰ کے مسلمان بہترین منظرِ اسلام تھے اور اُن کا اقتدا پیروی ہر مسلمان بلکہ ہر ایک انسان کو زندگی کی کشمکش میں ایک کامل ہیرو ہادی کا کام دے سکتی ہے۔ اسی یقین و عقیدہ سے میں نے یہ رسالہ لکھا ہے خداوند تعالیٰ قبول فرمائے اور مسلمانوں کو نفع بخشنے۔

اس رسالہ کی تحریر سے پہلے عرصہ تک میں نے کتابوں کا مطالعہ کیا حالات انتخاب کیے یہی وجہ ہے کہ فرمایش کی تعمیل میں اس قدر تاخیر ہوئی۔ لیکن تاخیر سے جہاں تہنار کی زحمت ہوئی وہاں یہ نفع بھی ہوا کہ بعض نایاب کتابیں طبع ہو کر آگئیں مثلاً طبقات ابن سعد۔ نہایت معتد و معتبر کتابوں سے یہ رسالہ مزین ہوا ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

جامع صحیح امام بخاری سیرۃ ابن ہشام طبقات ابن سعد

معارف ابن قتیبه مروج الذهب مسعودی تاریخ الملوک والامم
 امام ابن جریر طبری کامل ابن اثیر نزهة الابرار فی الاسامی
 و مناقب الاخبار امام وجیه الدین عمر الاستیعاب فی معرفة الاصحاب
 ابن عبد البر الاصابة فی تمییز الصحابة ابن حجر عسقلانی
 تاریخ الخلفاء سیوطی ازالہ الخفا عن خلافة الخلفاء شاہ ولی اللہ صاحب
 دہلوی - جستہ جستہ باتیں فتوح لہستان بلاذری اور العقد الفرید ابن عبد ربہ اور
 خلاصۃ الوفا اور الریاض النضرہ محب الدین طبری سے بھی ماخوذ ہیں جغرافیہ کے
 متعلق معجم البلدان یا قوت جموی اور فتح الباری سے مدد لی گئی ہے۔ میں نے
 کوشش کی ہے کہ واقعات صاف اور سیدھی عبارت میں بیان کر دیئے جائیں
 اور وہ سادہ بیانی حتی الامکان ہاتھ سے نہ جانے دی جائے جو قدما و مورخین کی
 روش تھی۔ عبارت آرائی سے قصداً احتراز کیا گیا ہے لہذا اگر اس رسالہ کی
 عبارت روکھی پھکی معلوم ہو تو قابل چشم پوشی ہے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ ط

محمد حبیب الرحمن خاں

حبیب گنج ضلع علی گڑھ
 ۱۴۔ رجب المرجب ۱۳۳۱ھ یوم جمعہ

۱۵۔ یہ ایک نایاب قلمی نسخہ ہے جو میرے کتاب خانہ میں ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بَابِ اَوَّلٍ

نام۔ نسب | ایام جاہلیت میں عبد الکعبہ نام تھا بعد اسلام حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
لقب: الدین نے عبد اللہ تجویز فرمایا۔ صدیق و عتیق دو نولقب ہیں۔ ابو بکر کنیت۔ سب سے
زیادہ شہرت کنیت نے حاصل کی۔ نسباً قریشی تہمی ہیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔

عبد اللہ بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن
کعب بن لؤی بن غالب۔

چھٹی پشت میں مرہ بن کعب پر پہنچ کر ان کا نسب حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کے نسب سے مل جاتا ہے۔ حضرت ابو بکر کے والد کا نام عثمان کنیت ابو قحافہ تھی۔ ۱۰ھ میں
فتح مکہ کے وقت نوے برس کی عمر میں اسلام لائے۔ ۱۴ھ میں بعہد خلافت فاروقی وفات
پائی۔ والد کا نام سلمی کنیت ام ایختر تھی۔ قریشی تہمی ہیں۔ اسلام سے مشرف ہوئے۔

۱۵ بکر آپ کی اولاد میں کسی کا نام نہ تھا

ولادت حضرت ابو بکر عام قبل کے ڈھائی برس بعد پیدا ہوئے یعنی آغاز سنہ ہجری ۵
ایام جاہلیت پچاس برس چھ مہینے پہلے۔ ایام جاہلیت میں بھی قریش کے دوسا میں سے تھے۔
مورخین نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام میں دس آدمی ایسے تھے جو ایام جاہلیت اور عہد اسلام
دونوں میں رئیس و سربراہ اور وہ مانے گئے۔ من جملہ ان کے ایک حضرت صدیق بھی ہیں
قیام مکہ میں رہتا تھا تجارت ذریعہ معاش و دولت مندی تھی۔ سلسلہ تجارت میں شام
اور یمن کے متعدد سفر کیے تھے۔ پہلا سفر اٹھارہ برس کی عمر میں کیا۔ حسن اخلاق ہمدردی
وسعت معلومات دانشمندی اور معاملہ فہمی وہ اوصاف ہیں جن میں حضرت صدیق قبل
اسلام بھی ممتاز تھے۔ ان ہی صفات کی وجہ سے لوگ ان کے گردیدہ تھے۔ اہم معاملات
میں مشورہ لیتے اور ان کی رائے پر اعتماد کرتے۔ قبیلہ قریش کی تاریخ، اس کی مختلف
شاخوں اور خاندانوں کی قرابت و نسب کا جاننے والا ان کے عہد میں ان سے زیادہ
کوئی نہ تھا۔ قبائل عرب صدیوں سے آزاد تھے اور ان پر کوئی بادشاہ حکمراں نہ تھا۔
قبیلوں کے سردار ہی معاملات کو طے کرتے تھے اور حکومت کے فرائض اور مختلف خدمتیں
مختلف سرداروں کے سپرد ہوتی تھیں۔ قبیلہ قریش کی خدمت اشناق حضرت صدیق اکبر

۱۱۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے چالیس برس پہلے حبش کے بادشاہ نے مکہ پر حملہ کیا تھا چونکہ ہاتھی اس کے
ساتھ تھے اس لیے اس سال کا نام عام قبل اور حملہ کرنے والوں کا نام اصحاب قبل مشورہ ہوا

۱۲۔ ایام جاہلیت۔ عرب کا وہ زمانہ جو ظہور اسلام کے قبل تھا

۱۳۔ جو مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے وہ صحابی کہلاتے ہیں۔

صحابہ جمع کا صیغہ ہے

۱۴۔ اس خدمت کا تعلق دیت اور خونہا سے تھا جب کوئی کسی کو قتل کر دیتا تھا تو قاتل سے جو مالی بدلہ لایا جاتا تھا اس کو
دیت کہتے تھے۔ اس بائنی و خونریزی کے زمانے میں ظاہر ہے کہ یہ صیغہ کس قدر اہم اور ذمہ داری کا تھا

کے متعلق تھی۔ جب کسی قبیلہ میں کوئی خون ہو جاتا تو اگر صدیق اکبر خونہا کی ضمانت کر دیتے تو مقبول ہوتی دوسرے کی ضمانت قبول نہ کی جاتی۔ شعر کہنے پر پوری قدرت حاصل تھی۔ اسلام لائے تو شعر کہنا چھوڑ دیا اور پھر کبھی نہیں کہا۔ شراب زمانہ جاہلیت میں بھی نہیں پی۔

اسلام | نزولِ وحی سے ایک سال پہلے سے حضرت ابو بکر حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے جاتے تھے آغازِ وحی کے زمانہ میں سلسلہ تجارت میں گئے ہوئے تھے جب واپس آئے تو قریش کے سردار ابو جہل۔ عقبہ۔ شیبہ وغیرہ ملنے گئے انہیں گفتگو میں حضرت ابو بکر نے تازہ خبر دریافت کی تو کہا سب سے بڑی خبر اور بڑی بات یہ ہے کہ ابو طالب کا یتیم بچہ مدعی نبوت بنا ہی۔ اس کے اٹھارے متعلق ہم تمہارے آنے کے منتظر تھے۔ یہ سن کر حضرت صدیق کے دل میں اشتیاق پیدا ہوا اور اعیان قریش کو خوش اسلوبی کے ساتھ رخصت کر کے خدمت مبارک میں حاضر ہوئے۔ بعثت کے متعلق سوال کیا اور اسی جلسہ میں قبولِ اسلام سے مشرف ہوئے۔ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے جس شخص کے سامنے اسلام پیش کیا اس میں ایک قسم کی جھجک اور تردد و فکر ضرور پائی مگر ابو بکر کہ جس وقت میں نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا انہوں نے بے جھجک قبول کر لیا۔ اس میں اختلاف ہے کہ اول اسلام کن لایا بعض نے کہا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ بعض کا قول ہے حضرت ابو بکر۔ قولِ مفید یہ ہے کہ کہ بالغ مردوں میں حضرت ابو بکر۔ لڑکوں میں حضرت علی۔ بی بیوں میں حضرت خدیجہ اور علاموں میں حضرت زید بن حارثہ سب اول اسلام لائے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص وحی نازل ہونے کے ساتویں روز دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے ان سے پہلے حضرت

ابوبکر اور حضرت علی دولتِ ایمان سے مالا مال ہو چکے تھے۔ ایمان لانے کے بعد صدیق اکبر نے اپنی تمام قوت و قابلیت سارا اثر کل مال و متاع جان اور اولاد عنرض جو کچھ ان کے پاس تھا وہ سب اللہ اور اس کے رسول کی رضا جوئی و اطاعت میں وقف کر دیا اور قبولِ اسلام کے بعد ان کی تمام زندگی اطاعت و استقامت کی داستان ہی۔ قریش میں ان کا جو اثر تھا اس کو تم سن چکے ہو اس اثر کا جلوہ تھا کہ گروہ سابقون اولون کے ممتاز فرد مثلاً حضرت عثمان۔ حضرت زبیر۔ حضرت طلحہ۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ان کے ذریعے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام سے فیض یاب ہوئے مال ان عنریوں کی مدد میں صرف کیا جو اسلام لا کر سنگدل آقاؤں کی سختی کا نشانہ بن رہے تھے ان میں سے بہت سوں کو حضرت ابوبکر نے خرید خرید کر آزاد کر دیا۔ من جملہ ان کے حضرت بلال بھی تھے۔ ان کی داستان کیسی درد انگیز ہی۔ حضرت بلال کا آقا ان کے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے بہت ناراض تھا۔ جوشِ غضب میں وہ عین دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریت پر لٹاتا سینے پر بھاری سا پتھر رکھ دیتا اور کہتا جب تک لات اور عزی پر ایمان نہیں لائے گا اسی عذاب و مصیبت میں مبتلا رکھوں گا۔ مگر پتھر کے نیچے سے آواز آتی "أحدٌ أحدٌ" میرا معبود و وحدہ لا شریک کی وحدہ لا شریک۔ ایک اور حضرت ابوبکر نے یہ حالت دیکھی تو حرم آیا اور خرید کر آزاد کر دیا۔

ابتداء اسلام میں تین برس تک حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام

۱۰ سابقون اولون وہ صحابہ کرام جو واقعہ بدر ۲ھ تک ایمان لائے
۱۱ لات اور عزی عرب کے دو مشہور بت تھے

خفیہ فرمائی تھی۔ اُس زمانہ میں حضرت ابو بکر بھی پوشیدہ خدمت اسلام کرتے تھے۔
جب رسالت کی چوتھی سال یہ آیت نازل ہوئی۔

فَاَصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ
الْمُشْرِكِينَ
تم کو جو حکم دیا جاتا ہے اُس کو علانیہ بیان کرو اور
مشرکوں کی طرف سے منہ پھیر لو

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ حق کا اعلان شروع کیا اور شرک و جہل کی مذمت
علانیہ فرمانے لگے۔ اس سے مشرکین عرب بھڑکے۔ اُن کی بھڑک وحشی اور جنگجو عربوں
کی بھڑک تھی کیا کچھ نہ کر گزرے۔ کوئی ایذا اور کوئی تکلیف نہ تھی جو خدا کے حبیب
صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پہنچائی گئی۔ ان مصیبتوں میں صدیق اکبر کا بھی حصہ تھا ایک روز
حرم کعبہ میں مشرکوں کا مجمع ہی اور یہ تذکرہ کر رہے ہیں کہ ہمارے معبودوں کی مذمت
اور توہین نئے نبی نے کیسی کی ہے۔ ناگاہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم طواف کعبہ
کے واسطے داخل حرم ہوئے آپ کو دیکھ کر مشرکوں کی آتش غضب بھڑکی اور ایک
شخص نے بڑھ کر کہا ”اے شخص تو ہی ہمارے معبودوں کی توہین کرتا ہے“ ارشاد فرمایا
بے شک۔ یہ سُن کر تمام مجمع آپ سے لپٹ گیا ناہنجار مارتے تھے اور کہتے تھے۔

اجْعَلْ لِلَّهِ اِلٰهَةً وَّاحِدًا
کیا تو سب خداؤں کو ایک خدا کر دینگا؟

آخر آپ بیہوش ہو کر گر گئے۔ کسی نے حضرت ابو بکر سے جا کہا ادرک صاحبک اپنے رفیق کی خبر
دوڑے ہوئے آئے اور مجمع کفار میں گھس گئے۔ کسی کو مارتے کسی کو ہٹاتے اور کہتے جاتے۔

وَنَلِكُمْ الْقَتْلُونَ رَجُلًا اَنْ يَقُولَ
تم پر افسوس ہی کیا ایک شخص کو تم اس کہنے پر مارے ڈالتے

رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ
ہو کہ میرا رب اللہ ہی اور حال یہ ہے کہ وہ خدا کی جانب سے

مِنْ دَلِيْلِكُمْ
روشن دلیلیں تمہارے پاس لایا ہے۔

یہ مداخلت مشرکوں کو سخت ناگوار ہوئی اور سب کے سب ان پر جھپٹ پڑے اتنا مارا کہ سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا۔ عزیزوں نے آکر بچایا۔ یہ سن لو کہ حضرت صدیق تپتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔

تَبَاكَتْ يَا ذَا الْجَلَدِ
وَإِلَّا كَرَامٍ

اے عزت و جلال والے تیری ذات بہت
بارکت ہے

حضرت عائشہ کا قول ہے کہ اس واردات کے بعد جب حضرت ابو بکرؓ گھر پہنچے ہیں تو یہ حال تھا کہ سر پر جس جگہ ہاتھ لگتا وہیں سے بال الگ ہو جاتے۔ واقعہ ہند کے ساتھ ایک اور واقعہ سنو جس سے عزم رسالت کی شان کا اندازہ کر سکو اور عیاں ہو جائے کہ عین تلامس شہادت کے وقت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر مبارک کس قدر مطمئن تھی اور آپ کو اپنے رب کے فضل پر کس قدر بھروسہ تھا۔ صحیح بخاری میں حضرت جناب سے روایت ہے کہ میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت کعبہ کے سایہ میں دائے مبارک سر کے نیچے رکھے لیٹے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ ہماری مدد کے واسطے اللہ سے دعا نہیں کرتے۔ یہ سن کر آپ اٹھ کر بیٹھ گئے چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا۔ فرمایا اگلے لوگوں کا گوشت لوہی کے کنگوں سے نوح نوح کر ہڈیوں سے الگ کیا گیا اس پر بھی وہ دین سے نہیں ہٹے ان کے سر پر آ رہے چلائے گئے چہر کر تپ میں سے دو کر دیئے تاہم دین پر قائم رہے اللہ اس دین کو ضرور کامیاب فرمائے گا اور نوبت یہ ہو چکی کہ ایک سوار صحابہ سے حضور

لے مدعا یہ ہے کہ تم اتنی ہی تھلیفوں سے گھبراتے ہو

لے صحابہ و حضرات میں واقع ہیں ان کے درمیان فاصلہ ۲۱۶ میل ہے

تک جائیگا اور سوائے اللہ کے کسی سے نہیں ڈریگا۔

جب کفار کی سختیوں کا تحمل مسلمانوں سے نہ ہو سکا تو آپ نے فرمایا کہ حبشہ کو ہجرت کر جاؤ وہاں کا عیسائی بادشاہ عادل و رحم دل ہی اُس کے زیر سایہ آدمیوں کو امن و آسائش کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ دو مرتبہ مسلمان ہجرت کر کے ملک حبشہ کو گئے ایک دفعہ گیارہ مرد اور چار بی بیوں سے زیادہ مرد اور بی بیوں سے خود سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں قیام فرما رہے۔ حضرت ابو بکر نے غصہ دراز تک سختیوں کی برداشت کی اور دامنِ حضورِ نہ چھوڑا مگر آخر وہ بھی مجبور ہو گئے اور گھر بار کو چھوڑ کر براہِ من ملک حبشہ کی راہ لی۔ پانچ منزلیں طے کر کے برک العناد نامے مقام پر پہنچے تھے کہ قبیلہ قریش کے رئیس ابن الدغنے سے ملاقات ہوئی۔ اُس نے دیکھ کر حیرت سے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو۔ صدیق اکبر نے جواب دیا کہ مجھ کو میری قوم نے نکال دیا اب پردیس میں پھر کر اپنے رب کی عبادت کرونگا۔

ابن الدغنے۔ تم سا آدمی جو بسکیوں کا مددگار مصیبت زدوں کا ہمدرد۔ مہمان نواہ راہِ حق کی مصیبتوں میں غمخوار ہو وہ نہ اپنے گھر سے کل سکتا ہے اور نہ نکالا جاسکتا ہے۔ میں تم کو نپاہ دوں گا مکہ کو لوٹ چلو اور وطن میں اپنے رب کی عبادت کرو۔

چنانچہ حضرت ابو بکر ابن الدغنے کے ساتھ واپس آئے شام کو ابن الدغنے نے اشرا قریش کے مجمع میں جا کر کہا کہ تم ایسے شخص کو یہاں سے نکالتے ہو جو محتاجوں کا حامی مصیبت زدوں کا غمخوار اور راہِ حق کی مصیبتوں میں ہمدرد ہے۔ ابو بکر سے شخص کو نہ نکلتا

۱۰ یہ مقام مین کی طرف مکہ سے پانچ منزل ہے۔

۱۱ قبیلہ قارہ قریش کے قبیلہ بنی زہرہ کا حلیف تھا اُس کی تیر اندازی ضرب المثل تھی

چاہیے اور نہ نکالنا۔ قریش نے ابن الدغنه کی امان کو تسلیم کیا اور کہا کہ ابو بکر سے کہہ دو کہ اپنے رب کی عبادت گھر کے اندر کریں۔ گھر میں بیٹھ کر جو چاہیں پڑھیں۔ علانیہ نہ عبادت کریں نہ تلاوت ورنہ ہم کو خوف ہے کہ ہماری مستورات اور ہمارے نوجوان مبتلائے فساد ہو جائیں گے۔

عرصہ تک حضرت ابو بکر نے اس کی پابندی کی آخر کار شوقِ دل نے مجبور کیا اور گھر کے باہر میدان میں ایک مسجد بنا کر نماز و تلاوت میں مصروف رہنے لگے۔ حضرت ابو بکرؓ بے حد رقیق القلب تھے۔ تلاوتِ کلامِ مجید کے وقت زار زار روتے۔ یہ عالم دیکھ کر قریش کی عورتوں اور نوجوانوں کا ہجوم ہو جاتا، اور محو حیرت ہو کر پروانہ دار ایک دوسرے پر گرتے۔ اشرافِ قریش یہ حالت دیکھ کر گھبرا اٹھے۔ اور ابن الدغنه کو بلا کر کہا کہ ابو بکر شرائطِ امن پر قائم نہیں رہے۔ باہر مسجد میں بلا اعلان نماز و قرآن پڑھتے ہیں ہم کو اپنی عورتوں اور نوجوانوں کے گمراہ ہو جانے کا سخت اندیشہ ہے۔ ان کو روکو ورنہ اپنی پناہ واپس لو۔ ہم تم سے بد عہدی نہیں کرنی چاہتے اسی کے ساتھ ابو بکر کو علانیہ مناز و قرآن پڑھنے کی اجازت بھی نہیں دے سکتے۔ ابن الدغنه نے اگر حضرت ابو بکر سے یہ ماجرا کہا تو انھوں نے جواب دیا:-

أَرَدْتُ إِلَيْكَ جَوَادِكَ وَأَرْضِي بِجَوَادِ اللَّهِ
تمہاری پناہ تم کو مبارک میں اپنے اللہ کی پناہ سے خوش ہوں
یہ واقعہ تیرھویں سال نبوت کا ہے۔

ہجرت | نزولِ وحی کے بعد تیرہ برس تک حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں قیام فرمایا صبر و تحمل اور عنزم و استقلال کی جوشان ان تیرہ برس میں ذاتِ اقدس

۱۵ یہ اسلام میں پہلی مسجد تھی

سے عیاں ہوئی وہ قیامت تک نوع انسانی کے واسطے شمع ہدایت کا کام دینی خیال کرو
 ایک ذات ظاہری اسباب حفاظت و مدافعت قطعاً معدوم۔ خالق کا پیام مخلوق کو پہنچانے
 کی گراں بار ذمہ داری دوش مبارک پر۔ عرب سی سرکش جنگجو اور کینہ پرور قوم سے
 شرک و بت پرستی پشتوں کے اخلاقی جرائم اور بدکاریاں رجن کا سرچشمہ جہالت سفاکی
 و خود سری تھی، چھٹانے اور تصفیہ و تزکیہ کے بعد ان کے دلوں کو نورِ عرفان اور پاکیزگی
 اخلاق سے معمور کر دینے کی خدمت سپرد اس پر کفارِ عرب کی ان اذیتوں اور تکلیفوں کا
 تحمل جن کا ایک شتمہ اور پر بیان ہوا۔ پھر خدا را انصاف کر دو کہ کیا یہ سب کچھ بدون صداقت
 اور حق کی قوت کے ہوا؟ اگر ہوا تو پھر دنیا میں حق یا صداقت کوئی قوت نہیں۔ جھوٹا اور دغا
 سے بھی سب کچھ ہو سکتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ مبعوث ہونے کے بعد تین برس تک اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 تبلیغ رسالت خفیہ فرمائی اسی زمانہ میں اکابر صحابہ مثلاً حضرت ابو بکر، حضرت علی، حضرت عثمان
 حضرت عبدالرحمن بن عوف ایمان لائے۔ اس کے بعد اعلان تبلیغ کا حکم ہوا تو آپ نے
 اعلانِ حق اس قوت و غمیت کے ساتھ فرمایا کہ عرب کی پہاڑیاں اس کی صدا سے گونج
 اٹھیں اور آج تیرہ سو برس گزر جانے پر بھی باوجود ہزاروں انقلابوں کے دنیا کے تمام
 بڑے اعظموں میں وہ صدا گونج رہی۔ اور کروڑوں نفوس انسانی کے دل اس کی طرف
 لگے ہوئے ہیں۔ جب اہل مکہ کی طرف سے حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مایوس ہو گئے
 تو آپ نے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ جو میلے نواحِ مکہ میں ہوتے ان میں تشریف لے جا کر
 احکامِ الہی سناتے مدت تک یہ مجمع بھی فیض یاب نہ ہوئے۔ آخر ایک مرتبہ آپ مدینہ
 والوں کی جماعت میں تشریف لے گئے اس گروہ نے پہلی ہی مرتبہ کلامِ الہی شوق اور

توجہ سے سنا۔ دو تین سال کے عرصے میں اہل مدینہ کے دل پوری طرح مسح ہو گئے اور وہ بقیہ پاک اسلام کا دارالامن بن گیا۔ ہجرت سے چار مہینے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو عام اجازت فرمائی کہ مدینہ کو ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ جو حق صحابی دارالہجرہ کو جانے لگے۔ حضرت عمر نے بھی اسی زمانہ میں ہجرت کی۔ صدیق اکبر نے چند مرتبہ قصد کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مرتبہ یہ کہہ کر منع فرمایا کہ خود مجھ کو حکم ہجرت کا انتظار ہے۔ حضرت ابو بکر نے فراست ایمانی سے اپنی رفاقت کا احساس کر کے اہتمام کے ساتھ دو طاقتور اونٹوں کی پرورش شروع کر دی حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ صبح شام حضرت ابو بکر کے مکان پر تشریف لے جاتے۔ ایک روز خلاف عادت دوپہر کے وقت دھوپ کی تیزی میں تشریف لے گئے۔ سر پر چادر لٹھی ہوئی تھی۔ اُس وقت حضرت ابو بکر اپنے بال بچوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ رہے ہیں۔ حضرت ابو بکر نے سن کر کہا، میرے باپ اور ماں اُن پر قربان ہوں یہ نا وقت کا آنا بے وجہ نہیں ہو سکتا۔ اسی عرصہ میں آپ روازہ پر پہنچ گئے، اول اجازت طلب فرمائی۔ بعد اجازت اند تشریف لے گئے اور تخیلے کی فرمائش کی۔ حضرت صدیق نے کہا کہ کوئی غیر نہیں صرف میری ہی دونوں لڑکیاں ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ ابو بکر ہجرت کی اجازت آگئی۔ انھوں نے بے ساختہ کہا:-

وَالصَّحَابَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ
اور میری رفاقت یا رسول اللہ ؟

ارشاد فرمایا رفاقت کی بھی اجازت ہے۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر فرط مسرت سے رونے لگی۔

۱۳ ہجرت، رضا انہی کے واسطے ترک وطن۔ اُس زمانہ میں ہجرت فرض تھی

حضرت عائشہ کا قول ہے کہ اُس دوز میں نے جانا کہ آدمی جو شس خوشی میں بھی روتا ہے۔ اسی وقت حضرت ابو بکر نے دو نوادٹ پیش کر کے عرض کی کہ یہ اونٹ آج ہی کے واسطے تیار کیے ہیں ایک سواری خاصہ کے واسطے پسند فرمایا لیجئے۔ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونٹ قیمتاً لے لیا۔ باقی جملہ انتظام بھی اسی وقت کئے گئے اور شب کا وقت روانگی کے واسطے مقرر ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ تمام حبیل القدر اصحاب ہجرت کر کے مینے چلے گئے تھے صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکر باقی تھے۔ حضرت علی کو اپنے اس غرض سے مکہ میں چھوڑا کہ جو امانتیں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں وہ واپس دے کر مدینہ چلے آئیں۔ یہ امر قابلِ کاٹا ہے کہ باوجود تمام خصومت و عداوت کے کفار مکہ اپنی عزیز اور قیمتی چیزیں اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس امانت رکھتے تھے اور اس کا باعث وہ اطمینان تھا جو آپ کی صداقت و امانت پر تھا۔ الغرض وقت معین پر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی حضرت ابو بکر ہمراہ تھے۔ مکہ سے روانہ ہو کر تین دن تک غارِ ثور میں قیام رہا جو مکہ کے نواح میں ہی اسی رفاقت کا ذکر اس آیت پاک میں ہے:-

ثَانِيِ اثْنَيْنِ اِذْ هَمَّا فِي الْعَارِ دُوْمِيْنَ كَادُوْا سَرَّاجِبَ كِهْ دُوْنُوْ غَارِ مِيْنَ تَهْ

اور اسی غار میں اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کی تسلی کے واسطے وہ کلام ارشاد فرمایا تھا جس کی عظمت و شان کے سامنے آج تک شدید سے شدید دشمن کا بھی سر حنم ہی یعنی:-

لَا عَزَّوْنَ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا نَعْمَكِيْنَ نَهْ يُوَقِيْنَا اللّٰهَ هَارِءَ سَاتْمِ هِ

یہ وہ موقع ہے کہ صرف آپ اور آپ کے رفیق غار کے اندر ہیں کفار مکہ حالتِ عیظ و غضب

میں سرگرم تلاش ہیں۔ تلاش کرتے کرتے دفعۃً غار کے منہ پر آکھڑے ہوتے ہیں۔
حضرت ابو بکر نے جو ان کے قدم اپنے سر کے اوپر دیکھے تو گھبرا گئے اور کہا:-

أَدْرَكْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ
اے اللہ کے رسول کافروں نے ہم کو آیا

آپ نے غایت اطمینان کے ساتھ فرمایا:-

لَا تَحْزَنَنَّ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا
نغمین نہ ہو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے

روحی فداک یا رسول اللہ۔ تین دن کے بعد اونٹوں پر سوار ہو کر سمندر کی قریب کی اُ
سے مدینہ کو روانہ ہوئے۔ ایک اونٹ پر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت
ابو بکر تھے دوسرے پر عبد اللہ بن ارقط راہبر اور حضرت ابو بکر کے غلام آزاد حضرت عامر
بن فہیرہ۔ حضرت ابو بکر کا سن اُس وقت انچاس برس چھ مہینے کا تھا۔ ڈاڑھی اور سر کے
بال بالکل سپید تھے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سن مبارک تریپن برس کا
تھا مگر بال بالکل سیاہ تھے۔ قبول اسلام کے زمانہ میں جو چالیس ہزار کا سرمایہ حضرت
ابو بکر کے پاس تھا وہ خدمت اسلام میں صرف ہوتے ہوتے اب صرف پانچ ہزار رہ گیا
تھا۔ ہجرت کے وقت وہ سب روپیہ انھوں نے ساتھ لے لیا۔ اہل و عیال کفار کے نرنے
اور خدائے ذوالجلال کی پناہ پر چھوڑ دیے۔ ابو قحافہ نے جب اپنے بیٹے کی ہجرت کا حال
سنا تو گھبرائے ہوئے آئے اور اپنی پوتی حضرت اسماء سے پوچھا کہ تیرا باپ ہجرت کر گیا او
سنا ہی روپیہ بھی سب ساتھ لے گیا۔ انھوں نے یہ خیال کر کے کہ بوڑھے دادا کو زیادہ صدقہ
نہ ہو کہا اب یہ بات نہیں ہے وہ بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔ ابو قحافہ کا سن اُس وقت تراسی
برس کا تھا بنیائی سے معذور تھے۔ حضرت اسماء نے اُس الماری میں جس میں روپیہ ہوتا
تھا پتھر بھر کر کپڑا ڈال دیا اور دادا کا ہاتھ پکڑ کر کہا اُس الماری میں دیکھو۔ انھوں نے

ہاتھ سے کپڑا ٹٹولا اور کہا خیر اتنا چھوڑ گیا ہی تو مضائقہ نہیں۔ صدیق اکبر نے اپنے اہل و عیال کو کس بے کسی اور خطرہ کی حالت میں چھوڑا تھا اس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہو سکتا ہے۔ ہجرت کے بعد جب کفار اپنی ناکامی پر برا فروختہ ہوئے تو ابو جہل معہ چند آدمیوں کے ان کے گھر آیا اور حضرت اسماء سے پوچھا تیرا باپ کہاں ہے انہوں نے کہا مجھ کو معلوم نہیں اس پر طیش میں آکر اس شقی نے ایک تھپڑ ان کے منہ پر اس زور سے مارا کہ کان سے آویزہ نکل کر دوڑ جا پڑا۔

۱۲ ربیع الاول کو حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم معہ اپنے رفیق کے مدینہ پہنچے دوپہر کا وقت تھا۔ اہل مدینہ نے چونکہ عام طور پر جلالِ مبارک نہیں دیکھا تھا اس لئے قیامت نہ کر سکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سے ہیں ادب مانع سوال تھا۔ جب چہرہ اقدس پر دھوپ آئی اور حضرت ابو بکر نے اٹھ کر چادر کا سایہ کیا اس وقت پہچانا۔

ہاجرین کا گروہ مدینہ طیبہ میں محض بے خانماں تھا ہرنے کا ٹھکانا تو کسی کا بھی نہ تھا بہت سے بے سر و سامان بھی تھے۔ جن کے پاس سرمایہ تھا وہ بھی دم لینے اور جائے قیام کے محتاج تھے۔ اہل مدینہ نے جس حوصلہ اور محبت کے ساتھ اپنے مہمانوں کا خیر مقدم کیا وہ تاریخ کا مشہور واقعہ ہے۔ انہی خدمات کے صلے میں انصار کا برگزیدہ لقب پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچنے کے بعد اپنے اصحاب میں موآخاۃ کا سلسلہ قائم کیا یعنی ایک کو دوسرے کا بھائی بنایا۔ یہ بھائی حقیقی بھائیوں سے بھی بڑھ کر ایک دوسرے کے ہمدرد اور رفیق بن گئے۔ ایک انصاری جب اپنے بھائی مہاجر کو عقد موآخاۃ کے بعد گھر لے گئے تو ان کو اپنے تمام مال و جائداد کا جائزہ دیا اور کہا اس میں سے نصف تمہارا ہے۔

۱۵ انصار مدینہ کے باشندے۔ مہاجر جو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تھے

میری دو بی بیوں ہیں ایک کو طلاق دیتا ہوں بعد عدت تم اس سے نکاح کر لینا۔ ان کے بھائی مہاجر نے کہا کہ تمہارا مال و جائداد اور بی بیوں تم کو مبارک مجھ کو ضرورت نہیں۔ حضرت ابو بکر کی مواخاۃ حضرت خارجہ بن زید انصاری سے قائم فرمائی گئی تھی اس لئے حضرت ابو بکر نے سچ میں قیام کیا۔

ہجرت سے وفات
آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم تک

مدینہ پہنچ کر سات مہینے تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ایوب انصاری کے مکان پر قیام فرمایا۔ پھر ایک موقع دن اشرفیوں سے خرید کر مسجد نبوی تعمیر کرائی۔ یہ اشرفیاں حضرت ابو بکر کے مال سے دی گئیں۔ جو صحابہ کرام مکہ سے ہجرت کر کے آئے تھے ان کے واسطے مسجد کے گرد مکانات تجویز کیے گئے اسی سلسلہ میں حضرت ابو بکر کا مکان بھی مسجد کے متصل بنا جس کی ایک کھڑکی احاطہ مسجد کے اندر تھی۔ بنا مسجد نبوی کے زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ آدمی بھیج کر اہل وعیال کو طلب فرمایا۔ اسی قافلہ میں حضرت ابو بکر کے اہل وعیال مدینہ پہنچے۔ حضرت صدیق کے بال بچے چندے بمقام سچ رہے۔ جب مسجد کے پاس مکان تیار ہو گیا تو اس میں آگے۔ یہ مکانات کچی اینٹ کے تھے۔ ٹیٹوں کو مٹی سے لھیس کر علیحدہ علیحدہ حجرے بنا دیے جاتے تھے۔ چھت کھجور کی لکڑی اور پتوں سے پائی جاتی تھی اس قدر بلند ہوتی تھی کہ آدمی ہاتھ اٹھاتا تو چھت سے جا لگتا۔

ہجرت سے آغاز خلافت صدیقی تک دس برس کا زمانہ سیرۃ نبوی کا زمانہ ہے۔ اگر اس عہد کے کل واقعات مفصل لکھے جائیں تو ایک جزو اعظم سیرۃ رسالت کا بیان بنا ہوگا جو اس رسالے کا موضوع نہیں۔ اگر بالکل چھوڑ دیے جائیں تو سیرۃ صدیقی کا ایک

لے مدینہ کا ایک محلہ تھا

عظیم الشان حصہ ترک ہوتا ہے۔ اس لیے میں بھی وہی مسلک اختیار کرتا ہوں جو علامہ شبلی نے الفاروق میں اختیار کیا ہے یعنی واقعات کا مجمل بیان اور ان کے ضمن میں حالاتِ یفقی کا خصوصیت سے اظہار۔

عنزوہ بدر | اوپر کے بیانات سے فی الجملہ اندازہ ان مصائب اور تکالیف کا ہوتا ہے جو حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مشرکین مکہ کے ہاتھ سے پہنچی تھیں۔ نیز اس شانِ ضاد و تسلیم کا جو ذاتِ اقدس اور مسلمانوں کی جانب سے عیاں ہوئی اُس زمانے میں کفار نے اپنی تمام کوشش اذیت اور تکلیف پہنچانے میں صرف کی تھی۔ یہ پہنچنے کے بعد انہوں نے نورِ اسلام کو آپ شمشیر سے بھجانا چاہا۔ اس لیے حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان و اسلام کا اظہار فرمایا اور قیامِ مدینہ میں غزوات کا ایک سلسلہ جاری رہا۔ تمام غزوں میں بدر کا غزوہ افضل و اشرف ہے اور جو حضرات اس غزوے میں شریک تھے وہ تمام مسلمانوں سے درجہ میں بڑھ کر ہیں۔ بدر ساحلِ سمندر کی جانب مدینہ سے سات منزل و ایک کنواں تھا۔ ہر سال تین دن وہاں میلہ لگتا تھا۔ یہ غزوہ چونکہ اس موقع پر ہوا لہذا بدر کے نام سے مشہور ہے۔ ۲ھ میں مشرکین کفر کی ایک بڑی جمعیت فراہم کی جس میں قریش کے تمام سردار اور چیدہ آدمی شریک تھے اور حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کے واسطے مدینہ کا قصد کیا۔ آپ کو جب کفار کے ارادہ کا حال معلوم ہوا تو آپ بھی مسلمانوں کی فوج لے کر روانہ ہوئے اور بدر پہنچ کر مقام فرمایا مسلمانوں کے لشکر کی تعداد تین سو تیرہ تھی ان میں ستر مہاجر تھے اور دو سو چھتیس انصار۔ تمام لشکر میں صرف ستر اونٹ اور تین گھوڑے تھے جن پر باری باری سے مجاہدین سوار ہوتے۔ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی

مرتضیٰ اور حضرت مرثد غنوی کی سواری میں ایک اونٹ تھا۔

کفار کی جمعیت ایک ہزار تھی جن میں سو سوار تھے۔ میدان بدر میں جب آپ نے لشکرِ اسلام کی صفیں ترتیب دیں اور مسلمانوں کی قلت بے سرو سامانی اور کفار کی کثرت و شوکت دیکھی تو بارگاہِ الہی میں سر بسجود ہوئے اور غایتِ خضوع و خشوع سے دعا فرمائی :-

اللَّهُمَّ اجْزِلِي مَا وَعَدْتَنِي اللَّهُمَّ اِنْ
لَعَلَّكَ هَذِهِ الْعَصَابَةُ مِنْ اَهْلِ
الْاَسْلَامِ لَا تَعْبُدُنِي الْاَرْضِ
پر تیری عبادت نہ ہوگی

عالم یہ تھا کہ آپ عار میں مصروف تھے اور صدیق اکبر ردا مبارک کو آپ کے شانوں پر اٹھائے ہوئے تھے۔ آخر و عا درجہ اجابت کو پہنچی اور حضرت ابو بکر نے عرض کی :-

كفَّاكَ يَا بَنِيَّ اللَّهُ يَا بَنِيَّ اَنْتَ وَ اُمَّتِي
فَمَا شَدَّ وَرَبُّكَ فَاِنَّ سَيُنْجِزُكَ وَعَدَّتْ
میں آپ کی مناجات کا میاب ہوئی جو آپ سے وعدہ تھا وہ عنقریب پورا ہوگا

اس پر حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا ختم فرمادی اور یہ کہتے ہوئے میدان میں تشریف لائے
سَيَهْزِمُ الْجَمْعُ وَيُولُونَ الدُّبُرَ
جماعت کفار کو عنقریب شکست دی جائیگی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے

اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہی آیہ پاک میں :-

اِذْ لَسْتُمْ غٰثِيُوْنَ رِيْكُمْ فَاَسْتَجَابَ
لَكُمْ اَتٰنِيْ مَدَدٌ مِّنْ اٰلِهٰتِكُمْ
یاد کرو اس دن کو جب کہ تم فریاد کرنے لگے تھے اپنے رب سے بس اس نے قبول فرمائی تمہاری دعا کہ میں تم کو مدد دوں گا ہزار فرشتوں سے

جو گناہ کرنے والے ہونگے

صحابہ کرام نے ایک چھوٹا سا سا بان حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست کے واسطے میدانِ جنگ کے کنارے پر بنا دیا تھا۔ اس میں آپ تشریف فرما تھے اور حضرت ابو بکر شمشیر پر

یہ حفاظت پر کمر بستہ معرکہ کارزار گرم ہوا اور آپ نے بذاتِ خاص کفار پر حملہ فرمایا تو سردار
مہمنہ حضرت ابو بکر تھے اور سردار میرہ حضرت علی مرتضیٰ۔ صدیق اکبر کے بیٹے عبدالرحمن
اُس وقت تک کافر تھے اور شکر مشرکین میں شامل۔ حضرت صدیق نے اُن کو دیکھا تو
طیش میں آکر للکارا اور کہا:-

أَيْنَ مَالِي يَا حَبِيبُ
اوپلید میرے حقوق کیا ہوئے
اُنہوں نے جواب دیا:-

لَمْ يَبْقَ عِنْدِي شَيْكَةٌ وَ لَيْعُ بُوْبٍ وَ
صَادِرٌ لَهَيْتِلُ ضَلَالٌ لِّلسَّبِيبِ
صرف دستہ و تیرد سمنڈ تیر گام باقی ہی اور گمراہی
پیری کی قاتل تلوار

اسلام لانے کے بعد ایک بار حضرت عبدالرحمن نے اپنے والد سے کہا کہ غزوہ بدر میں
ایک موقع پر آپ میری زد پر آگئے تھے لیکن میں نے بچا دیا۔ یہ سن کر کہا کہ تو میری زد پر
آجاتا تو میں کبھی نہ چھوڑتا۔ آخر کار مسلمانوں کو فتح اور مشرکوں کو شکست نصیب ہوئی۔
کفار اس معرکہ میں قتل ہوئے مثلاً ابو جہل۔ عقبہ شیبہ۔

غزوہ اُحد باہ رمضان | غزوہ بدر کے ایک سال بعد مشرکین مکہ اوسیفان کے پاس جمع ہو کر
۳۰ ہجری بروز شنبہ گئے اور اپنے مقتول اعزہ کے انتقام میں مدد چاہی۔ اوسیفان نے

مقتولین بدر کے انتقام کا اہتمام کیا۔ مالی مدد دی۔ قبائل میں نصیب بھیجے کہ جو شکر دلا کر
حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے پر آمان کریں۔ العرض تین ہزار پر جو شکر
مشرکوں کا شکر لے کر اوسیفان و انہ ہوا۔ عورتیں بھی ساتھ تھیں تاکہ مردوں کو غیرت
دلا کر بھاگنے سے روکے رہیں۔ مدینہ کے قریب اُحد نامی اک پہاڑ ہے یہ غزوہ اُس پہاڑ پر ہوا
تھا اس لئے غزوہ اُحد کے نام سے مشہور ہے۔ اہل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حملہ کفار کی خبر

سُن کر معہ ایک ہزار مسلمانوں کے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں عبداللہ بن ابی سمرہؓ منافقین کی دراندازی سے لشکر اسلام میں تفرقہ پڑ گیا۔ ایک ثلث آدمی منافق مذکور کے ساتھ واپس چلے گئے۔ اور مسلمانوں کی جمعیت کم ہو کر سات سو رہ گئی۔ میدانِ اُحُد میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں کی پشت پر جوڑ ہستہ تھا اُس پر حضرت سرورِ عالم ﷺ نے تیر اندازوں کا ایک دستہ متعین فرما کر ہدایت کی کہ بدون حکم اپنی جگہ سے کسی حالت میں جنبش نہ کریں۔ مقابلہ شروع ہوا مشرکین کی عورتیں صفوں کی پشت پر ڈھول بجا بجا کر جوش انگریز اشعار گاتی جاتی تھیں۔ بڑے زور کارن پڑا مسلمانوں کے حملہ سے مردانہ نے لشکر کفار کی صفیں الٹ دیں اور جمعیت کفر میں تفرقہ ڈال دیا۔ تیر اندازوں کے دستے نے دشمنوں کی ہزیمت دکھی تو اپنی جگہ چھوڑ کر مشرکوں کے خیمے لوٹنے لگے۔ اس سے مسلمانوں کی فوج کا پیچھا کھل گیا۔ اسی عرصے میں کسی نے مشہور کر دیا کہ رسول اللہ مقبول ہو گئے۔ کفار نے اس موقع کو غنیمت جیساں کر کے اپنی جمعیت پھر قائم کی اور دوبارہ بڑے زور کا حملہ کر کے مسلمانوں کے لشکر کے اندر گھس آئے۔ لشکر اسلام میں تفرقہ شدید پڑ گیا۔ کافروں کی ایک جماعت خود آں حضرت ﷺ کے پاس جا پہنچی۔ ایک نے لبِ مبارک پر پتھر مارا جس کے صدمے سے ہونٹ شق ہو کر ایک انت ٹوٹ گیا۔ دوسرے نے پیشانی اقدس پر تیسرے نے چہرہ منور پر۔ ان متواتر زخموں کی وجہ سے چہرہ مبارک پر خون بکثرت بہنے لگا۔ آپ خون پونچھتے اور فرماتے :-

کیف یفلم قوم خضبوا وجہ نبیہم
 وہ قوم کس طرح فلاح پائیگی جس نے اپنے بنی کا چہرہ خون سے
 وهو یدعوہم الی دہبہم
 رنگین کر دیا حالانکہ وہ ان کو ان کے سب کی طرف بلاتا ہی
 اسی حالت میں کفار نے ریلا دیا اور آپ زخموں کے صدمے سے بیہوش ہو کر ایک غار میں

گر گئے جس میں مسلمان شہدا کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ جب جمال مبارک نگاہ سے دُور ہو گیا
 تو مسلمانوں کی پریشانی و آشفتگی کی انتہا نہ رہی۔ اور فرطِ اضطراب میں ہر طرف پھرنے
 لگے بالآخر سنبھلے اور اُس مقام پر آئے جہاں آپ تھے۔ محدث مشہور حاکم کا قول ہی ہے کہ
 سب سے اول اُس موقع پر پہنچ کر حضرت ابو بکر نے حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا
 حضرت علی نے دست مبارک پکڑا اور حضرت طلحہ نے سہارا دیا اور آپ اٹھ کر کھڑے ہو گئے
 خود کی جو کڑیاں پتھروں کے صدمے سے چہرہ اقدس میں گھس گئی تھیں ان کو حضرت ابو عبیدہ
 نے دانتوں سے پکڑ پکڑ کر نکالا جس کے صدمے سے خود ان کے دو دانت ٹوٹ گئے۔
 مالک بن سنان نے چہرہ مبارک سے خون صاف کیا۔ اُس وقت صحابہ کرام نے بیتاب
 ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ کفار کے حق میں بددعا کیجئے فرمایا کہ میں بددعا کے واسطے
 نہیں بھیجا گیا اور دعا فرمائی "اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے وہ سمجھتے نہیں" اسی عرصے
 میں کفار کی ایک جماعت پھر آپ کی طرف بڑھی۔ حضرت زیاد بن سکن نے پانچ انصار کو گھاتا
 لے کر جو اُمردی سے روکا اور معہ رفقا اسی موقع پر شہید ہو گئے۔ جب زیادہ زخموں سے
 چور ہو کر گرے تو حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کو اٹھا کر میرے
 پاس لاؤ۔ آئے تو پائے مبارک پر ان کا سر رکھ لیا اور اُس جاں نثار نے اس حالت میں
 جان دی کہ رخسارہ قدم مبارک پر رکھا ہوا تھا۔ رضی اللہ عنہ حضرت ابو جانہ سپرن کر
 حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ٹھبک گئے تھے اور حضرت سعد ابن ابی وقاص آپ کے
 پاس کھڑے ہوئے کفار پر تیر بربار ہے تھے۔ خلاصہ یہ کہ اس کوشش اور جانفشانی سے
 کفار کو مسلمانوں نے ذات گرامی کے حملوں سے روکا۔ اسی وقفے میں باقی مسلمانوں
 نے سنبھل کر جمعیت پھر قائم کی اور کفار پر حملہ آور ہوئے۔ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

درہ کوہ کے اوپر تشریف لائے۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت طلحہ و حضرت زبیر ہمراہ تھے۔ یہاں خالد بن ولید نے اپنے سواروں کی جمعیت سے آپ پر حملہ کرنا چاہا آپ نے حضرت عمر کو حکم دیا اور انہوں نے کفار کو مار ہٹایا۔ جیب مشرکین نے دیکھا کہ آپ حیات ہیں اور مسلمان خدمت میں کمر بستہ و مستعد تو ان کے جوصلے پست ہو گئے۔ اور میدان چھوڑ کر بھاگے۔ حضرت حمزہ عم رسول اسی غزوہ میں شہید ہوئے۔ آغاز معرکہ میں حضرت ابوبکر کے بیٹے عبدالرحمن نے میدان میں آکر اپنے مقابلے کے واسطے حریف طلب کیا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر خود ان کے مقابلے پر آمادہ ہوئے تو ارمیان سے نکالی اور آپے میدان میں جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا:-

توسيفك وامتعنابك
توارمیان میں کرو اور ہم کو اپنی ذات سے متمتع ہونے دو
بعد ہزیمت کفار شترسپاہی لشکر اسلام کے ان کے تعاقب میں مامور ہوئے۔ منجملہ ان کے
حضرت ابوبکر بھی تھے۔

غزوہ خندق | بدر اور احد کی ناکامی و ہزیمت کے بعد کفار مکہ میں تو حملہ آوری کی ہمت
شوال ۵۵۰ | نہ رہی تھی مگر اسی زمانہ میں ایک اور دشمن اسلام پیدا ہو گیا تھا۔ یعنی یہود۔
مدینہ اور نواح مدینہ میں یہودی کثرت سے آباد و آسودہ تھے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ
علیہ وسلم اور دین اسلام کو انہوں نے اپنا بیخ کن خیال کر کے مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔
یہ لوگ خود تو مرد میدان نہ تھے لیکن سازش و فساد کا پورا ملکہ رکھتے تھے۔ اہل مکہ کے
پاس و فساد بھیج کر پھر مخالفت پر آمادہ کیا۔ اہل مکہ سے مطمئن ہونے کے بعد وفد نے
قبائل میں دورہ کر کے ہر جگہ جوشِ جنگ تازہ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دس ہزار نبرد آرزو ہونا
اسلام پھر آمادہ ہو گئے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس مہم کی اطلاع ملی

تو اپنے حفاظت کے لئے مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا اہتمام فرمایا۔ خود بہ نفس نفیس خندق کھودنے میں شرکت فرماتے تھے۔ مسلمانوں نے اس محنت و جانفشانی سے کام کیا کہ لشکر کفار کے مدینہ پہنچنے سے پہلے پہلے خندق کھد کر تیار ہو گئی۔ مشرکین کی فوج دس ہزار تھی مسلمانوں کی تین ہزار۔ موسم نہایت سرد تھا۔ سامانِ رسد قلیل باوجود ان تمام مشکلات کے اہل ایمان نے مردانہ وار مقابلہ کیا اور برابر ثابت قدم رہے۔ دشمنوں نے ایک مہینے تک محاصرہ رکھا اور متواتر حملے کئے لیکن ہر مرتبہ زک اٹھائی۔ لشکرِ اسلام کا ایک دستہ حضرت صدیق کے ماتحت خندق کے ایک حصے کی حفاظت پر مامور تھا۔ اس موقع پر بعد کو مسجد بنادی گئی جو مسجد صدیق کے نام سے مشہور اور شاہ ولی صاحب کے زمانہ تک موجود تھی۔

ذیقعدہ ۱۰^ھ میں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اوائے عمرے

مدینہ ذیقعدہ ۱۰^ھ

کے واسطے مکہ کو روانہ ہوئے۔ احرام باندھے ہوئے تھے قربانی کے جانور ہمراہ تھے اپنے اس امر کا اعلان اچھی طرح فرمادیا تھا کہ مقصود صرف زیارتِ بیت اللہ ہی نہ مخالفت یا جھگڑت مہاجرین انصار اور قبائل کے چوں سو آدمی ہمراہ تھے۔ اثناء سفر میں یہ اطلاع ملی کہ قریش راستہ روکے ہوئے ہیں اور باہم یہ عہد کر چکے ہیں کہ آپ کو مکہ میں نہ داخل ہونے دینگے۔ آپ نے یہ حال سن کر وہ راستہ چھوڑ دیا اور دوسرے راستہ سے ایک منزل طے فرما کر بمقامِ حدیبیہ قیام فرمایا۔ بعد قیام حسبِ عادت آپ نے صحابہ سے مشورہ فرمایا بعد مشورہ حضرت ابو بکر کی رائے پسند فرمائی گئی۔ اس مقام پر قریشیوں کے متعدد ایچی حاضر ہوئے اور آپ نے نب کو اطمینان دلایا کہ محض زیارتِ کعبہ کا ارادہ ہی کوئی نزاع یا مخالفت پیش نظر نہیں ایچی

۱۰ حدیبیہ۔ مکہ سے ایک منزل فاصلہ پر چھوٹا سا گاؤ تھا

اہل مکہ کو آپ کی جانب مطمئن کرتے تھے مگر قریشیوں کا شک کسی طرح رفع نہ ہوا۔ آخر عروہ بن مسعود قریش کی طرف سے ایچی ہو کر آیا۔ اور اس نے اہل مکہ کا عزم و اہتمام جنگ نہایت شد و مد کے ساتھ بیان کیا۔ حضرت ابو بکر اس وقت حاضر تھے۔ عروہ کی لہن ترانی سن کر ضبط نہ کر سکے اور کہلات و عنائے کے پوجنے والے مشرکوں کا یہ اہتمام ہی تو کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدد سے منہ موڑ لینگے۔ عروہ نے پوچھا یہ کون ہے۔ آپ نے فرمایا ابن ابی قحافہ۔ عروہ نے کہا کہ اگر ابو بکر کے احسان مجھ پر نہ ہوتے تو میں اس کا جواب دیتا لیکن میں ان کے احسانوں کا خیال کر کے درگزر کرتا ہوں۔ جب ادھر کے ایچیوں کو کامیابی نہ ہوئی تو آپ نے خود اپنا ایچی خاص سواری کے اونٹ پر بھیجا۔ اس کے ساتھ یہ سلوک ہوا کہ اونٹ کے پاؤں قلم کر دیئے گئے۔ آپ نے اس کے بعد حضرت عثمان کو بھیجا۔ جب انہوں نے پیام رسالت ابوسفیان وغیرہ اعیان قریش سے بیان کیا تو جواب دیا کہ تم کو طواف بیت اللہ کی اجازت ہے۔ حضرت عثمان نے کہا کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف نہ فرمائیں میں طواف نہیں کر سکتا۔ طیش میں آ کر قریش نے ان کو نظر بند کر دیا۔ شکر اسلام میں خبر ہو چکی کہ عثمان قتل کر دیئے گئے۔ یہ سن کر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اب جب تک عثمان کے خون کا بدلہ نہ لے لیا جائے معاودت ممکن نہیں۔ چنانچہ تمام مسلمانوں کو جمع فرمایا اور ان سے مقابلہ دشمن کی بیعت لی۔ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے زیر سایہ کھڑے تھے۔ ایک ایک مسلمان آتا تھا اور دست مبارک پکڑ کر اقرار کرتا تھا کہ جب تک تن میں جان ہی دشمن کے مقابلے سے منہ نہ موڑو گا۔ یہ بیعت تاریخ اسلام میں بیعتہ الرضوان کے نام سے مشہور ہے۔ اور اسی کی نسبت کلام مجید میں ارشاد ہے:-

لَا الْفَا بَعِثَ فِيهَا خِلَافٌ رَوَايَةُ بَعْضُ فِي مَوْتِ لَهَا فِي بَعْضٍ فِي عَدَمِ فَرَارِ

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ

یہ بات تحقیق ہے کہ اللہ مومنوں سے خوش ہوا جس وقت کہ

يَبَايَعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

تجھ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

چونکہ حضرت عثمان غیر حاضر تھے اس لئے اپنے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ میں لے کر ان کی جانب بیعت کی۔ بعد بیعت معلوم ہوا کہ حضرت عثمان کے قتل کی خبر غلط تھی۔ اُدھر مسلمانوں کا یہ عنبر دیکھ کر قریشیوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ اور سہیل نامی قاصد کے زبانی یہ پیام بھیجا کہ اس سال مسلمان اپس جائیں آئندہ سال داخلہ مکہ اور زیارت بیت اللہ کی اجازت دی جائیگی۔ اب اگر مسلمان داخل مکہ ہوئے تو ہم کو اندیشہ ہے کہ عرب خیال کریں گے کہ قریش مسلمانوں سے دب گئے۔ طویل مباحثے کے بعد شرائط صلح طے ہوئیں اور معاہدہ قلم بند ہونے لگا۔ شرائط صلح سے بظاہر کفار کی کامیابی ثابت ہوتی تھی۔ حضرت عمر کو اس سے اضطراب ہوا اور وہ جھپٹ کر حضرت ابو بکر کے پاس گئے اور فاروقی لہجے میں اپنا خیال ظاہر کیا۔ حضرت ابو بکر نے سن کر جواب دیا:-

الْبُرْءُ غَزْرٌ

آپ کی رکاب تھامے رہو۔

اس سے بھی اطمینان نہ ہوا تو فاروق اعظم نے اپنا خیال خود حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر کیا آپ نے فرمایا کہ میں وحی ربانی کے مطابق عمل کر رہا ہوں۔ یہ سن کر حضرت عمر خاموش ہو گئے۔ الغرض حضرت علی نے معاہدہ تحریر فرمایا۔ بعد تکمیل مسلمانوں کی جانب سے حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص وغیرہ صحابہ کرام کے دستخط ہوئے۔ بعد معاہدہ اپنے اسی مقام پر ارکان عمرہ ادا فرما کر مدینہ کو مراجعت کی۔ راستہ میں سورۃ الفتح نازل ہوئی جس میں صلح حدیبیہ کو فتح تبیین سے تعبیر فرمایا ہے۔ امام زہری کا قول ہے کہ اسلام میں اس سے پہلے کوئی فتح واقعہ حدیبیہ سے

بڑھ کر نہیں ہوئی تھی۔ اب تک مسلمان اور کافر جہاں ملتے تھے لڑنے کے واسطے اب صلح کی وجہ سے آشتی کے ساتھ ملنے لگے۔ اور کافروں کو احکام اسلام باطمینان سننے کا موقع ملا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو زرا بھی دانشمند تھے مسلمان ہو گئے۔ اور صلح حدیبیہ کے بعد دو سال کے عرصہ میں اس قدر مسلمان ہوئے جس قدر اس سے پہلے ۱۹ برس کے زمانے میں ہوئے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ ابن ہشام کا مقولہ ہے کہ امام زہری کے قول کی دلیل یہ ہے کہ حدیبیہ میں چودہ سو آدمی حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اس کے دو سال ہی کے بعد فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار تھے۔

خیبر محرم ۸ھ | حدیبیہ سے مراجعت فرمانے کے بعد حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینے سے زائد مدینہ میں قیام فرمایا اور آخر محرم میں یہودیوں کا فتنہ فرو کرنے کے ارادہ سے خیبر کو تشریف لے گئے۔ خیبر بہت سے قلعوں کا مجموعہ اور یہودیوں کا بلجاؤ ماویٰ تھا۔ یہودی قلعہ بند ہو کر لڑے اور مختلف قلعوں پر معرکے ہوئے۔ لشکر اسلام کا بڑا سفید نشان حضرت شیر خدا کے سپرد تھا۔ ایک قلعہ پر حضرت ابو بکر امیر شکر مقرر ہو کر گئے۔ مگر فتح نہ ہوا دوسرے روز حضرت عمر نے حملہ کیا وہ بھی کامیاب نہ ہوئے۔ تیسرے روز حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج میں ایسے شخص کو امیر شکر بنا کر نشان دوں گا جو خدا اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور جو بھاگنے والا نہیں اس کے ہاتھ سے قلعہ فتح ہوگا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نشان ملا اور حملہ حیدری سے قلعہ سر ہو گیا خیبر صفر ۸ھ میں فتح ہوا۔

فتح مکہ رمضان ۸ھ | جو معاہدہ صلح حدیبیہ میں ہوا تھا کفار قریش نے جلد توڑ ڈالا۔ قبیلہ خزاعہ پر

۱۰ خیبر۔ مدینہ سے آٹھ منزل شام کی جانب ہے

(جو مسلمانوں کا حلیف (ہم پیمان) تھا قبیلہ بنو بکر نے حملہ کیا یہ قبیلہ قریش کا حلیف تھا۔
 خلاف شرائط معاہدہ قریش نے اپنے میل والوں کو مدد دی، انتہا یہ کہ قبیلہ خزاعہ کو جو
 کعبہ میں بھی پناہ نہ ملی اور حرم کے اندر قتل کیے گئے۔ آخر انہوں نے اپنا قاصد فریاد
 لے کر بارگاہ رسالت میں بھیجا۔ جس وقت ابن سالم ان کا ایچی حاضر خدمت ہوا۔ حضرت
 سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم معہ صحابہ کرام مسجد نبوی میں رونق افروز تھے۔ ابن سالم
 نے ایک روناک نظم پڑھی جس میں مدد کی التجا تھی۔ اور قبیلہ خزاعہ کی مصیبت کی تشریح
 اپنے سن کر فرمایا کہ تم کو مدد ملے گی۔ اسی عرصے میں دوسرا وفد طلبِ مدد کے واسطے حاضر
 ہوا۔ دسویں رمضان المبارک کو اں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معہ دس ہزار لشکر کے
 مکہ کی طرف کوچ فرمایا۔ آپ کے عم بزرگوار حضرت عباس نے اس کا اندازہ کر لیا تھا کہ اگر
 کفار نے لشکرِ اسلام کا مقابلہ کیا تو کیا مصیبت نازل ہوگی۔ اس لیے آگے بڑھ کر قریش
 کی اطاعت کا پیام آپ کی خدمت میں پیش کیا جو منظور ہوا۔ اور سب کی جاں بخشی کا اعلان
 فرما دیا گیا۔ چند مشرک جو اسلام کے شدید دشمن تھے امان سے محروم ہے۔ ان کا نام لیکر
 فرما دیا گیا کہ اگر کعبہ کے پردوں بھی پلٹے ہوئے میں تو قتل کر دیے جائیں۔ اس موقع پر خیال
 کرنا چاہیے کہ یہ وہ اہل مکہ تھے جنہوں نے تیرہ برس تک انتہائی سفاکی اور ظلم کے ساتھ آپ کو
 اور آپ کے ساتھیوں کو اذیتیں پہنچائی تھیں۔ وطن سے بے وطن کیا۔ مدینہ میں بھی برسوں
 چین سے نہیں بیٹھے دیا۔ آج جب س ہزار جاں نثار ہم رکاب ہیں۔ مکہ کے فتح ہونے اور
 کفار کو سزائے کردار ملنے کا وقت آتا ہے تو رحمت کا ظہور ہوتا ہے اور بے دریغ دولت
 امن و امان لٹائی جاتی ہے۔ حکم ہوتا ہے کہ جو اپنے دروازے بند کر کے گھروں میں بیٹھے
 جائیں محفوظ۔ جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لیں ان کا خون معاف۔ زرا سوچو ابوسفیان

کس کا نام تھا۔ جن لوگوں کی نسبت یہ عتاب تھا کہ خانہ کعبہ کے پرے بھی ان کو امان و پناہ نہ دیں ان کی بھی سفارشیں ہوئی ہیں اور خطا معاف ہو جاتی ہے۔ اس واقعہ عظیم کے ساتھ یہ بھی دیکھو کہ یورپ کے منصف مزاج مصنف نبی کریم ﷺ کی تصویر ایک ایسے خوشنوا شخص کی شکل میں پیش کرتے ہیں جو جوش انتقام میں بخود ہو۔ فتح مکہ کے بعد حضرت ابو بکر اپنے والد ابو قحافہ کو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تاکہ ان کو تلقین اسلام فرمائیں۔ اپنے دیکھ کر فرمایا کہ ابو بکر تم نے شیخ دبڑے میاں کو مکان پر رہنے دیا ہوتا میں خود ان کے پاس چلتا۔ عرض کی یا رسول اللہ انہی کو آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے تھا۔ اپنے ابو قحافہ کو سامنے بٹھایا اور سینہ پر دست مبارک پھیر کر فرمایا "اسلم" اسلام لے آؤ۔ ابو قحافہ نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔

حین | فتح مکہ نے قریش کی مخالفت کا تو خاتمہ کر دیا اور وہ ہمیشہ کے واسطے اسلام کو حلقہ بگوش ہو گئے۔ لیکن نواح مکہ میں ہنوز جوش مخالفت برپا تھا۔ قبیلہ ہوازن کے سردار مالک بن عوف نے اپنے قبیلہ کو جمع کیا۔ ہوازن کے حلیف ثقیف وغیرہ قبائل بھی فراہم ہوئے اور سب مل کر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے کا عہد کیا۔ درید نے جو ایک اہل لڑائے سن رسیدہ شخص تھا، مالک کو بہت سمجھایا کہ مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کرنا چاہیے مگر مطلق اثر نہ ہوا۔ جب آپ کو ان قبائل کے ارادہ کی خبر ہوئی تو اپنے حضرت عبداللہ اسلمی کو دریافت حال کے واسطے بھیجا۔ انہوں نے واپس آکر بیان کیا کہ قبائل ہوازن وغیرہ پوری طرح آمادہ پیکار ہیں۔ یہ سن کر آپ حضرت

۱۵ حین۔ ایک دادی کہ سے تین میں ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے کوچ کا حکم دیا۔ علاوہ ان دس ہزار آدمیوں کے جو مدینہ سے آئے تھے دو ہزار اہل مکہ بھی ساتھ ہوئے۔ اس طرح بارہ ہزار آدمیوں کی جمعیت کا پ سعادت میں تھی وادی حنین میں مقابلہ ہوا۔ قبائل کے لشکر مخالفت کے غم و ثبات کا یہ عالم تھا کہ ایک یوار آہنیں معلوم ہوتا تھا۔ معرکہ کارزار گرم ہوا مسلمانوں کے قدم اول ہی چلے میں اکھڑ گئے۔ حضرت سرور عالم نے اہل اسلام کی جمعیت قائم کرنے کی کوشش فرمائی۔ لیکن تفرقہ نہ مٹ سکا۔ اس وقت آپ کی خدمت میں صرف چند مہاجرین انصاری حاضر تھے باقی تمام لشکر متفرق ہو گیا تھا۔ منجملہ حاضرین حضرت ابو بکر و حضرت عمرؓ علیہ السلام میں سے حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، حضرت فضل بن عباسؓ، حضرت اسامہ بن زیدؓ اور آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھدائی حضرت ام امین کے بیٹے حضرت امین (جو اسی روز شہید ہوئے) حاضر تھے حضرت عباسؓ آپ کے سفید خچر کی باگ تھامے ہوئے تھے۔ وہ نہایت جسم اور بلند آواز تھے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ باواز بلند پکارو "یا معشر الاضداد یا معشر اصحاب سمرقہ" اس ندا کے سامنے سارے تفرقہ اور ابری نے سپر ڈال دی۔ اوہر عم رسول نے باواز بلند پکارا "یا معشر الاضداد یا معشر اصحاب سمرقہ" اوہر لبیک لبیک کی صدا سے جھل کوچ اٹھا۔ گلہ نے اپنے راعی کی آواز پہچان لی اب بتیابی کا یہ عالم ہی کہ اونٹ قابو میں نہ آئے تو سب نے آہنی زرھیں اتار کر ان کی گردنوں پر ڈال دیں ہلکے ہو ہو کر کوٹے۔ اور شمشیر بکھ پر وانہ وار شمع رسالت (روحی فداہ) کے گرد جمع ہو گئے۔ جس وقت سو آدمی فراہم ہو گئے ہتھ کا حکم دیا گیا۔ ان کی جاں بازی دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسرور ہوئے اور فرمایا کہ اب معرکہ کارزار میں گرمی آئی۔ حضرت شیر خدا اور ایک

انصاری نے ملکر دشمن کے نشان بڑا پر حملہ کیا۔ حضرت علی نے اونٹ کے پاؤں کا دھبہ
 وہ گرا تو انصاری نے ایک ہاتھ میں سوار کا کام تمام کر دیا۔ اسی عرصے میں مسلمانوں کی
 جمعیت زیادہ ہو گئی اور میدان اعدا سے جیت لیا۔ جب لشکر کا آخری حصہ لوٹ کر میدان
 میں آیا تو اس نے دیکھا کہ قیدی مشکس کے میدان میں پڑے تھے۔

بروک رجبہ اسلام کی آیت تاباب دُور دُور تک گناہوں کو خیرہ کرنے لگی اور کفر کے
 حلقوں میں تہلکہ بڑھتا گیا۔ پرنحاش اور مخالفت کا دائرہ عرب اور یہود سے گزر کر روم
 تک جا پہنچا۔ اسی سلسلے میں فتح مکہ سے پہلے حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے
 ایک مہم رومیوں کے مقابلہ پر روانہ فرمائی۔ جو سیرت میں غزوہ موتہ کے نام سے مشہور ہے
 اسی معرکہ میں حضرت جعفر طیار اور حضرت زید بن حارثہ شہید ہوئے (رضی اللہ عنہما)
 البتہ خبر ہو چکی کہ خود ہرقل روم باتفاق انصاری نے عرب حملہ پر آمادہ ہی۔ آل حضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے اس شرکے دفع کرنے کی تیاریاں شروع فرمائیں۔ یہ مہم ایک بڑی سلطنت کے
 مقابلے پر تھی اور منزل دُور اور از عرب میں قحط پڑا ہوا تھا۔ اسی مناسبت سے اس غزوہ
 کا نام حبش العسرة (مصیبت کا شکر) ہے۔ سب پر طرہ یہ کہ موسم کھجوروں کے پختہ ہونے
 کا تھا اس موسم میں اہل مدینہ باہر نہیں جاتے تھے۔ باغوں میں رختوں کے نیچے کھجوریں
 جمع کرتے اجاب کے ساتھ ل کر کھاتے کھلاتے۔ ان اسباب سے منافقین نے خوب نفع اٹھایا
 اور دل کھول کر مسلمانوں میں تفرقہ اور مہم میں خلل ڈالا۔ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے مسلمان دولت مندوں کو تیاری لشکر میں دینے کی ترغیب فرمائی۔ حضرت
 نے خود بیان کیا ہے کہ جس وقت لشکر بروک کے اتفاق (چنہ) کا ارشاد ہوا اس وقت

۱۰ بروک شام کا سرحدی شہر مدینہ سے تقریباً ڈیڑھ سو میل ہے۔

میں خوب حال دار تھا۔ میں نے دل میں کہا کہ اگر ابو بکر سے آگے بڑھ سکتا ہوں تو وہ ہی موقع ہے۔ گھر گیا اور بہت سا مال لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا فرمایا عمر بال بچوں کے واسطے کیا چھوڑا۔ جواب آیا اسی قدر۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر نے اپنا اتفاق (چندہ) پیش کیا۔ استفسار ہوا ابو بکر بال بچوں کے لئے کیا رکھا۔ عرض کی :-

أَبَقَيْتُمْ لَهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ
 ان کے واسطے اللہ اور اس کا رسول رکھ لیا ہے

یعنی مال ظاہری کچھ نہیں چھوڑا (یہ سن کر حضرت عمر نے کہا کہ میں ابو بکر سے کبھی بازی نہیں لے جا سکتا۔ شکر بتوک کے جائزہ اور امامت کا منصب اور بڑا نشان حضرت ابو بکر کے سپرد تھا۔ فوج کی تعداد تیس ہزار تھی۔ بتوک پہنچ کر معلوم ہوا کہ دشمن نے اپنے مقام سے جنبش نہیں کی یوحنا حاکم ایلیا نے حاضر ہو کر صلح کی درخواست کی۔ ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان صلح عطا فرمایا اور مع الحیر مدینہ کو معاودت فرمائی۔

حج ۹ھ | ذی الحجہ ۹ھ میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلہ حج مکہ کو روانہ فرمایا۔ حضرت ابو بکر امیر حج مقرر ہوئے۔ اسلام میں یہ پہلے امیر حج ہیں۔ میں جانوں قربانی کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اور پانچ خود ان کے ہمراہ تھے۔ تین سو آدمیوں کا قافلہ تھا۔ اس سال مومن و مشرک دونوں نے حج ادا کیا اس کے بعد مشرکوں کے واسطے داخلہ حرم ممنوع ہو گیا۔ اسی حج کے زمانے میں سورہ برات کی تبلیغ حضرت علی رضی نے باواز بلند متواتر من جانب حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائی۔

دفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | ۱۲۔ ربیع الاول ۱۱ھ
 ۱۱ھ میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج ادا فرمایا چونکہ یہ حج آپ کا آخر حج تھا اور خطبے میں اپنے اعلان

فرمایا تھا۔ اس لئے اس کا لقب حجۃ الوداع ہی۔ معاودت فرمانے کے بعد مزاج اقدس ناساز ہوا۔ آخر صفر یا شروع ربیع الاول میں علالت وفات کی ابتدا ہوئی۔ ایک وز نصف شب کے وقت آپ گورستان بقیع کو جہاں آپ کے رفقا دفن ہیں تشریف لے گئے۔ ابو موہبہ آپ کے غلام سے روایت ہے کہ اُس شب کو مجھ کو یاد فرما کر ارشاد کیا کہ اہل بقیع کے واسطے نماز مغفرت کرنے کا حکم مجھ کو ہوا ہے تم ہمراہ چلو۔ چنانچہ میں ساتھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبور کے وسط میں قیام فرما کر کہا:-

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْمَقَابِرِ لِيَهْنِي
لَكُمْ مَا أَصْحَبَكُمْ فِيهِ مِمَّا أَصْحَبَ النَّاسُ
فِي أَقْبَلِ الْفِتَنِ كَقَطْعِ اللَّيْلِ
الْمُظْلِمِ يَلْعَمُ أَخْرَهَا أَوْلَهَا - الْآخِرَةُ
شَرُّ مِنَ الْأُولَى

بچھلا بدتر ہے

اس کے بعد میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا اے ابو موہبہ میرے سامنے دنیا کا ابدی قیام اُس کے خزانوں کی کنجیاں اور حنت پیش کی گئی۔ میں نے اپنے رب کے دیدار اور حنت کو انتخاب کر لیا۔ میں نے کہا میرے ما باپ آپ پر قربان۔ دنیا کے خزانوں کی کنجیاں اُو یہاں کا ابدی قیام پسند فرمائیے۔ آپ نے فرمایا نہیں میں تمہارے بانی اور حنت پسند کر چکا یہ فرما کر اہل بقیع کی مغفرت کی دعا کی اور دولت خانہ کو واپس تشریف لے آئے۔ حجر میں پہنچے تو حضرت عائشہ کے سر میں درد تھا آپ نے فرمایا میرے سر میں بھی درد ہے۔ یہ ہی آغازِ مرض تھا۔ جو رفتہ رفتہ بڑھتا گیا۔ دورانِ مرض میں بھی حسب معمول آپ باری باری سے ازواجِ مطہرات کے یہاں قیام فرماتے رہے۔ جب مرض کی زیادہ شدت

ہوئی تو سب بی بیوں کو جمع فرما کر ایامِ مرض میں حضرت عائشہ کے یہاں قیام کی اجازت حاصل کی۔ بعد اجازت حضرت علی اور حضرت فضل بن عباس کے شانوں پر دست مبارک رکھ کر حضرت عائشہ کے حجرے میں تشریف لے آئے سر بندھا ہوا تھا اور پاؤں فرطِ ضعف سے زمین پر کھینچے جاتے تھے۔ زمانہ علالت میں ایک روز مسجد میں تشریف لائے منبر پر بیٹھ کر اول شہدائے اُحد کے واسطے دعائے مغفرت کی اُس کے بعد فرمایا:-

إِنَّ عَبْدًا مِنْ عِبَادِ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ اللَّهِ
بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَأَخْتَارُ
یعنی اللہ نے اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو اختیار
دیا کہ وہ دنیا اور قربِ الہی میں سے جسے چاہے پسند

مَا عِنْدَ اللَّهِ
کرے اُس نے اللہ کے قرب کو پسند کر لیا

حضرت ابو بکر فراتِ ایمانی سے اس قول کی تہ کو پونج گئے۔ رونے لگے اور کہا:-

بَلْ لَقَدْ يَكُ بِالْفُسِينَا
وَأَبَائِنَا
نہیں بلکہ ہم اپنی جانیں اور اپنے باپ آپ پر سے
قربان کر دینگے

آپ نے سن کر ارشاد فرمایا:-

عَلَى رِسْلِكَ يَا أَبَا بَكْرٍ
ابو بکر سنبھلو

پھر ارشاد فرمایا کہ جس قدر مکانوں کے دروازے صحنِ مسجد میں ہیں وہ سب بند کر دیئے جائیں مگر ابو بکر کے گھر کا دروازہ بدستور رہے۔ یہ کہہ کر فرمایا:-

فَاتِي لَا أَعْلَمُ أَحَدًا كَانَ أَفْضَلَ مِنِّي
الصُّحْبَةَ عِنْدِي يَدُكَ مِنْ فَاتِي لَوْ كُنْتُ
مَتَّحِدًا خَلِيلًا لَأَخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا
وَلَكِنْ صُحْبَةٌ وَإِخَاءٌ إِيْمَانٍ حَقِّي
میں کسی کو نہیں جانتا جو میرے نزدیک رفاقت میں باقی
احسانات کے ابو بکر سے افضل ہو۔ پس اگر میں کسی
کو قلمی دوست بنانے والا ہوتا تو ابو بکر کو بناتا۔ مگر
یہ صرف رفاقت اور اخوة ایسانی ہی میں تک کہ

يَجْمَعُ اللَّهُ بَيْنَنَا عِنْدَهُ

خدا تعالیٰ ہم کو اپنے پاس جمع کرے

اس کے بعد مہاجرین کو تاکید فرمائی کہ انصار کے حقوق کا لحاظ رکھیں۔ جب مرض کو اور زیادہ شدت ہوئی تو آپ نے فرمایا ابو بکر سے کہو کہ نماز کی امامت کریں۔ یہ سن کر حضرت عائشہ نے کہا کہ:-

رَجُلٌ رَفِيقٌ ضَعِيفٌ الصَّوْتِ كَلْبِدٌ

وہ ایک نرم دل کمزور آواز کے آدمی ہیں جب قرآن

پڑھتے ہیں تو بہت دوتے ہیں

الْبُكَاءِ إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ

مطلب یہ تھا کہ امامت کا بار نہ اٹھاسکیں گے۔ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ کے دوبارہ حکم فرمایا۔ چنانچہ پنج شنبہ کی عشا کی وقت سے حضرت صدیق نے امامت شروع کی اور اس طرح سترہ نمازیں حیاتِ مبارک میں پڑھائیں۔ دو شنبہ کو نمازِ صبح کے وقت حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ اٹھا کر باہر تشریف لائے۔ در دوسری شدت کی وجہ سے سر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ حضرت ابو بکر نماز پڑھا رہے تھے۔ صحابہ کرام کی جماعت اور نماز دیکھ کر چہرہ مبارک فرطِ مسرت سے دکنے لگا۔ آپ آگے بڑھے تو لوگوں نے راستہ دے دیا۔ حضرت ابو بکر سمجھ گئے کہ ان حضرت تشریف لاتے ہیں۔ پیچھے ہٹنے لگے آپ نے پیٹھ پر ہاتھ مار کر فرمایا صَلِّ بِالنَّاسِ (نماز پڑھاؤ) خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی دائیں جانب بیٹھ گئے اور نماز پڑھنے لگے۔ بعد نماز باوا زبلند (جو مسجد کے باہر تک جاتی تھی) وعظا ارشاد فرمایا۔ اُس میں یہ جملے بھی تھے:-

اے لوگو آگ روشن کی گئی اور فتنے اندھیری رات کے

أَيُّهَا النَّاسُ سَعَرَتِ النَّارُ وَأَقْبَلَتِ

مگروں کی طرح چلے آتے ہیں۔ اور قسم ہے رب کی میرے

الْفِتْنُ كَقَطْعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ وَإِنِّي

ذمہ تمہارا کچھ مطالبہ نہیں ہے میں نے ہی حلال بتایا

وَاللَّهِ مَا مَسَّكَوْنِ عَلَى شَيْءٍ لِمَا جُلِّ

الَا مَا أَحَلَّ لِقُرْآنٍ وَلَمْ أَحْرَمْ
 قرآن نے حرام کیا جس کو قرآن نے حلال کیا اور وہی حرام بتایا جس کو
 الَا مَا أَحْرَمَ الْقُرْآنُ
 قرآن نے حرام کیا

جب کلام مبارک ختم ہو گیا تو حضرت ابو بکر نے عرض کی اے اللہ کے نبی آج تو خدا
 کے فضل و کرم سے آپ سے آپ سے آپ سے جیسا ہم سب کا دل چاہتا تھا۔ آج بنتِ خارجہ
 کے یہاں جانے کی باری ہی اجازت ہو تو وہاں جاؤں۔ آپ نے اجازت فرمائی۔ پھر
 آپ دولت خانہ میں تشریف لے آئے۔ صدیق اکبر صبح کو چلے گئے۔ اُس کے بعد بھی
 کچھ عرصے تک مزاج مبارک درست رہا۔ چنانچہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہما کے پاس
 سے باہر آئے اور لوگوں نے خیریت دریافت کی تو جواب دیا:-

أَصْبَحَ بِحَمْدِ اللَّهِ بَادِعًا
 آج صبح سے خدا کا شکر ہی صحت ہی

مسجد سے واپس تشریف لانے پر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کی
 آغوش میں تکیہ لگا کر بیٹھ گئے تھے۔ اسی اثناء میں آپ نے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر
 کے ہاتھ میں مسواک دیکھی اور اُس کو بہ نظرِ رغبت ملاحظہ فرمایا۔ حضرت عائشہ نے منشاء
 مبارک سمجھ کر مسواک ہاتھ سے لے لی۔ پہلے خود چبا کر نرم کی پھر حضرت سرور عالم
 صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اُس کو پیش کیا آپ نے مسواک لے کر پوری قوت کے
 ساتھ دندان مبارک پر پھیرنی اور پھیرنے کے بعد رکھ دی بعد مسواک جب آپ کے
 بدن کا بوجھ زیادہ محسوس ہونے لگا تو حضرت عائشہ نے چہرہ اقدس کی طرف دیکھا۔
 پتلیاں چڑھ گئی تھیں اور زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے:-

اللَّهُمَّ فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى
 اے اللہ مقام رفیقِ اعلیٰ میں پہنچا

۱۰ حضرت ابو بکر کی بی بی عقیں جو نسخ میں رہتی تھیں

تین بار یہ کلمات ادا فرما کر تاریخ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ روز دوشنبہ وقت چاشت حلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ و صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ اجمعین۔ صدیق اکبر نے اس سانحہ ہوشربا کی خبر سنی اور فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور مسجد کے دروازے پر پہنچ کر گھوڑے سے اترے۔ حضرت عمر مسجد میں مجمع کے سامنے گفتگو کر رہے تھے۔ حضرت ابو بکر نے کسی جانب التفات نہیں کیا اور سیدھے حجرہ مبارک میں پہنچے۔ حجرہ انور سے برویانی ہٹا کر پیشانی پر بوسہ دیا اور رو کر کہا:-

يَا كَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ طِبْتَ حَيًّا وَّمَيِّتًا
اَمَّا الْمَوْتُ فَاَللّٰهُ يَكْتُبُ عَلَيْكَ
فَقَدْ ذُقْتَهَا تَمْرًا لَنْ لِيْصِيْبَكَ لَعْدَهَا
مَوْتًا اَبَدًا

آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ کی حیات اور وفات دونوں پاک ہیں۔ جو موت آپ کے حق میں اللہ نے لکھ دی تھی اس کا ذائقہ آپ نے چکھ لیا اب اس کے بعد آپ کبھی وفات نہ پائیں گے

یہ کہہ کر چادر اطہر ڈھک دی اور باہر آئے۔ اس وقت حضرت فاروق مجمع سے مخاطب ہو کر کہہ رہے تھے۔ "منافق کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی واللہ وفات نہیں پائی ہی بلکہ اپنے رب کے پاس موسیٰ کی طرح گئے ہیں جو چالیس روز غائب ہو کر واپس آئے تھے حالانکہ ان کی نسبت بھی کہا جاتا تھا کہ وفات پائے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراجعت کریں گے اور ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے جو کہتے ہیں کہ آپ نے رحلت فرمائی۔" حضرت ابو بکر نے یہ کلام سنا تو کہا اے عمر سنبھلو اور خاموش ہو جاؤ۔ وہ چپ تھوڑے تو حضرت صدیق اکبر نے خود سلسلہ گفتگو شروع کر دیا۔ حاضرین حضرت عمر کو چھوڑ کر اوپر متوجہ ہو گئے۔ صدیق اکبر نے پہلے حمد و ثنایان کی اس کے بعد کہا:-

اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ مَن كَانَ يَعْبُدُ
 مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ
 يَعْبُدُ لِلَّهِ فَاِنَّ لِلَّهِ حَيًّا مَيُوتُ
 وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ
 مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ فَاِنْ مَاتَ اَوْ
 قُتِلَ لَقَبِكُمْ عَلٰى عَقَابِكُمْ وَمَنْ يُتَّبِعِ
 عَلٰى عَقْبِيْهِ فَلَنْ يُّضُرَّ اللّٰهُ شَيْئًا
 وَسَيُجْزِي اللّٰهُ الشَّاكِرِيْنَ

لے لوگو جو شخص محمد کو پوجتا تھا تو (وہ سمجھ لے کہ)
 محمد نے وفات پائی اور جو کوئی اللہ کو معبود مانتا تھا تو
 (وہ جان لے کہ) اللہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا (خدا
 کا ارشاد ہے) اور نہیں ہیں محمد مگر ایک رسول ان کی
 پہلے رسول گزر چکے ہیں تو کیا وہ اگر مر جائیں گے یا
 قتل کر دیئے جائیں گے تو تم برگشتہ ہو جاؤ گے اور جو
 شخص برگشتہ ہو جائیگا وہ خدا کو کچھ نقصان نہیں پہنچائیگا
 اور اللہ شکر گزاروں کو عنقریب جزا دیگا

اس آیت پاک کو سن کر لوگ چونک پڑے اور گویا ان کو یاد آگیا کہ یہ آیت بھی نازل
 ہوئی ہے بہ روایت حضرت ابو ہریرہ حضرت عمر کا بیان ہے کہ اس آیت کو سن کر میرے
 پاؤں ٹوٹ گئے۔ کھڑے رہنے کی قوت نہ رہی میں زمین پر گر گیا۔ اور مجھ کو یقین ہو گیا
 کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی۔

باب دوم - خلافت

سقیفہ بنی ساعدہ | اسی حالت میں کہ ہاجرین مسجد نبوی میں جمع تھے ایک شخص نے آکر
 کہا کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں فراہم ہو کر خلافت کے بارہ میں مشورہ کر رہے ہیں

۱۵ ایام خلافت میں ایک مرتبہ فاروق اعظم نے حضرت عبداللہ بن عباس سے فرمایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کی وفات کے دن جو میرا کلام تھا اس کا نشانیہ آیت تھی وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَسَطًا لِتَكُوْنُوْا شٰهِدًا عَلٰى
 النَّاسِ وَيَكُوْنُ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شٰهِدًا۔ میں اس کا مطلب یہ سمجھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 امت میں آخر وقت تک قیام فرما کر اس کے اعمال کی شہادت ادا فرمائیں گے

اگر تم کو اُمت کے بچانے کی ضرورت ہی تو بچا لو۔ قبل اس کے کہ کام ہاتھ سے نکل جائے یہ سنتے ہی حضرت عمر نے حضرت ابو بکر سے کہا کہ ہم کو اپنے بھائیوں انصار کے پاس چلنا چاہیے۔ چنانچہ دونوں صاحبِ روانہ ہوئے راستہ میں حضرت ابو عبیدہ بھی شامل ہو گئے۔ آگے بڑھے تو دو انصاری ملے اور پوچھا کہاں جاتے ہو۔ فاروق اعظم نے جواب دیا انصار کے چلنے میں انصاریوں نے کہا وہاں نہ جائیے مہاجرین کو اپنا ملنا خود طے کر لینا چاہیے۔ حضرت عمر نے قسم کھا کر کہا ہم ضرور جائیں گے۔ اس موقع پر یہ بیان کر دینا مناسب ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں کیا ہو رہا تھا۔ جب انصار سقیفہ میں جمع ہوئے تو سب سے اول حضرت سعد بن عبادہ نے خطبہ دیا۔ پہلے حمد و ثنا الہی بیان کی پھر کہا:-

یَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ لَكُمْ سَابِقَةٌ فِي
الدِّينِ وَفَضِيلَةٌ فِي الْإِسْلَامِ لَيْسَتْ
بِقَبِيلَةٍ مِنَ الْعَرَبِ إِنَّ مُحَمَّدًا عَلَيْهِ
السَّلَامُ كَبِتَ لِيَضَعَ عَشْرَةَ سَنَةٍ
فِي قَوْمٍ يَدْعُوهُمْ إِلَى عِبَادَةِ الرَّحْمَنِ وَ
خَلَعَ الْأَنْدَادِ وَالْأَوْثَانَ فَمَا مِنْ
بِهِ مِنْ قَوْمٍ إِلَّا رَجَالَ قَلِيلٍ وَكَانَ
مَا كَانُوا يَقْدِرُونَ عَلَى أَنْ يَمْنَعُوا
رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ يُعْزُوا دِينَهُ
وَلَا أَنْ يَدْفَعُوا عَنِ الْفِسَادِ ضَمِيمًا

اے گروہ انصار تم کو دین میں وہ سبقت اور اسلام
میں وہ فضیلت حاصل ہے جو عرب کے کسی قبیلہ کو حاصل نہیں
ہے اور وہ یہ ہے کہ محمد علیہ السلام اپنی قوم میں کچھ
اد پرش برس رہ کر اس کو خدا کی عبادت اور بت پرستی
کے ترک کی جانب بلاتے رہے۔ مگر بااستثناء قلیل ان
کی قوم میں سے کوئی ایمان نہ لایا۔ جو ایمان لائے انہیں
اتنی قوت نہ تھی کہ رسول اللہ کی حفاظت کرتے دین کا اعزاز
بڑھاتے اور اپنے آپ سے ظلم اعدا کو دفع کرتے جس میں سب
بتلائے۔ یہاں تک کہ جب اللہ کو منظور ہوا کہ تم کو عزت
دے تو اس نے تم کو شرف بخشا فضیلت کے ساتھ

عَمَّوَابِهِ حَتَّىٰ إِذَا أَرَادَ بَعْضُكُمْ الْفِضِيَّةَ سَأَلَ
 إِلَيْكُمْ الْكِرَامَةَ وَخَصَّكُمْ بِالنِّعْمَةِ
 فَزَقَّكُمْ اللَّهُ الْإِيمَانَ بِرَسُولِهِ
 وَالْمَنْعَةَ وَلَا صَحَابِهِ وَلَا عِزَّازِلَهُ
 وَلِدِينِهِ وَالْجِهَادَ لَا عَائِدَهُ وَكُنْتُمْ
 أَشَدَّ لِنَاسٍ عَلَىٰ عَاقِبَةِ مَنْكُمْ وَأَنْتُمْ
 عَلَىٰ عَاقِبَةٍ مِنْ غَيْرِكُمْ حَتَّىٰ سَتَقَاتَ
 الْعَرَبُ لِأَمْرِ اللَّهِ طَوْعًا وَكَرْهًا
 وَأَعْطَى الْبَعِيدَ الْمَقَادَةَ صَاحِرًا
 دَاخِرًا حَتَّىٰ أَخْبَنَ اللَّهُ عِزَّ وَجَلَّ لِلَّهِ
 يَلْمُ الْأَرْضَ وَدَانَتْ بِأَسْيَافِكُمْ الْعُرُ
 وَتَوَفَّاهُ اللَّهُ وَهُوَ عَمْرٍاءُ بَعْضُكُمْ
 قَرِي عَيْنٍ اسْتَبَدَّ وَأَهْدَى الْأَمْرَ مِنْ
 دُونِ النَّاسِ فَإِنَّهُ لَكُمْ دُونَ النَّاسِ

مخصوص نہ لیا اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے
 کی توفیق عطا فرمائی۔ نیز اس امر کی کہ تم رسول اللہ اور ان کے
 اصحاب کی حفاظت کرو ان کا اور ان کے دین کا اعتراف نہ
 بڑھاؤ اور ان کے دشمنوں سے جہاد کرو۔ اس کے بعد تم
 ان کے دشمنوں پر (خواہ وہ تم میں سے تھے یا تمہارے
 غیر) سب سے زیادہ سخت اور بھاری ہو گئے یہاں تک
 کہ تمام عرب کے سر حکم الہی کے سامنے طوعاً و کرہاً جھک
 گئے۔ اور تمہارے تلواروں نے عرب کو فرماں بردار
 بنا دیا۔ اور تمہارے ذریعے سے خداوند تعالیٰ
 نے سر زمین عرب کو مطیع۔ خداوند تعالیٰ نے ان کو
 (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو) وفات دی اور وہ
 تم سے راضی و خوش تھے (خلافت کی نسبت)
 پورا اصرار کرو وہ تمہارا حق ہے نہ کہ
 اوروں کا

اس پر کسی نے کہا کہ ہم یہ جواب دینگے :-

اِذَا مَنَّآ اَمِيْرًا وَّمِنْكُمْ اَمِيْرًا
اس صورت میں ایک امیر ہم میں سے ہو ایک تم میں سے

اس کے بغیر ہم کبھی راضی نہ ہونگے۔ یہ سن کر حضرت سعد نے کہا کہ یہ پہلی کمزوری ہے۔ یہ مکالمہ ہو رہا تھا کہ حضرت ابو بکر حضرت عمر اور ابو عبیدہ وہاں پہنچے۔ دیکھا کہ ایک آدمی چادر اوڑھے لیٹا ہے۔ حضرت عمر نے پوچھا یہ کون ہے۔ کسی نے کہا سعد بن عبادہ۔

اس طرح کیوں لیٹے ہیں؟

”بیمار ہیں“

اس سوال و جواب کے بعد تینوں صاحب بیٹھ گئے۔ ان کے بیٹھ جانے پر انصاری کا ایک خطیب کھڑا ہوا اور اس نے انصاری کے حقوق و فضائل پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیے۔ اسی طرح متعدد انصاریوں نے خطبے دیئے۔ جب ان کے سب خطیب سلسلہ کلام ختم کر چکے تو حضرت عمر نے خطبہ دینا چاہا (جس کو پہلے سے سوچ چکے تھے) حضرت ابو بکر نے کہا ہر وہ رک گئے۔ صدیق اکبر نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اول حمد و ثنائے الہی بیان کی پھر کہا :-

اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا رَّسُوْلًا اِلَىٰ خَلْقِهِ
وَشَهِدًا عَلٰى اُمَّتِهِ لِيَعْبُدُوْا اللّٰهَ وَ
يُوْحِدُوْهُ وَهُمْ لَعِبُوْا مِنْ دُوْنِهِ
اِلٰهَةً شَيْءٌ وَيَرْجُمُوْنَ اَعْيُنَهُمْ عِنْدَہٗ
سَآفِعَہٗ وَ لَعْمَہُمْ نَآفِعَہٗ اِنَّمَا هِيَ مِنْ جَبِي
مَنْهُوْتٍ وَخَشَبٍ مُّنْجُوْرٍ ثُمَّ قَرَأَ
واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے محمد کو اپنی مخلوق کے پاس رسول
اور ان کی امت کے واسطے راہنما بنا کر بھیجا اس غرض سے
کہ بندے اللہ کی عبادت اور اس کی توحید کا اقرار کریں
حالت یہ تھی کہ لوگ تفرق مبعودوں کو اس خیال عام سے
پوختے تھے کہ وہ اللہ کے سامنے ان کے شفیع بن کر نفع پہنچائیں گے
ان مبعودوں کی حقیقت یہ تھی کہ چوب و سنگ سے تراش لیے

”ويعبدون من دون الله مآلا

ليضرهم ولا ينفعهم ويقولون

هوآء شفعا منا عند الله“ وقالوا

”ما لعبد هم الا ليقر بونا الى الله

زلفى“ فغظم على العرب ان يتركوا

دين اباؤهم فخص الله المهاجرين

الاولين من قوم تبصديته

والايمان به والموا ساة والصبر

مع على سياة اذى قومهم لهم

وتكذيبهم اياهم وكل الناس لهم

مخالفة زار عليهم فلم يستوحشوا

لقلة عدد رهم وشغف الناس لهم

واجماع قومهم عليهم فهم اول

من عبد الله فى الارض وامن بالله

وبالرسول وهم اولياءه وعشيرته

واحوال الناس لهذا الامر بعد ولا

يتازعهم فى ذلك الا ظالم وانتم

يا معشر الاضار من لا ينكر

فضلهم فى الدين ولا سألقتهم

گئے تھے۔ (پھر آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے) اور وہ لوگ

اللہ کے سوا ایسے معبود پوجتے ہیں جو نقصان پہنچا سکتے

ہیں اور نہ نفع۔ اور کہتے ہیں کہ ہم ان کی پرستش صرف

اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمارا قرب بارگاہ الہی میں

بڑھائیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عربوں کو اپنا دین ابائی کا چھوڑنا

گراں گزرا اس وقت اللہ نے رسول کی قوم میں سے

مہاجرین اولین کو یہ خصوصیت بخشی کہ انہوں نے

آپ کی تصدیق کی اور ایمان لائے خدمت کے لئے کر

بستہ ہوئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ

سخت مصیبتیں جھیلیں اس حالت میں کہ تمام آدمی ان کو

جھٹلاتے تھے اور دشمن جانی ہو رہے تھے۔ وہ اس

سے باوجود اپنی قلت اور دشمنوں کی سختی کے گھبرائے نہیں

لہذا یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے سب سے اول روئے زمین

پر اللہ کی عبادت کی اللہ اور رسول پر ایمان لائے

اسی کے ساتھ یہ لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رفقا

اور کنبے والے ہیں اور خلافت کے سب سے زیادہ حقدار

سوائے ظالم کے اس معاملہ میں ان سے کوئی شخص نزاع

نہیں کر سکتا۔ اور لے معشر الاضار تمہاری دینی فضیلت

اور اسلامی شرف سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔

العظيمة في الاسلام رضيك الله
 انصارا لدينه ورسوله وجعل
 اليكم هجرة وقيام حجة ازواج و
 اصحابه فليس بعد المهاجرين الا
 عندنا بمنزلة من فحن الامراء و
 الوزراء لا تفتنون بمشورة ولا
 تنقضون وكنتم الامور

تم کو اللہ نے اپنے دین اور رسول کی مدد کے واسطے انتخاب
 کیا۔ اپنے رسول کو تمہاری سپاہ میں ہجرت کے بعد
 بھیجا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر ازواج
 و اصحاب تم میں سے ہیں لہذا مهاجرین اولین کے
 بعد تمہارا مرتبہ سب سے زیادہ ہے پس ہم امرا ہوں
 تم وزرا۔ تم اپنے مشورہ پر ہٹ مت کرنا ہم بغیر
 تمہارے مشورہ کے معاملات طے نہیں کریں گے

ایک روایت کے بموجب آخر میں یہ کہا:-

وقد رضيت لكم احد هذين
 الرجلين ايهما شئتم
 میں ان دونوں میں سے جس ایک کو تم چاہو انتخاب
 کرتا ہوں

یہ کہہ کر حضرت ابو عبیدہ اور حضرت عمر کی طرف اشارہ کیا اور دونوں کے مختصر فضائل
 بیان کئے۔ انصار اس کے بعد بھی جوش کے ساتھ اپنے حقوق بیان کرتے رہے۔ آخر کار
 حضرت ابو عبیدہ نے کہا:-

يا معشر الانصار انكم اول من
 نصروا وازرونا تكونوا اول من
 اے گروہ انصار تم نے مدد اور قوت پہنچانے میں
 سبقت کی تھی لہذا تغیر تبدیل کرنے میں سبقت نہیں
 بدل و تغیر
 کرنی چاہیے

یہ سن کر دو جلیل القدر انصاری یعنی حضرت زید بن ثابت اور حضرت بشیر بن سعد نے
 اپنے فریق کو سمجھایا۔ حضرت زید بن ثابت نے کہا:-

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
 یہ واقعہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کان من المهاجرین فان الامام
 یكون من المهاجرین و نحن اصاده
 كما كنا الصاد رسول الله صلى الله عليه وسلم
 حضرت بشیر بن سعد نے کہا:-

یا معشر الاضارانا والله لئن كنا
 اولی فضیلة فی جهاد المشرکین و
 سابقه فی هذا الدین ما اردنا به
 الا رضارینا و طاعة نبینا و لکننا
 لانفسنا فیما ینبغی لنا ان
 نستطیل علی الناس بذلك
 ولا نبغی به من الدینا عرضاً
 فان الله ولی المنه علینا بذلك
 الا ان محمداً صلى الله عليه وسلم
 من قریش و قومنا حق به و اولی
 و الیر الله لا یرانی الله انا زعمهم هذا
 الا مرابداً فالتقوا الله و لا تنازعوه
 اسے گردہ انصار اگر ہم نے مشرکوں کے جہاد میں سب سے زیادہ
 فضیلت حاصل کی اور دین میں عزت تو اس سے مقصود
 صرف اللہ کی رضا اور اپنے نبی کی اطاعت اور خود
 اپنے لئے کسب عمل تھا ہم کو رو انہیں کہ ہم اس کو دوسرے
 آدمیوں کے حقوق میں دست اندازی کا ذریعہ بنا دیں نہ اس
 کے عوض ہم کو جاہ دنیا طالب کرنا چاہیے۔ خدا ہم کو
 اس کی جزا دیگا۔ خوب سمجھ لو کہ محمد صلی اللہ علیہ
 وسلم قریشی تھے ان کے قوم ان کی جانشینی کی
 سب سے زیادہ مستحق و اہل ہے۔ میں بالقسم
 کہتا ہوں کہ خدا مجھ کو کبھی نہ دیکھے گا کہ میں ان سے
 اس بارہ میں نزاع کروں۔ پس تم خدا سے ڈرو
 اور ان سے جھگڑا نہ کرو۔

حضرت بشیر کی گفتگو ختم ہونے پر حضرت ابو بکر نے کہا کہ عمر اور ابو عبیدہ موجود ہیں ان
 میں سے جس سے چاہو بیعت کر لو۔ دو نونے کہا:-

لا والله لا نتولى هذا امر عليك
 نہیں قسم رب کی اس معاملہ میں ہم تم پر بیعت

فانك افضل لهاجرين وثاني اثنين
 اذ هما في الغار وخليفة رسول الله
 على الصلوة والصلوة افضل
 دين المسلمين فمن ذابني بخله ان
 يتقدمك او يتولى هذا الامر عليك
 البطيدك نبا ليعك

نہیں کر سکتے تم افضل مہاجرین ہو رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق غار اور خلیفہ نماز
 اور نماز مسلمانوں کے دین میں سب سے بڑھ کر
 ہے پس یہ کس کو زیبا ہے کہ وہ تم پر بیعت
 ہو یا تمہارے ہوتے ہوئے خلافت کا متولی بنے
 ہاتھ بڑھاؤ ہم تم سے بیعت کرتے ہیں

جس وقت ان دو نوجوانوں نے حضرت ابو بکر کی بیعت کا ارادہ کیا حضرت بشیر بن
 سعد انصاری نے سبقت کر کے سب سے اول بیعت کی۔ ان کے بعد حضرت عمرو
 حضرت ابو عبیدہ نے۔ پھر تو یہ عالم ہوا کہ تمام مجمع بیعت پر ٹوٹ پڑا اور خوف ہوا کہ
 حضرت سعد بن عبادہ (جو بوجہ مرض مجمع کے اندر لیٹے ہوئے تھے) کچل نہ جائیں۔
 جب بیعت کی خبر علیہ کے باہر پہنچی تو ہر طرف سے آدمی جوق جوق آنے لگے۔
 یہاں تک کہ گلیاں ان کے ہجوم سے بھر گئیں۔ یہ بیعت خاصہ تھی۔

بیعت عامہ | اگلے روز شنبہ کو بیعت عامہ ہوئی۔ مسجد نبوی میں مسلمان جمع ہوئے
 اول حضرت عمر نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا:-

كنت رجوان يعيش رسول الله صلى الله
 عليه وسلم حتى يدب نافعان يك محمد
 صلى الله عليه وسلم قدمات فان الله
 قد جعل بين الظهركم نوراً تهتدون
 به هدى الله محمد صلى الله عليه وسلم

میری یہ توقع تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 ہم سب کے بعد تک زندہ رہیں گے لیکن اگر محمد صلی اللہ
 علیہ وسلم نے وفات پائی تو تمہارے پاس وہ نور موجود
 ہے (قرآن) جو تم کو راستہ دکھائیگا جس پر
 اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چلایا

وان ابا بکر صاحب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم وثانی اشین واثہ اولی

المسلمین بامورکم فقد موأوباً لبعو

تھا۔ اور ابو بکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی

رفیق فارہیں اور وہ سب مسلمانوں سے زیادہ تمہارے

معاملات کے انصاف کے اہل ہیں اب بڑھو اور ان سے بیعت کرو

حضرت عمر نے کلام بالآخرم کر کے حضرت ابو بکر سے اصرار کیا کہ منبر پر بیٹھے مگر وہ انکار

کرتے رہے۔ آخر حضرت فاروق کا اصرار غالب آیا اور حضرت ابو بکر منبر پر بیٹھے لیکن

اُس مقام سے ایک درجہ نیچے جہاں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرماتے تھے

جلوس منبر کے بعد عام طور پر مسلمانوں نے بیعت کی (قبالعیہ الناس عامتاً) بعد بیعت

حضرت ابو بکر نے کھڑے ہو کر خطبہ خلافت دیا۔ اول حمد و ثنا الہی بیان کی پھر کہا:-

اما بعد ایھا الناس فاللہ ما کنت یصیاً

علی الامارۃ یوما ولا لیلۃ قط ولا کنت

راعباً فیہا ولا سألہا اللہ عزوجل

فی سرّ وعلانیۃ ولکنی شفقت من

الفتنۃ ولکن کلفت امرأ

عظیماً ما لی بہ طاقتہ ولا یدان

الا بتقویۃ اللہ عزوجل ولودت

ان اقوی الناس علیہا مکانی

الیوم اتی قد ولت علیکم

ولست بخیرکم فان احسنت

فأعینونی وان اساءت فقومونی

بعد حمد الہی اسے آدمیوں کو اللہ مجھ کو ہرگز امیر بننے کی

حرص نہ کبھی دن میں تھی نہ رات میں اور نہ میرے امی

اُس کی جانب تھا اور نہ میں نے اللہ سے ظاہر یا پوشیدہ

اُس کے لیے دعا کی البتہ مجھ کو یہ خوف ہوا کہ

کوئی فتنہ نہ اٹھ کھڑا ہو مجھ کو حکومت میں کچھ رحمت

نہیں ہی بلکہ مجھ کو ایک ایسے امر عظیم کی تکلیف دی گئی

ہی جس کے برداشت کی مجھ میں طاقت نہیں اور نہ وہ

بدون اللہ عزوجل کی مدد کے قابو میں آسکتا ہے

میری ضروریہ آرزو تھی کہ آج میری جگہ سب سے

زیادہ قوی آدمی ہوتا یہ تحقیق ہی کہ میں تمہارا امیر

بنایا گیا اور میں تم سے بہتر نہیں ہوں اگر میں راہ راست

الصدق امانه والکذب خیانه
والضعیف فیکم قوی عندی
حتى ازیح علیه حقه انشاء الله
والقوی منکم ضعیف حتی اخذ
الحق منه انشاء الله - لا یدع
قوم الجهاد فی سبیل الله الا
ضر بهم الله بالنزال ولا یشتع
الفاحشه فی قمار قط الا عمهم
الله بالبلاء الطیعونی ما
اطعت الله ورسوله فاذا
عصیت الله ورسوله فلا طاعة
لی علیکم قوموا الی صلوٰتکم بحکم
الله تعالیٰ

پرپلوں مجھو مدد دو اگر بے راہ چلوں مجھو سیدھا کر دو
صدق امانت ہی اور کذب خیانت جو تم میں کمزور سے
وہ میرے لئے قوی ہی۔ انشاء اللہ اس کا حق دلو اور دنگا۔
اور تم میں جو قوی ہی وہ میری نظر میں کمزور سے
انشاء اللہ حق لے کر چھوڑ دنگا۔ جو قوم راہ حق
میں جہاد چھوڑ دیتی ہی وہ ذلیل کر دی جاتی ہے
اور جس قوم میں بے حیائی کا رواج ہو جاتا ہی اس کے
عام طور پر عذاب آتی نازل ہوتا ہی۔ جب تک
میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں
تم میری اطاعت کرو اور جب میں خدا اور اس کے
رسول کی نافرمانی کروں تم کو میری اطاعت
نہیں کرنی چاہیے۔ اب ناز کے واسطے کھڑے
ہو جاؤ خدا تم پر رحم کرے

بعد بیت خلیفہ رسول اللہ لقب ہوا۔ ایک موقع پر کسی نے خلیفہ اللہ کہہ کر مخاطب
کیا تو کہا میں رسول اللہ کا خلیفہ ہوں اور اسی سے میں خوش ہوں۔
شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا میں معنی خلافت پر ایک لطیف بحث لکھتی
ہی اگرچہ اس کی اصلی شان تو خود شاہ صاحب کے الفاظ میں ہی مگر مناسب معلوم ہوتا ہے
کہ اس کا خلاصہ عام فہم پر ایہ میں یہاں بھی لکھ دیا جائے۔
یہ امر قطعی طور پر ثابت ہی کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عام

تھی اور آپ تمام نبی نوع انسان کی ہدایت کے واسطے مبعوث ہوئے تھے۔ بعد بعثت
 آپ نے جن امور کا اہتمام کوشش بلوغ کے ساتھ فرمایا اگر ان سب کا استقرار کر کے جزئیات
 سے کلیات بنائیں اور کلیات سے کلی واحد جو جنس اعلیٰ ہو تو ثابت ہوگا کہ تمام کوششوں
 کا مرجع اقامت دین تھی۔ یہ جنس اعلیٰ ہے اس کے تحت میں حسب ذیل کلیات آتی ہیں۔
 علوم دین کا احیاء (تایم رکھنا اور رائج کرنا) علوم دین سے مراد ہی قرآن و سنت کی
 تعلیم اور وعظ و نصیحت۔ ارکان اسلام نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج وغیرہ کا قیام و استحکام
 لشکر کا تقرر غزوات کا اہتمام۔ مقدمات کا انفصال۔ قاضیوں کا تقرر۔ امر بالمعروف
 و نہی عنکر و اوصاف کا حکم دینا اور ان کو رائج کرنا، و نہی عن المنکر (بری باتوں کو
 روکنا اور ان کا التداد کرنا) جو حکام نائب مقرر ہوں ان کی نگرانی کہ پابند حکم رہیں
 اور خلاف ورزی احکام نہ کریں۔ ان جملہ امور کا اہتمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے بہ نفس نفیس فرمایا اور ان کے انضمام کے واسطے نائب بھی مقرر فرمائے۔ وعظ و نصیحت
 فرمائی۔ صحابہ کو ممالک میں وعظ و نصیحت کے واسطے بھیجا۔ جمعہ و عیدین و پنج وقتہ نماز
 کی امامت خود فرمائی۔ دوسرے مقامات کے واسطے امام مقرر کیے و وصول زکوٰۃ کے
 واسطے عامل مامور کیے۔ وصول شدہ اموال کو مصارف مقررہ میں صرف کیا۔ بیت
 ہلال کی شہادت آپ کے حضور میں پیش ہوتی اور بعد ثبوت روزہ رکھنے یا عید کرنے کا
 حکم صادر ہوتا۔ حج کا اہتمام بعض اوقات خود فرمایا بعض اوقات نائب مقرر کیے جس طرح
 ۹۰ھ میں حضرت ابو بکر کو امیر حج مقرر کر کے بھیجا۔ غزوات کی سپہ سالاری خود کی۔
 نیز امراء نائب سے یہ کام لیا گیا۔ مقدمات و معاملات فیصل کیے۔ قاضیوں کا تقرر عمل میں
 آیا۔ علیٰ حد القیاس باقی امور۔

آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دین کے قیام و حفاظت کے واسطے
ضروری تھا نائب مطلق یا خلیفہ کا تقرر۔ تاکہ وہ اقامت دین کی مذکورہ بالا خدمات
کو انجام دے۔

مرضِ وفات میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کی روانگی
کا حکم دیا تھا جس کے سردار حضرت اسامہ بن زید مقرر فرمائے گئے تھے۔ مدینہ اور نواح
مدینہ کے سات سو جوان اس مہم کے لئے نامزد ہوئے تھے۔ یہ مہم رومیوں کے مقابلہ پر
اس لشکر اسلام کے انتقام لینے کے واسطے مامور ہوئی تھی جس کو رومیوں نے شہ
میں بمقام موتہ تباہ کیا تھا۔ مگر آپ کی عدالت کی شدت اور وفات کے سبب روانگی
نہ ہو سکی۔ حضرت ابو بکر نے بیعت کے دوسرے روز حکم دیا کہ حبش اسامہ تیار ہو کر روانہ
ہو۔ منادی نے ندا دی۔

لیتم بعث اسامہ الایقین
بالمدينة احدًا لا یرجى
عسکرہ بالجرف

اسامہ کے لشکر کو تیار ہو جانا چاہیے تاکہ کی جاتی ہے کہ جو
لوگ اس مہم میں نامزد ہیں ان میں سے ایک آدمی بھی مدینہ
میں رہے اور سب اپنے پڑاؤ پر بمقام جُرف جمع ہو جائیں

یہ پہلا حکم تھا جو حضرت ابو بکر نے بحیثیت خلافت جاری کیا۔ اسی عرصہ میں کہ لشکر چھاونی
میں جمع ہوا اور اس کی روانگی عمل میں آئے عرب کے ارتداد اور یہود و نصاریٰ کی سرکشی
کی خبریں متواتر مدینہ میں آنے لگیں ان خبروں سے مسلمانوں کا تردد بڑھا۔ مؤرخین
کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ وقت مسلمانوں کے لئے نہایت سخت تھا۔ مصیبت عظمیٰ حضرت
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ کاسروں سے اٹھ جانا تھا۔ اسی کے ساتھ عرب میں

الجرف مدینہ کے باہر ایک میدان تھا

ارتداد پھیل رہا تھا یہود و نصاریٰ نے ان حالات کو دیکھ کر سرکشی شروع کر دی تھی اس پر
 طرہ مسلمانوں کی قلت۔ دشمنوں کی کثرت۔ صحابی حبیب اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود
 کا قول ہے کہ اس وقت مسلمان بکریوں کے اس گلہ سے مشابہ تھے جو جاڑوں کی سردی
 میں بحالت بارش میدان میں بے گلہ بان کے رہ جاتے۔ ان حالات پر نظر کر کے صحابہ کرام
 نے امیر المؤمنین سے کہا کہ جو آدمی لشکرِ اسامہ میں جا رہے ہیں وہ مسلمانوں کے چیدہ و
 منتخب افراد ہیں عرب کی حالت آپ کی نگاہ کے سامنے ہے اس صورت میں مسلمانوں کی
 جمعیت کو متفرق کرنا مناسب نہیں۔ حضرت ابو بکر نے جواب دیا:-

والذی نفسی بیدہ لو ظننت
 ان السباع تحفظہ لافدت
 جيش أسامة كما امر به رسول
 الله صلّ الله عليه وسلم ولولم
 یبق فی القرى غیری لافدنا
 قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان
 ہے اگر مجھ کو یہ بھی لگمان ہوتا کہ زندے مجھ کو اٹھائے جا
 تو بھی تعمیل حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسامہ کا
 لشکر فر بھیجا اگرستیوں میں سوائے میرے ایک
 تنفس بھی باقی نہ رہتا تو بھی روانگی کا حکم یقیناً دیتا

اس کے بعد یہ خیال فرید اہتمام مسلمانوں کے سامنے مجمع عام میں خطبہ دیا اور تیاری لشکر
 کی تاکید کی۔ جب تمام لشکر حُرف کے پڑاؤ پر جمع ہو گیا تو حضرت اسامہ امیرِ عسکر نے حضرت
 عمر کی زبانی حضرت ابو بکر سے کہلا بھیجا کہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ میری روانگی کے بعد کفار
 خلیفہ رسول اللہ۔ حرم نبوی اور باقی مسلمانوں پر دوڑ پڑینگے اس لیے اگر آپ اجازت
 دیں تو موٹے لشکر مدینہ چلا آؤں اسی کے ساتھ انصار نے پیغام بھیجا کہ آپ لشکر روانہ ہی
 کریں تو بجائے اسامہ کے کسی بن رسیدہ آدمی کو سردار مقرر کیجئے۔ پہلا پیام سن کر

۱۰ حضرت اسامہ کا بن اس وقت انیس برس کا تھا

حضرت ابو بکر نے قریباً وہی جواب دیا جو اد پر مذکور ہوا۔ جب حضرت عمر نے انصار کا پیام سنایا تو حضرت صدیقِ غصّے سے بیاب ہو کر کھڑے ہو گئے اور کہا۔ تم کو موت ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسامہ کو امیر شکر بنایا تم مجھ کو ہدایت کرتے ہو کہ میں اُس کو معزول کر دوں۔ اس جواب کے بعد حُرف کے پڑاؤ پر خود گئے اور رخصت کر کے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ جب کوچ ہوا تو حضرت اُسامہ گھوڑے پر سوار تھے۔ حضرت ابو بکر پیادہ پاساٹھ ساتھ چل رہے تھے خلیفہ کا قتل گھوڑا حضرت عبدالرحمن بن عوف کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت اُسامہ نے حضرت ابو بکر سے کہا یا آپ سوار ہو لیں یا مجھ کو پیادہ چلنے کی اجازت دیں۔ جواب دیا کہ نہ میں سوار ہوں گا نہ تم کو پیادہ چلنے کی اجازت ملیگی۔ اگر میں ایک ساعت راہِ خدا میں اپنے قدم خاک آلود کروں تو میری کیا شان جاتی ہے۔ غازی راہِ خدا میں جو قدم رکھتا ہے اُس کے بدلے میں سات سو درجے بند کیے جاتے ہیں سات سو گناہ معاف ہوتے ہیں۔ سات سو نیکیاں نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔ اس کے بعد لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا:-

اے آدمیو کھڑے ہو جاؤ میں تم کو دس حکم دیتا ہوں ان کو
میری جا ب اچھی طرح یاد رکھنا:- خیانت نہ کرنا۔ دھوکا نہ دینا
سزا کی نافرمانی نہ کرنا۔ کسی شخص کے اعضاء کاٹنا۔
کسی بچے بوڑھے یا عورت کو قتل نہ کیجیو۔
کھجور یا اور کسی میوہ دار درخت کو مت کاٹو
نہ جلاؤ۔ بکری گائے یا اونٹ کو سواے
غذا کی ضرورت کے نہ مارنا۔ تم کو ایسے

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قِفُوا أَوْصِيَكُمْ بِعَشْرِ
فَا حَفِظُوا هَا عَتِي: لَا تَخُونُوا وَلَا تَغْلُوا
وَلَا تَعْدُوا وَلَا تَمْتَلُوا وَلَا
تَقْتُلُوا طِفْلًا وَلَا شَيْخًا وَلَا كَبِيرًا
وَلَا امْرَأَةً وَلَا تَعْقُرُوا وَخَلْدًا
وَلَا تَحْرِقُوا وَلَا تَقْطَعُوا الشَّجَرَةَ
الْمُتَمَدَّةَ وَلَا تَذْجُوا شَاةً وَ

لا بقرۃ ولا عبیداً الا لما حلبۃ
 وسوف مترون باقوام قد فرغوا
 النفسہم بالصوامع فدعوہم وما
 فرغوا النفسہم وسوف تقدمون
 علی قوم یا توکم یا نینۃ فیہا الوان
 الطعام فاذا اکلتم منہا شئاً بعد
 شئی فاذکروا اسم اللہ علیہا وتلقوا
 اقواماً قد فخصوا اوساط رؤسہم
 وترکوا حولہا مثل العصائب فاختصوا
 ہم بالسیف خففاً اندفعوا باسم
 اللہ افناکم اللہ الطعن والطاعون

لوگ نہیں گئے جو عبادت گاہوں میں گوشہ گیر ہو کر
 بیٹھے ہونگے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دینا۔
 اور تم کو ایسے آدمی میں گئے جو تمہارے پاس قسم
 قسم کے کھانے برتنوں میں رکھ کر لائیں گے جب
 تم ان کھانوں کو یکے بعد دیگرے کھاؤ تو خدا کا
 نام لیتے جانا۔ (یعنی نعمتیں پا کر خدا کو بھول نہ جانا)
 اور تم کو ایک ایسی قوم ملیگی جن کے سر کے
 بال بیچ میں منڈے ہونگے اور پٹھے چھوڑ ہونگے
 ان کو تازیانہ کی سزا دی جائے۔ خدا کا نام لے کر
 روانہ ہو خدا تم کو (دشمن کے) حربہ اور طاعون
 کے حملے سے محفوظ رکھے

یہ لشکر غزہ ربیع الآخر کو (یعنی آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ٹھیک
 اُنیس روز بعد) مدینہ سے روانہ ہوا۔ منزل مقصود پر پہنچا اور باختلاف روایت چالیس
 دن یا اس سے کسی قدر زائد عرصہ میں ارشاد نبوی کی تعمیل کر کے مع الحیر واپس آگیا
 مؤرخین کا قول ہے کہ اس لشکر کی روانگی سے قبائل میں دھاک بندھ گئی اور انہوں
 نے خیال کیا کہ اگر مسلمانوں میں قوت نہ ہوتی تو اس لشکر کو مدینہ سے باہر
 نہ بھیج دیتے۔

ارتداد | فتح مکہ کے بعد کثرت سے قبائل عرب نے اپنے وفداں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے مکہ شہر کے آخری حصہ میں فتح ہوا

کی خدمت میں بھیجے اور اسلام سے مشرف ہوئے۔ چنانچہ سیرت میں ۹۰ھ کا نام
 ”سنۃ الوفو“ ہے۔ اسی سلسلہ میں یمن کے زبردست قبیلے بنو خلیفہ کا وفد بارگاہ
 رسالت میں حاضر ہوا۔ وفد مذکور میں مُسلمہ بھی تھا۔ اس میں اختلاف ہے کہ مُسلمہ جمال بنو
 کے دیدار سے مشرف ہو یا نہیں۔ بہر حال یہ وفد مسلمان ہو کر یمن واپس آ گیا اور اُس
 کی واپسی پر قبیلہ بنو خلیفہ اسلام لے آیا۔ ۹۰ھ کے آخر میں حضرت سرور عالم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہل یمن کی ہدایت کے واسطے بھیجا۔ اس سے قبل چھ
 مہینے تک حضرت خالد بن ولید نے تبلیغ اسلام کی مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ حضرت شیر خدا
 کی آمد کی خبر سن کر کثرت سے یمنی سرحد پر استقبال کو آئے۔ صبح کی نماز حضرت علی
 نے باجماعت ادا فرمائی۔ بعد نماز سب اہل یمن صف بستہ سامنے کھڑے ہو گئے۔
 حضرت رضی اللہ عنہ نے ان کو مخاطب کر کے اول حمد و ثناء الہی بیان فرمائی اُس کے بعد
 فرمان رسالت سنایا اور تلقین اسلام کی۔ اس تلقین کا یہ اثر ہوا کہ اسی روز تمام
 ہمدان مسلمان ہو گیا۔ بعد کا میا بی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مراجعت فرمائی اور حجۃ الوداع
 کے موقع پر مقام عرفات آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ غرض ۹۰ھ اور ۹۱ھ میں ملک
 یمن محض تبلیغ کے اثر سے دائرہ اسلام میں داخل ہوا۔ ۹۰ھ میں زکوٰۃ فرض ہوئی اور
 آپ نے اُس کے وصول کے واسطے عمال مختلف اطراف میں مقرر فرمائے۔ یمن میں باذان
 کو بدستور سابق تمام یمن کا عامل رکھا۔ حجۃ الوداع میں باذان کی وفات کی خبر پہنچی اور
 آپ نے اسی موقع پر جدید انتظام فرمایا۔ ملک یمن مختلف حصوں پر تقسیم کیا گیا اور ہر حصہ
 پر جد اگانہ عامل کا تقرر ہوا۔ حضرت معاذ بن جبل اس خدمت پر مامور ہوئے کہ تمام
 ملک یمن میں دورہ کر کے احکام اسلام کا اجرا کرتے رہیں۔ اسی عرصہ میں پہلا کانٹا

دعی نبوتِ یمن میں بمقام صنعا پیدا ہوا جس کا نام اسود عنسی تھا اس کو بے حد فوری کامیابی ہوئی اور چند ہی دن میں اس نے ہر طرف آتشِ فساد مشتعل کر دی قبیلہ بنی اسد میں طلحہ نے دعویٰ نبوت کیا۔ تیسرا دعویٰ نبوتِ مسیلمہ کذاب تھا اسود عنسی کی کامیابی دیکھ کر اس کو بھی جرات ہوئی اور دعویٰ نبوت کا منصوبہ قائم کر کے اس نے اعلان کیا کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھ کو شریک رسالت کر لیا ہے۔ انہماکے خیرہ سری یہ تھی کہ شاہہ کے آخر میں اس نے ذیل کا خط آپ کی خدمت میں بھیجا۔

من مسیلمة رسول الله الى محمد
رسول الله فاني قد اشركت معك
في الامم وان لنا نصف الارض
ولقریش نصفها ولكن قریشاً قوم لعین و
مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کے
نام میں رسالت میں تمہارا شریک کیا گیا ہوں
آدھی زمین ہماری ہے اور آدھی قریش کی مگر
قریشی ایسی قوم ہیں جو ظلم کرتی ہیں
اس کے جواب میں یہ فرمان رسالتِ مدینہ سے جاری ہوا۔

بسم الله الرحمن الرحيم
من محمد رسول الله الى مسیلمة
الكذاب اما بعد فالسلام
على من اتبع الهدى فانك
الارض لله لودتها من لسان
من عبادة والعاقبة للمتقين
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان بخشنے والا ہے
محمد رسول اللہ کی جانب سے مسیلمہ کذاب کے نام بعد حمد
پس سلام ہو ان پر جو راہِ راست کے پیرو ہیں پھر یہ تحقیق
ہی کہ ساری زمین اللہ کی ہے اپنے بندوں میں سے وہ
جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور عاقبت پر ہیزگاروں
کے حصہ میں ہے۔

حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسبِ عادت شریفِ اول ان مدعیانِ نبوت کو بذریعہ نیند و نصیحت سمجھایا متعدد مراسلات بھیجے۔ لیکن کچھ اثر نہ ہوا مردوں نے مسلمانوں

پر دست درازی و تعدی شروع کی اور جمعیت فراہم کر کے مقابلہ و مقابلہ کا سلسلہ جاری
 کر دیا جب نوبت اس حد تک پہنچی تو آپ نے ان کے دفعیہ کے واسطے عمال کے نام
 احکام جاری فرمائے اور یہ اہتمام مرض وفات کی شدت میں بھی برابر جاری رہا۔
 اسود عسی کا خاتمہ آپ کی حیات مبارک میں ہو گیا اور آپ نے یہ خبر مسلمانوں کو
 سادی۔ اس بیان سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
 وفات کے وقت جھوٹے مدعیان نبوت اور ان کے پیروؤں کی کیا کیفیت تھی۔
 جس وقت آپ کی رحلت کی خبر شریع ہوئی ان قبائل میں اور ان کے اثر سے دوسرے
 جدید اسلام قبیلوں میں اضطراب عظیم پیدا ہوا اور تمام ملک میں ایک ہنگامہ
 برپا ہو گیا۔ مسلمان عامل ہٹا دیے گئے اور مرتدین نے دخل کر لیا۔ اسود عسی اگرچہ
 مرجح تھا لیکن اس کی فوج مختلف حصہ ہائے ملک میں منتشر تھی اب وہ پھر جمع ہو کر
 ایک لشکر عظیم بن گئی اسی کے ساتھ ساتھ نواحِ مدینہ میں ارتداد و سرکشی پیدا ہوئی
 خلاصہ یہ کہ مدینہ کے باہر صرف دو قبیلے ایسے تھے جو تمام و کمال اسلام پر قائم رہے
 یعنی قریش و ثقیف باقی تمام قبائل میں کم و بیش ارتداد کا فساد پھیلا بعضے کل کے کل مرتد
 ہو گئے۔ بعض میں کچھ مسلمان رہے کچھ مرتد ہو گئے۔ ارتداد کا زور زیادہ تر دو طرف
 تھا ایک مین میں، دوسرے نواحِ مدینہ کے قبائل میں۔ اور یہ سب کے سب جدید اسلام
 تھے۔ معرکہ طلب طبایع نے اپنے عروج و سرداری کا حیلہ دعوی نبوت و ارتداد قرار
 دے لیا تھا۔ واقعات ذیل سے اس بیان کی صحت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ قبیلہ بنی عامر
 میں سردار عامر بن لطفیل تھا وہ علانیہ کہتا تھا کہ میں تمام عرب کی امارت کا متمنی ہوں
 ایک قریشی کا اتباع کس طرح کر سکتا ہوں۔ قبیلہ غطفان قبیلہ بنی اسد کا حلیف تھا۔

غطفانی کہتے تھے کہ ہم اپنے حلیف اسیوں کے بنی (طلیحہ) کو چھوڑ کر رسول قریشی کی پیروی
 کیوں کریں۔ قریش کے بنی نے وفات پائی۔ اس کا بنی زندہ ہی۔ قبیلہ عبدالقیس میں مردوں
 کا نشان بردار غرور نعمان بن منذر کا پوتا تھا۔ یہ نعمان بن منذر اُس خاندان حمیر کی اخیر
 یادگار تھا جس نے صدیوں تک یمن میں حکومت کی تھی۔ دعویٰ نبوت کی انتہاے ارزانی
 یہ تھی کہ سچ نامی ایک عورت بھی مدعی نبوت بن مہٹی۔ اس نے یمن میں نبی ہونے کا
 اعلان کیا۔ قبیلہ بنی تغلب (جو نصرانی تھا) اپنا مذہب چھوڑ کر اُس کی اُمت میں شامل
 ہوا مدعیان نبوت کے احکام بھی عجیب تھے۔ طلیحہ کی نکتہ سنجی ملاحظہ ہونا نماز کے ارکان
 میں سے سجدہ موقوف کر دیا۔ مسیلمہ کے حکم سے شراب اور زنا مباح و حلال قرار پایا جب
 اُس نے سچ مدعیہ نبوت سے نکاح کیا تو اُس کے مہر میں دو وقت کی نماز معاف کر دی۔
 ایک صبح کی دوسری عشا کی۔ وجہ یہ ظاہر کی کہ ان سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ فتنہ ارتداد
 کے سلسلہ میں یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ باوجود اس قدر فتنہ و فساد اور ہنگامے
 کے ایک شخص بھی ایسا مرتد نہیں ہوا جو قدیم الاسلام اور مذہب میں راسخ ہو چکا تھا۔
 عموماً جدید الاسلام قبیلے مرتد ہوئے اُن میں بھی اکثر عوام فتنہ جو تھے چنانچہ طلیحہ کے نشان
 کے نیچے زیادہ تر قبیلے اور اسد کے عوام الناس کا ہجوم تھا۔ حضرت ابو بکر نے فرات
 ایمانی سے آغاز ہی میں اس ہنگامے کی قوت کا پورا اندازہ فرمایا تھا۔ چنانچہ یمن سے
 جب ابتداً قاصد آئے تو خط دیکھ کر اُن سے فرمایا ابھی صبر کرو اُس کے بعد جو خط آئینگے
 اُن میں اس سے بھی زیادہ سخت خبریں ہونگی اور ہوا بھی یہی۔ اس کے بعد ہی ہر طرف
 سے اُمراء مسلمین کے مراسلے آنے لگے جن میں قبائل کے ارتداد اور اُن مظالم کی اطلاع
 دہی تھی جو مردوں کے ہاتھ سے مسلمانوں پر ہوتے تھے۔ نواح مدینہ کے قبائل و مرتدوں

بالاتفاق مدینہ کا رخ کیا۔ بنی اسد سمیراء میں۔ فرازہ اور غطفان کا ایک حصہ جنوب مدینہ میں۔ ثعلبہ و قرہ و عبس کا ایک حصہ ابرق میں دوسرا ذوالقصدہ میں خمیہ زن ہوا۔ اسی ماہ میں حضرت عمرو بن العاص اس راستہ سے مدینہ پہنچے اور بیان کیا کہ وہاں سے لے کر مدینہ تک برابر مرد فوجیں پڑی ہوئی ہیں۔ ان قبائل نے اس طرح مدینہ کو گھیر کر اپنے قاصد حضرت ابوبکر کی خدمت میں بھیجے۔ یہ آگ کس قدر جلد بھڑکی تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ بیعت خلافت کے دسویں روز اپنی مدینہ پہنچ گئے تھے۔ مدینہ پہنچ کر قاصد مختلف عمائد کے یہاں مقیم ہوئے۔ عم رسول حضرت عباس کی یہ خصوصیت تھی کہ انہوں نے کسی قاصد کو اپنے مکان پر نہیں ٹھہرنے دیا۔ ایلیچیوں نے اول ان مسلمانوں سے گفتگو کی جن کے یہاں ٹھہرے تھے اس کے بعد متفق ہو کر حضرت ابوبکر کے پاس گئے اور بالاتفاق یہ پیام پہنچایا کہ ہم سے نماز پڑھو اور لو لکر زکوٰۃ معاف کر دو۔ ان کا پیام سن کر حضرت صدیق اکبر نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا سب نے یہ صلاح دی کہ نرمی مناسب وقت ہے۔ حضرت عمر بھی اس رائے میں شریک تھے۔ ان کے یہ الفاظ ہیں :-

یا خلیفۃ رسول اللہ تالف الناس
 وادفق لہم
 اے خلیفہ رسول اللہ ان لوگوں کے ساتھ تالیف
 قلوب اور نرمی کا برتاؤ کیجئے

حضرت ابوبکر نے یہ مشورہ سن کر حضرت عمر کو مخاطب کر کے فرمایا :-

اجبار فی الجاہلیۃ و خوادنی
 یہ کیا کہ تم جاہلیت میں تو بڑے سرکش تھے مسلمان ہو کر
 اسلام اللہ قد انقطع الوحی و تمردان
 ذلیل و خوار بن گئے۔ وحی کا سلسلہ قطع ہو گیا دین کیا

۱۔ سمیرا کے راستہ میں ایک منزل ۲۔ ابرق بنی ذبیان کا وطن

۳۔ ذوالقصدہ مدینہ سے ایک منزل بجانب نجد ۴۔ دبار ایک قدیم مشہور شہر یمن کا قریب ربذہ

انقص و اناحی۔ واللہ لا جاہدہم کو پہنچ چکا کیا میری زندگی میں اُس کی قطع و برید کیجائی۔
ولو منعونی عقلاً اگر فرض کوہ میں سے ایک سی کاٹرا دینے سے مجھے کوئی نکتہ نہ ہو جاوے

حکم دہنگا

فاروق اعظم کا مقولہ ہے کہ اس کلام کو سن کر مجھ پر منکشف ہو گیا کہ اللہ نے ابو بکر کا سینہ جہا
کے واسطے کشادہ کر دیا ہے۔ صحابہ کرام کے مشورہ کے بعد حضرت صدیق نے جواب
مذکور الصدر سنا کر ایلچیوں کو ناکام واپس کر دیا۔ اسی عرصہ میں حبش اُسامہ مدینہ سے
روانہ ہو چکا تھا۔ قاصد واپس گئے تو انھوں نے مسلمانوں کی بے سرو سامانی اور قلت
بیان کی۔ ادھر قاصدوں کو رخصت کر کے حضرت ابو بکر نے مدینہ کی حفاظت کا اہتمام
کیا۔ شہر کے ناکوں پر حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت عبداللہ بن مسعود کو
مقرر کیا۔ عام اہل مدینہ کو جمع کر کے حکم سنایا کہ عرب میں ارتداد پھیلنا ہوا ہے۔ قاصد
تمہاری حالت اپنی آنکھوں سے دیکھ گئے ہیں دشمن کے بعض حصے تم سے صرف ایک
منزل کے فاصلہ پر ہیں معلوم نہیں تم پر کس وقت حملہ کر دیں ان کو امید تھی کہ ہم ان کی
درخواست منظور کرینگے مگر وہ رد کر دی گئی لہذا تم کو ہر وقت مسلح مسجد نبوی میں حاضر
رہنا چاہیے۔ اس حکم کے مطابق تمام اہل مدینہ مستعد رہتے تھے۔ قاصدوں کی واپسی
کے تیسرے دن دشمنوں نے مدینہ پر حملہ کیا۔ ایک حصہ فوج ان کی مدد کے واسطے ذی حجہ
میں تیار تھا۔ جب دشمن کی جمعیت مدینہ کے ناکوں پر پہنچی تو محافظ ہوشیار تھے انھوں
نے حملہ روک کر امیر المومنین کے پاس اطلاع بھیجی۔ حضرت ابو بکر نے کہلا بھیجا کہ تم اپنی
اپنی جگہ قائم رہو، میں فوراً موقع پر آتا ہوں۔ چنانچہ اہل مدینہ کی جمعیت لے کر موقع پر

ذی حجہ ایک مقام ہے

پہنچے اور دشمنوں پر حملہ کیا مسلمانوں کے حملے سے کفار کے قدم اکھڑ گئے اور بھاگنا شروع کیا۔ مسلمانوں نے ذی حسی تک تعاقب کیا۔ وہاں کی فوج نے پہلے سے بہت سی مشکوں میں ہوا بھر رکھی تھی جیسے ہی مسلمان شتر سوار پہنچے وہ مشکیں سامنے لڑکا دیں اونٹ قدرتا اس سے بہت ڈرتا ہی مسلمانوں کے اونٹ ڈر کر پیچھے کوبھاگے اور مدینہ پہنچ کر دم لیا۔ مرتدوں نے خیال کیا کہ مسلمان بھاگ گئے اس سے ان کی جرات بڑھی ذی حسی کی پشت پر جو فوج بمقام ذوالقصہ تھی اس کو بھی آگے بلا لیا۔ اور دشمن کی کل جمعیت ذی حسی میں مدینہ کے قریب جمع ہو گئی۔ حضرت ابو بکر نے اسی روز دوسرے حملے کا انتظام کیا اور شبائشب کوچ کر کے صبح ہوتے ہوتے مرتدوں کے لشکر پر چھاپہ جارا۔ طلوع آفتاب کے وقت دشمن کو ہزیمت ہوئی سردار لشکر حبال (جو طلحہ مدعی نبوت کا قوت بازو تھا) مارا گیا حضرت ابو بکر نے ذوالقصہ تک تعاقب کیا وہاں حضرت نعمان بن مقرن کو معہ ایک حصہ فوج کے متعین کیا اور خود مدینہ کو واپس چلے آئے۔ اس شکست سے کفار کا جوش زیادہ بڑھا اور تمام قبائل نے اپنے اپنے یہاں کے مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتیں دے کر قتل کرنا شروع کیا۔ اعضا کاٹتے تھے۔ آگ میں زندہ جلاتے تھے۔ اول قبیلہ ذبیان و عس نے یہ سفاکی شروع کی پھر ان کے قریب جوار کے تمام قبیلوں میں پھیل گئی۔ جب ان مظالم کی اطلاع حضرت ابو بکر کو ہوئی تو انہوں نے قسم کھا کر فرمایا کہ مسلمانوں کے مصائب کا بدلہ لیا جائیگا۔ ذوالقصہ کی فتح کا مسلمانوں پر یہ اثر ہوا کہ تمام قبائل میں جس قدر مسلمان تھے وہ اسلام پر زیادہ شدت سے قائم ہو گئے اور ان میں تازہ جوش و غزم پیدا ہو گیا۔ بعض قبائل نے زکوٰۃ کا روپیہ بھیج دیا۔ غرض مختلف تدابیر سے حضرت صدیق اکبر مدینہ کی حفاظت فرماتے رہے

یہاں تک کہ حضرت اسامہ کاشکر مدینہ واپس آگیا۔ ان کو حفاظتِ مدینہ پر مامور کر کے حضرت ابو بکر نے کہا کہ اب تم آرام لو ہم دشمن کے مقابلہ پر جاتے ہیں۔ بقیہ فوج فراہم ہوئی اور اس کے امیر خود خلیفہ رسول اللہ بنے۔ مسلمانوں نے یہ دیکھ کر کہا کہ آپ خود ہم پر نہ جائیں اگر آپ کو صدمہ پہنچ گیا تو اسلام کا سارا نظام دھرم برہم ہو جائیگا اور کسی کو سردار مقرر کر کے بھیجئے وہ کام آئے تو دوسرا مقرر ہو مگر یہ صلاح پذیرانہ ہوئی۔ اور حضرت ابو بکر لشکر کو ہمراہ لے کر ذوالقصر ہوتے ہوئے پرگنہ رذبہ کے ابرق نامی مقام پر پہنچے وہاں دشمن سے مقابلہ ہوا اہل ایمان فتح یاب ہوئے۔ فرمانِ خلافت کے مطابق ابرق مجاہدین کے گھوڑوں کی چپراگاہ بنا دیا گیا۔ لشکر اسامہ آرام لے چکا تھا زکوٰۃ کا روپیہ زیادہ مقدار میں وصول ہونے لگا تھا اس لئے حضرت ابو بکر نے تہیہ فرمایا کہ مردوں کا استیصال پوری طرح کر دیا جائے۔ بعد فتح نواح ابرق میں قیام کر کے تمام مرد قبائل کے مقابلہ کا انتظام فرمایا۔ گیارہ فوجیں مامور کی گئیں مختلف حصص ملک میں جا کر دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کریں۔ اس زمانہ میں ملازمت کا سلسلہ نہ تھا مسلمانوں کے تمام کام محض رضائے الہی کے واسطے ہوتے تھے فوج کا انتظام بھی رضا کار تھا۔ اجتماع لشکر کا طریقہ یہ تھا کہ ایک شخص امیر لشکر مقرر ہو کر ہم پر مامور ہوتا تھا اور اس کی ہمراہی کے واسطے قبائل نامزد ہو کر احکام جاری کیے جاتے تھے۔ زمانہ رسالت میں آپ اپنے دست مبارک سے اور دورِ خلافت میں خلفا اپنے ہاتھ سے نشان بنا کر سردار کو دیتے۔ اس نشان کو لے کر امیر پڑاؤ پر خیمہ زن ہوتا اور میعادِ معین کے اندر سپاہِ نشان کے نیچے آکر فراہم ہو جاتی۔ یا یہ ہوتا کہ امیر نشان لے کر نامزد شدہ قبائل کے قریب سے

لے رذبہ ایک گاؤں مدینہ سے ۳ میل

روانہ ہوتا اور ہر قبیلہ کے فوجی جوان اُس کے ساتھ ہوتے جاتے۔ ہتھیار سواری وغیرہ
 کی مدد خزانہ سے کی جاتی نیز سپاہی اپنے ہتھیار خود ہمراہ لاتے اُس زمانہ میں عرب کا
 بچہ بچہ ہتھیاروں سے آراستہ تھا۔ اسی طرح بمقام ذوالقصد حضرت ابو بکر نے گیارہ نشان
 تیار کر کے امراء لشکر کو دیئے اور ان کی مدد کے واسطے قبائل مقرر فرمائے۔ ہر
 سردار کو اس کی مہم اور طرزِ عمل کی بابت پوری ہدایتیں دی گئیں تھیں یعنی وہ کس
 دشمن کا مقابلہ کرے اُس سے فاسخ ہو کر کس طرف بڑھے کون سا لشکر کس کی مدد
 کرے۔ علی ہذا التیقا س۔ حضرت خالدِ طلیحہ کے مقابلہ پر مامور ہوئے۔ حضرت عکرمہ
 مسیلمہ کے مقابل۔ اسود عسی کی مہم پر مہاجرین آل زبیر۔ وغیرہ وغیرہ۔ خاصہ آیات
 کے علاوہ بعض عام احکام تھے جو کل امراء کے واسطے دستور العمل تھے۔ ہر فوج کے
 ساتھ ایک فرمانِ خلافت تھا جس میں مخالفین سے خطاب کیا گیا تھا اور ان کو فحشت
 سے باز آنے اور مسائلِ اسلام کی جانب رجوع کرنے کی ہدایت و ترغیب تھی۔
 اُس میں یہ بھی دبیج تھا کہ فلاں سردار مہاجرین و انصار و تابعین کا لشکر لے کر تھاکر
 مقابلہ پر آتا ہے اُس کو یہ حکم ہے کہ اول کسی فتنے قتال و جنگ نہ کرے بلکہ دعوتِ اسلام
 دے جو قبول کرے اُس کو امن بخشی جائے جو عناد پر قائم رہیں ان سے لڑے اور
 پوری شدت کے ساتھ لڑے۔ اس فرمان کی بابت حکم تھا کہ لشکر کے آگے آگے قاصد لیکر
 جائیں اور لشکر پہنچنے سے پہلے مجمعِ عام میں پڑھ کر سنائیں۔ ذریعہٴ اجتماع اذان ہو۔
 جو لوگ اذان سن کر فراہم ہو جائیں ان کو احکامِ خلافت سنائے جائیں جو جمع نہ ہوں
 ان سے مقابلہ کیا جائے۔ علاوہ فرمانِ بالا کے ایک اور مراسلہ ہر لشکر کے ساتھ تھا جس
 میں سردار لشکر کے واسطے احکام تھے۔ تمام مہمات کا بیان باعثِ طول ہو گا اس لئے

صرف دو ٹہموں کا ذکر کیا جاتا ہے ایک میں نمونہ آشتی ہے دوسرے میں نمونہ رزم۔

ٹہم قبیلہ طلی (نمونہ آشتی) حضرت خالد بن ولید کا تقررِ طلیحہ مدعی نبوت کے مقابلہ پر ہوا تھا۔

مدعی مذکور کے ساتھ عوام قبیلہ طے کا بڑا مجمع تھا اس لیے حضرت ابو بکر نے حضرت عدی

بن حاتم کو اول روانہ کیا کہ اپنے قبیلہ کو فہمائش کر کے تباہی سے بچائیں۔ آگے آگے

حضرت عدی اور ان کے پیچھے لشکرِ اسلام روانہ ہوا۔ حضرت عدی نے منزلِ مقصود

پر پہنچ کر اپنے قبیلہ کو جمع کیا اور فہمائش کی لیکن بے سود۔ دوبارہ پھر سمجھایا اس مرتبہ

نصیحت کارگر ہوئی۔ وعدہ اطاعت کے ساتھ انہوں نے یہ درخواست کی کہ ہم کو اتنی

مہلت دی جائے کہ اپنے اہل و عیال کو طلیحہ کے لشکر سے نکال لائیں ورنہ ہماری اطاعت

کی ان پر مصیبت پڑے گی ہماری واپسی تک خالد کا لشکر روک دیا جائے۔ حضرت عدی

نے یہ پیام حضرت خالد کو پہنچایا۔ تین روز کی مہلت منظور ہوئی۔ اس عرصہ میں قبیلہ

کے آدمی اپنے اہل و عیال کو لشکرِ طلیحہ سے ترکیب کے ساتھ لے آئے اور تجدیدِ اسلام

کے بعد حضرت خالد کے پاس حاضر ہو گئے۔ اس طرح یہ ٹہم حسن و خوبی کے ساتھ بغیر

خوں ریزی کے طے ہو گئی۔ مہم طے کے ختم ہونے کے بعد حضرت خالد نے قبیلہ جدید کی

طرف رخ کیا۔ حضرت عدی نے کہا کہ قبیلہ طے مثل ایک پرندہ کے ہے جس کا ایک بازو

جدید ہے مجھ کو اجازت دو کہ ان کو جا کر فہمائش کروں۔ اجازت ملی اور حضرت عدی نے

کوششِ بلوغ کے ساتھ سمجھایا۔ نتیجہ حسبِ مراد نکلا۔ جب حضرت خالد اس مہم سے فارغ

ہو کر آگے بڑھے تو قبیلہ طے کے ایک ہزار سوار ان کے ہم رکاب نصرتِ اسلام کے

لیئے کمر بستہ تھے۔ مؤرخین نے عدی کی مساعی کی تحسین ان الفاظ میں کی ہے:-

لے مشہور حاتم طائی کا قبیلہ

وکان خیر مولود ولد فی ارض طی و اعظم
وہ قیدی طے کے بہترین فرزند تھے جن کی وجہ سے برکت

عظیم نازل ہوئی

برکت علیہم

طلیحہ نے حضرت خالد کے مقابلہ پر شکست کھائی اور شام کو بھاگ گیا۔ وہاں پہنچ کر دو بار
اسلام لایا۔ ایک مرتبہ خلافت صدیقی کے زمانہ میں طلیحہ ادا سے عمرہ کو مکہ جاتا تھا جب مدینہ
کے کنارے پر پہنچا تو کسی نے جھپٹ کر حضرت ابو بکر کو اطلاع کی کہ طلیحہ جا رہا ہے۔ سن کر
فرمایا اب وہ داخل اسلام ہو چکا اس سے کچھ تعرض نہیں کیا جاسکتا جانے دو۔ خلافت
فاروقی میں طلیحہ نے مدینہ آکر بیعت کی۔

اگرچہ مرتدین کے تمام معرکے نہایت سخت اور حوصلہ فرساتھے مگر مسئلہ کذاب
مسیح (مسیح کہہ رزم) کا معرکہ شدت و قوت میں سب سے بڑھ کر تھا۔ مسئلہ کا قیدی بنو حنیفہ تھا اور

وطن یامہ واقع ملک نجد۔ اس کا یہ دعویٰ تھا کہ مجھ کو رسول اللہ نے شریکِ سالٹ کر لیا
ہے۔ اس دعوے کی تائید کے لئے ہمارا نامی ایک شخص اس کے ہاتھ آ گیا۔ ہمارے مدینہ
میں شرفِ حضوری سے مشرف ہو کر قرآن و مسائلِ دین کی تعلیم حاصل کی تھی جب مسائل
ضروری حاصل کر چکا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مامور فرمایا کہ میں جا کر تائید اسلام
اور مسئلہ کی تردید کی خدمت انجام دے۔ بد بخت میں پہنچ کر مسئلہ سے مل گیا۔ اور بلا اعلان
شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے میں نے خود سنا ہے کہ مسئلہ شریک
نبوت ہے۔ اس سے ہزاروں آدمی گمراہ ہو گئے۔ اذان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی رسالت کا اعلان کیا جاتا تھا۔ جب مسئلہ تکبیر کے وقت شریک نماز ہوتا تو مؤذن سے
کہتا اشہدان محمد رسول اللہ خوب زور سے کہو۔ مسجع مہل عبارتیں لوگوں کو سناتا
اور کہتا یہ وحی ہے۔ شراب و زنا کی حلت کا اعلان کر دیا تھا ایسے اسباب سے مسئلہ کا

زور روز بروز ترقی کرتا رہا جب مدعیہ نبوت سبحان سے مسلمانوں نے نکاح کر لیا تو اس کے لشکر
 سے مسلمانوں کو مزید شوکت حاصل ہوئی بارگاہ خلافت سے دو لشکر مسلمانوں کے مقابلہ پر نامزد
 ہوئے تھے، ایک حضرت عکرمہ کی زیر امارت۔ دوسرا حضرت شریح بن حسنہ کی ماتحتی
 میں۔ ان دونوں لشکروں نے یکے بعد دیگرے شکستیں کھائیں۔ جب حضرت ابو بکر کو ان
 ہزیمتوں کی اطلاع پہنچی تو دونوں شکست خوردہ امیروں کو دوسری مہموں پر مقرر کیا
 اور مسلمانوں کے مقابلہ کا حضرت خالد کو جو ہمہ طریقہ سے کامیابی کے ساتھ فاتح ہو چکے تھے
 حکم دیا۔ ان کی کمک کے واسطے تازہ دم جمعیت روانہ کی اس جمعیت میں انصار کے
 سردار حضرت ثابت بن قیس اور مہاجرین کے امیر حضرت زید بن خطاب (فاروق اعظم کے
 بھائی بھی) تھے۔ جب حضرت خالد یا مہم پہنچے ہیں تو مسلمانوں کے لشکر کی تعداد چالیس ہزار
 تک ترقی کر چکی تھی۔ مسلمانوں نے حضرت خالد کی آمد کی خبر سنی تو آگے بڑھ کر عقربا زنامی
 مقام پر پڑاؤ کیا۔ اسی میدان میں حق و باطل کا مقابلہ ہوا۔ جب دو جانب صفوں جنگ
 آراستہ ہوئیں تو سب سے اول ہمارے میدان میں آکر مبارزہ طلب ہوا۔ حضرت زید بن
 خطاب اس کے مقابلہ پر گئے۔ بعد مقابلہ ہمارا مارا گیا۔ اس کے بعد عام لڑائی شروع
 ہوئی۔ اس زور کا پڑا کہ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور جمعیت پریشان ہو گئی۔
 مسلمانوں کے لشکر نے تعاقب کیا اور دبا ہوا خود حضرت خالد کے خیمہ تک پہنچ گیا۔ حضرت
 کو بھی پیچھے ہٹنا پڑا۔ ام تمیم حضرت خالد کی بی بی خیمہ کے اندر تھیں۔ کفار نے ان کو قتل
 کرنا چاہا مجاہد نے روکا اور کہا:۔

۱۔ مورخ طبری نے اس لڑائی کی بابت لکھا کہ لہذا لیس المسلمون حاربوا مشلقا قط مسلمانوں کو اس سے زیادہ سخت محو کہ کبھی پیش نہیں آیا
 ۲۔ مجاہد کفار کا سردار حضرت خالد کی قید میں تھا۔ اس کی آسائش کی نگرانی ام تمیم کے پردہ سے۔ حسن بکوک کا اثر تھا جو مجاہد نے کہا

لعمت الحرة هذه

یہ بہت اچھی آزاد بی بی ہیں

عورتوں کو کیا مارتے ہو مردوں کا مقابلہ کرو۔ یہ سن کر مسلّمہ کے سپاہی خیمہ کی طنابیں کاٹ کر ہٹ گئے اس نازک اور حوصلہ فرسا موقع پر مسلمان اُمراء لشکر نے اپنی شکست خوردہ فوج کی جمعیت قائم کرنے کی کوشش جس قوت ایمانی کے ساتھ کی وہ قیامت تک صحیحاً تاریخ پر یادگار رہیگی۔ انہوں نے یکے بعد دیگرے جانیں مردانہ وار اسلام پر قربان کر کے فوج کو غیرت دلائی اور آخر کار کامیاب ہوئے۔ حضرت قیس بن ثابت نے مفورین کو مخاطب کر کے کہا:-

بئسما عودتم الفسکرم یا معشر المسلمین
اللهم انی ابرأ الیک مما یعبد هؤلاء
یعنی اهل الیمامة) و ابرأ الیک
مما یصنع هؤلاء (یعنی المسلمین)
هكذا عنی حتی اریکم الجلاء
یہ کہہ کر حملہ کیا ایک دشمن کی ضرب سے ان کا پانوں کٹ گیا وہی کٹا ہوا پانوں لے کر اس دور سے مارا کہ اپنے حریف کا کام تمام کر دیا خود بھی شہید ہو گئے۔ مسلمان ہٹتے ہٹتے جب اپنے خیموں سے بھی پیچھے ہٹ گئے تو حضرت زید بن خطاب نے یہ کہہ کر ان کو روکا۔

لا تحوز بعد الرجال واللہ لا انکم
الیوم حتی انخرمہم والقی اللہ
فاکلمہ بحجتی غصوا البصار کم وعضوا
علی اضر اسکم واضر بوا فی عدو کم
خیموں سے ہٹ کر کہاں جاؤ گے واللہ آج میں اس وقت تک کلام نہیں کروں گا کہ یا دشمن کو شکست دوں اور یا خدا کے سامنے پہنچ کر اپنی معذرت پیش کروں۔ اے لوگو! تمنا برداشت کرو وڈھالیں تمام لو اور دشمن پر جاڑو اور

وامضوا قدماً۔ یا معشر المسلمین انتم
 حزب اللہ و ہم احزاب الشیطان و
 الغنۃ للہ و لرسولہ و لا حزابہ۔
 قدم بڑاؤ۔ اور اے گروہ اہل اسلام کے
 تم خدا کی جمعیت ہو تمہارے دشمن شیطان لشکر
 غلبہ خدا اُس کے رسول اور اس کے انصار کے
 ارونی لکما اریکم فا صنعوا لکما اصنع
 واسطے ہی۔ میری مثال کی پیروی کرو جو میں کرتا ہوں
 وہی تم بھی کرو۔

یہ کہہ کر شمشیر بکف کفار پر حملہ کیا اور شہادت سے سُرخ رو ہوئے۔ حضرت ابو حذیفہ نے
 لکار کر کہا یا اهل القرآن زینوا القرآن بالفعال (اے قرآن والو قرآن کی زینت عمل
 سے بڑھاؤ، یہ کہہ کر دشمن پر ہلہ کیا اور شہید ہوئے۔ حضرت زید بن خطاب کے بعد حضرت
 براء بن مالک (حضرت انس خادم رسول اللہ کے بھائی) آگے بڑھے اُن کی عادت عجیب
 تھی جب میدان جنگ کا غم کرتے بدن پر لرزہ ماری ہوتا آدمی اُن کو دبا لیتے جب
 یہ حالت گذر لیتی تو میدان جنگ میں آکر شیر کی طرح بھرتے۔ اُس روز بھی یہی ہوا۔
 مسلمانوں کی شکست دیکھ کر اُن کو جوش آیا اور لرزہ سے فارغ ہو کر میدان میں
 پہنچ کر لکارے۔

این یا معشر المسلمین انا البراء
 بن مالک ہلم الی۔
 اے گروہ مسلمین۔ کہہ رہا ارادہ کیا میں براء
 بن مالک ہوں میری طرف آؤ۔

ان ترغیبوں اور شہادتوں کا یہ اثر ہوا کہ مسلمانوں کے ایک گروہ نے میدان کی طرف
 پلٹ کر تازہ جوش کے ساتھ پھر حملہ کیا۔ اس حملے سے دشمن کے قدم ڈگمگائے اور اُس
 مقام تک ہٹ گیا جہاں مسیلہ کا مشہور سردار محکم بن اطفیل اپنی قوم کو لیے کھڑا تھا۔ اُس نے
 لکار کر اپنے لشکر کو غیرت دلائی اور مسلمانوں پر حملہ کیا عین اسی حالت میں حضرت

عبدالرحمن بن ابی بکر کی شہت سے تیر قضا چھوٹا جس نے محکم کی گردن میں لگ کر کام
تمام کر دیا۔ اس سے مسلمانوں کی ہمت اور زیادہ بڑھی اور زور سے ہتہ کیا اور اعدا کو
حدیقہ تک ہٹائے گئے۔ یہ مقام چار دیواری سے محصور تھا اور اس کے وسط میں مسلمہ
قلب لشکر میں قدم جمائے کھڑا تھا۔ دشمنوں نے حدیقہ میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا
حضرت براہ بن مالک نے کہا کہ مجھ کو اٹھا کر اندر پھینک دو۔ مگر کسی نے اس کی جرات
نہ کی۔ آخر انہوں نے قسم دلائی مجبور ہو کر لوگوں نے ان کو اٹھا کر دیواری پر پہنچا دیا۔
وہ نیچے کودے اور جاں بازی کر کے دروازہ کھول دیا دروازہ کھل جانے پر مسلمانوں نے
حملہ پر حملہ کیا مگر مسلمہ نے جگہ سے جنبش نہیں کی۔ یہ دیکھ کر حضرت خالد نے اپنے لشکر کو دوسری
ترتیب سے قائم کیا۔ اور حکم دیا کہ ہر قبیلہ الگ الگ ہو کر اپنے اپنے نشان کے
نیچے لڑے تاکہ ہم دیکھیں کہ ہماری کمزوری کس گروہ کی وجہ سے ہے۔ اس حکم پر ہر قبیلہ
سمٹ کر اپنے نشان کے نیچے آگیا اور نہایت بے جگری کے ساتھ دوبارہ حملے شروع
ہوئے اب لڑائی اس قدر شدید ہوئی کہ پہلے معرکے گرد ہو گئے سب سے زیادہ
نقصان گروہ ماجرین و انصار کو پہنچا۔ ان حملوں پر بھی مسلمہ ثابت قدم رہا وہ
وسط لشکر میں مرکز کا رزا بنا ہوا تھا۔ حضرت خالد نے اس حالت کو جانچا اور فیصلہ
کیا کہ جب تک مسلمہ کا خاتمہ نہ ہوگا لڑائی ختم نہ ہوگی۔ یہ خیال کر کے خود صف سے نکلے
اور حریت مقابل طلب کیا۔ اس شمشیر بہنہ کے سامنے جو آیا اڑ گیا۔ آخر صفوں کو
چیرتے اور مقابلہ کرنے والوں کو کاٹتے ہوئے مسلمہ تک جا پہنچے اور اس سے
گفتگو کر کے حملہ کیا۔ حضرت خالد کے ہتہ سے مسلمہ کے قدم ڈگکائے اور اس کے لشکر
میں فی الجملہ تزلزل پیدا ہوا یہ دیکھ کر سپہ سالار اسلام نے لکار کر کہا مسلمانو ثابت قدم

رہو ایک مردانہ ہتھ اور دشمن کو مار لیا۔ اس لٹکار پر جو حملہ حق پرستوں نے کیا وہ اتنا
 زبردست تھا کہ مسیلہ کا لشکر تاب نہ لاسکا قدم اکھڑ گئے اور میدان سے بھاگنے لگا۔
 جب اہل ارتداد کو ہزیمت ہوئی تو لوگوں نے مسیلہ سے کہا کہ آخر آسمانی مدد کے
 وعدوں کا کیا حشر ہوا اس نے جواب دیا کہ اپنا ننگ و ناموس بچانا ہی تو بچاؤ۔ اسی
 حالت میں وحشی (قاتل حضرت حمزہ) نے اپنا حربہ پھینک کر مسیلہ کے مارا جس کے
 صدمے سے وہ گرا۔ گرا تو ایک انصاری نوجوان نے سر کاٹ لیا۔ دشمن کی فوج میں
 شور مچ گیا کہ مسیلہ کو ایک وحشی نے مار ڈالا۔ یہ سن کر اہل باطل کے رہے سے جوا
 بھی جاتے رہے اور بے تحاشا بھاگے۔ لشکر اسلام مظفر و منصور ہوا۔ مؤرخ طبری
 نے لکھا ہے کہ حدیقہ کے قرب و جوار میں دس ہزار مرد مارے گئے اس لئے اس کا
 نام "حدیقہ الموت" مشہور ہے۔ مسیلہ کے قتل کی خبر سن کر حضرت خالد اس مقام پر آ
 جہاں وہ مارا گیا تھا اور لاش تلاش کی مجاہدہ پا بچوں کے ساتھ تھا اس نے پہچان کر
 بتائی۔ کوئہ قدز در و لابی ناک کا آدمی تھا۔ اس معرکہ میں مدینہ کے مہاجرین و انصاری
 تین سو اور بیرون مدینہ کے تین سو شہید ہوئے باقی مسلمان ان کے علاوہ۔ بعد فتح
 حضرت خالد نے مدینہ کو قرن فتح بھیجا قاصد کے ساتھ بنی حنیفہ کا وفد بھیجا تھا۔ جب یہ
 وفد مدینہ پہنچا تو حضرت ابو بکر نے ان سے کہا افسوس تمہارے حال پر تم کس و بال میں
 مبتلا ہو گئے۔ شرمندگی سے جواب دیا آپ نے جو کچھ مناسب سمجھی۔ پوچھا آخر
 اس کی تعلیم کیا تھی۔ کہا اس کی وحی کا نمونہ یہ ہے۔

اے مسیلہ کے باطل پرست ہونے کی یہ بین دلیل ہے کہ وہ ہمیشہ ننگ و ناموس کی غیرت دلا کر فوج کو لڑاتا تھا۔
 اگر حق پرست ہوتا تو حق کا واسطہ دیتا اے وحشی کا وطن حبش تھا

یا ضعیف نفی نفی لا الشارب تمنعین
ولا الماء تکدرین۔ لنا لصف الارض
ولقریش لصف ولکن قریشاً قوم یعیدون
اے منڈک تو پاک ہے پاک نہ پانی پینے والوں کو
روکتا ہے نہ پانی کو گدلا کرتا ہے۔ آدھا ملک ہمارا اور
آدھا قریش کا، لیکن قریش تو ظالم قوم ہیں

حضرت ابو بکر نے یہ کلام بلاغت نظام سن کر کہا :-

سبحان الله وحکم اهدنا الکلام
ما خرج من الی ولا برء فاین یدھب
بکم
سبحان اللہ تمہارے حال پر افسوس کیا یہی کلام الہی
ہی۔ یہ کلام تو شان ربانی نہیں رکھتا۔ تم کو کہاں
کھینچ لے گیا

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں نے اسی طرح ہر موقع پر جاں بازی کے جوہر دکھائے نتیجہ یہ ہوا کہ
بائتشاء بعض خفیف مہموں کے اہل روثہ کے تمام معرکے اللہ میں ختم ہو گئے اور
۹ مہینہ کے قلیل عرصہ میں وہ سیلاب فرو ہو گیا جو نواح مدینہ سے لے کر بحرین و عمان
تک پھیلا ہوا تھا۔ فجزی اللہ ابا بکر و جنودہ عن المسلمین خیر الجزاء۔

نہم عسرت | طوفان ارتداد کے فرو ہو جانے کے بعد حضرت ابو بکر نے فوراً اپنی توجہ
ان دوزبردست دشمنوں کی جانب مائل کی جو مسلمانوں کو گھیرے ہوئے اسلام کی
تباہی کی فکر میں تھے یعنی روم و فارس۔ خلیفہ رسول اللہ کو کس قدر اہتمام ان مہموں
کا تھا واقعہ ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں جب کہ حضرت صدیق مذکورہ بالا مہموں
کے انتظام میں مصروف تھے۔ ایک صحابی نے اپنے قبیلہ کا کوئی معاملہ پیش کرنا چاہا
غصہ ہو کر جواب دیا کہ میں تو ان دو شیروں کے زیر کرنے کی فکر میں ہوں جو مسلمانوں
کی تاک میں ہیں اور تم میری توجہ معمولی کاموں کی جانب مائل کرتے ہو ستم
کے آغاز میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کے مرا سے سلطین

عالم کے نام جاری فرمائے تو ایک مراسلہ خسرو پر دین پادشاہ ایران کے پاس بھی روانہ فرمایا۔ قاصد حضرت عبداللہ بن خدا فہ تھے تا مہ شریف حسب ذیل تھا:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلَى كَسْرَى
 عَظِيْمِ فَارِسٍ سَلَامٌ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ
 الْهُدٰی وَاٰمَنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ
 وَاشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ
 لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ
 وَرَسُوْلُهٗ وَاَدْعُوْكَ بِدَعَاِ اللّٰهِ فَاَنْتَ
 رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً لَا نَدْرَا
 مِنْ كَانَ حَيًّا وَّحَيُّ الْقَوْلِ عَلٰی
 الْكَافِرِيْنَ فَاَسْلِمْ لَسَلْمٍ فَاَنْ اَبْدِيْتَ فَاَنْ
 اَتَمَّ الْجَوْسَ عَلَيْكَ

شروع خدا کے نام سے بڑا مہربان بخشنے والا ہے
 محمد رسول اللہ کی طرف سے کسری بادشاہ فارس کے
 نام اُس کو سلام جو سیدھی راہ پر چلے اور خدا اور
 اُس کے رسول پر ایمان لائے اور میں اس امر کی
 گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود سوا خدا کے نہیں ہے
 وہ یگانہ ہی کوئی اُس کا شریک نہیں اور محمد اُس کا عبد
 رسول ہے اور میں تجھ کو خدا کا فرمان پہنچاتا ہوں اُس
 کہ میں تمام انسانوں کے پاس اُس کا ایچی ہو کر آیا ہوں۔
 میری رسالت کا مقصد یہ ہے کہ جن کے دل زندہ ہیں اُن کو خدا
 سے ڈراؤں اور جو انکار پر قائم رہیں اُن پر حجت الہی تمام ہو
 تو اسلام لے آسلا مہیگا اگر انکار کریگا مجوس کا گناہ تیری گردن
 پر ہیگا۔

خسرو نے فرمان مبارک پڑھ کر پارہ پارہ کر دیا اور باذان صوبہ دار میں کو لکھا کہ دو تیز رو
 آدمی بھیجتا کہ حجاز میں جو شخص ہے اُس کو پکڑ کر یہاں لے آئیں۔ باذان نے اپنے قہرمان
 بابویہ کو جو اُس کا منشی اور فارسی خط کتابت میں ماہر تھا اور خرخرہ نامی ایرانی کو مدینہ
 بھیجا۔ اور ایک تحریر آپ کے نام اس مضمون کی بھیجی کہ ان دو آدمیوں کے ساتھ خسرو کے
 پاس چلے جاؤ۔ قاصد براہ طائف مدینہ پہنچے۔ عرب میں اس سفارت کی بڑی شہرت

ہوئی اور قریش اس خیال سے بہت خوش ہوئے کہ اب شہنشاہ ایران کی بدولت مسلمانوں
 کی مصیبت سے نجات مل جائیگی۔ خدمت مبارک میں حاضر ہو کر بابو یہ نے سلسلہ کلام
 یوں شروع کیا۔ شاہنشاہ ملک الملوک کسریٰ کا شاہ مین کو یہ حکم ہی کہ تم کو اس کے
 پاس بھیج دے۔ میں بادشاہ مین کا فرستادہ ہوں اگر تم میرے ساتھ چلو گے تو شاہ مین
 تمہاری سفارش شاہنشاہ کے دربار میں کرے گا جس سے تم کو نفع پہونچے گا، اگر چلنے
 سے انکار کرو گے تو تم شاہ مین کو جانتے ہو وہ تم کو اور تمہارے ملک کو برباد کر دے گا
 ان قاصدوں کی وارہی منڈی ہوئی تھی مونچھیں بڑی بڑی تھیں۔ حضرت سرور عالم
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہرے کی طرف بہ نگاہ نفرت دیکھا اور فرمایا افسوس
 تم پر تم نے یہ صورت کس کے حکم سے بنائی ہے۔ جواب دیا کہ اپنے پروردگار کسریٰ
 کے حکم سے۔ آپ نے فرمایا مگر میرے پروردگار کا مجھ کو یہ حکم ہی کہ ڈارہی بڑا وہ
 مونچھیں تراشوں۔ اچھا اب ٹھہرو کل میرے پاس آنا۔ دوسرے روز طلب کر کے
 فرمایا کہ تمہارے کسریٰ کو اس کے بیٹے شیرویہ نے فلاں شب قتل کر دیا، جاؤ اور
 اپنے آقا کو خبر دو۔ اور کہ دو کہ میرا دین اور میری حکومت عنقریب ملک کسریٰ میں
 پہونچتی ہے اور دنیا کے کناروں پر جا کر ٹھہریگی۔ یہ بھی کہ دنیا کہ اگر تم اسلام لے
 آؤ گے تو تمہارا ملک تمہارا تخت چھوڑ دیا جائیگا۔ اور اپنی قوم پر حاکم رہو گے۔ یہ
 یہ فرما کر خزرہ کو ایک طلائی پٹی دجو کسی بادشاہ نے بطور تحفہ آپ کی خدمت میں
 بھیجی تھی عطا فرمائی اور رخصت کر دیا۔ باذان نے جب کلام مبارک سنا تو کہا خدا کی
 قسم یہ بادشاہوں کا سا کلام نہیں ہے اس کا قائل نبی معلوم ہوتا ہے۔ چند روز کے
 بعد خسرو کے قتل اور شیرویہ کے تخت نشینی کی خبر باضا بطہ مین میں آگئی۔ شیرویہ نے

یہ بھی لکھا کہ نبی عربی سے کچھ مزاحمت نہ کی جائے۔ آخر عہد نبوت میں باذان نے اسلام قبول کر لیا۔ اور جو ایرانی مین میں تھے وہ بھی مسلمان ہو گئے خسرو پرویز کے قتل کے بعد ایران میں خانہ جنگی و بد نظمی کا دور دورہ رہا۔ چند ہی سال کے عرصے میں بارہ تیرہ بادشاہ تخت نشین ہوئے۔ جن میں بعض عورتیں بھی تھیں۔ اس تغیر و تبدل سے بد امنی و فساد کا دائرہ وسیع ہو گیا تھا۔ خلافت صدیقی میں ایران کی طرف سے حاکم عراق ہر فرما جس کو عربوں سے سخت عداوت تھی اور ہمیشہ برسرِ پُغاش رہتا۔ اہل عرب بھی اُس سے نفرت کرتے تھے یہاں تک کہ اُس کی سختی اور شرارت ضرب المثل ہو گئی تھی۔ "اکفر من ہرمز و اخبت من ہرمز" اہل ایران کے مظالم سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کی فکر حضرت ابو بکر کو ابتدا سے تھی لیکن کچھ روز ارتداد کے انداد کی وجہ سے مہلت نہ ملی۔ اسی عرصے میں حضرت ثنیٰ عراق سے مدینہ آئے اور حضرت صدیق سے کہا کہ اگر آپ مجھ کو میرے قبیلے کی امارت پر مقرر کر دیں تو میں مسلمانوں کو اہل ایران کے شر سے محفوظ رکھ سکتا ہوں جو میری سرحد پر ہیں۔ یہ درخواست منظور ہوئی اور حضرت ثنیٰ نے عراق واپس جا کر ایرانیوں سے آویزش شروع کی۔ اس طرح ایک حد تک ادھر کی بے اعتدالیوں کا سدباب ہو گیا۔ آخر کار اہل ارتداد کی طرف سے اطمینان حاصل ہوا۔ یمامہ کی مہم سر ہوئی۔ مسیلہ کام آیا۔ حضرت ابو بکر نے حضرت خالد کو طلب کر کے دس ہزار فوج کے ساتھ اہل فارس کے مقابلے پر مقرر کیا۔ علاوہ اس لشکر کے آٹھ ہزار سپاہ حضرت ثنیٰ وغیرہ ان چار سرداروں کے پاس اور تھی جو پہلے سے مامور تھے۔ اس طرح جملہ اٹھارہ ہزار فوج مہم عراق پر متعین ہوئی۔ حضرت خالد کو

یہ ہدایت تھی کہ عراق کے نشیبی حصے سے بڑھ کر اول اُبلہ پر حملہ کریں یہ مقام اُس موقع کے متصل تھا جہاں اب بصرہ آباد ہے۔ اُس زمانے میں ہندوستان کا وہی بند تھا اور اُس کے ذریعہ سے ہر فرزند میں ہندوؤں کے ساتھ لڑتا رہتا تھا۔ دوسرے لشکر کو حکم تھا کہ عراق کے بالائی حصے سے حملہ آور ہو۔ اور دونوں لشکر فتح کرتے ہوئے حیرہ پر آکر مل جائیں اور شہر مذکور پر متفقہ حملہ کریں۔ جو سردار لشکر وہاں اول پہنچے وہی تمام فوج کا امیر ہوگا۔ جب حیرہ فتح ہو جائے تو ایک حصہ لشکر وہاں قیام کرنے کے عقب کی حفاظت کرے۔ دوسرا حصہ خدا اور مسلمانوں کے دشمن اہل فارس کے دارالسلطنت مدائن پر بڑھے۔ حضرت خالد کو یہ بھی ہدایت تھی کہ زراعت پیشہ رعایا کو پریشان نہ ہونے دیں۔ امن کے ساتھ بدستور اراضی پر قابض رکھیں اور کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائیں مقابلہ صرف ان لوگوں سے کیا جائے جو میدان میں آکر لڑیں۔ اس ہدایت کا تمام مہمات عراق میں پورا لحاظ رکھا گیا۔

حضرت خالد کی مہم محرم ۱۲ ہجری میں روانہ ہوئی۔ حسب ہدایت اول اُبلہ کی جانب رخ کیا۔ یہ بندر ایران کے تمام بندر گاہوں سے زیادہ پر شوکت اور مستحکم تھا۔ ہر فرزند سلطنت فارس کے اول درجہ کے امرا میں تھا۔ جس کی علامت یہ تھی کہ لاکھ روپے کی قیمت کا تاج پہنتا تھا۔ لڑائی سے پہلے حسب ذیل خط ہر فرزند کے نام بھیجا گیا:-

بعد حمد و ثنا اسلام لے آؤ سلامت رہو۔ ورنہ اپنی	اما بعد اسلم تسلیم او اعتقد
طرف سے اور اپنی قوم کی طرف سے جزیہ کا اقرار کر کے	لنفسک و قومک الذمۃ و اقر

اس حیرہ کوئی سے تین منزل تھا۔ خورنق عمارت مشہور اسی شہر میں تھی

بالجزية والافلا تلو من الا نفسك
فقد جئتكم بقوم يحبون الموت كما
مسلانوں کی پناہ میں آجاؤ یہ بھی نہیں تو پھر تمہارا
ہی تصویر ہے۔ میں وہ آدمی لے کر آیا ہوں جنکو موت

تحتون الحیوة
ایسی پیاری ہی جیسے تم کو زندگی

ہرمز نے یہ خط پڑھ کر کسری اور ولی عہد کو اطلاع کی اور فراہمی لشکر کا اہتمام شروع
کیا۔ چند ہی روز میں نہایت سرعت کے ساتھ "اڑان کپیو" (سرعان اصحابہ) لے کر
حضرت خالد کے مقابلے پر روانہ ہوا۔ اول کو انظم پہنچا۔ معلوم ہوا کہ مسلمان حیرت
میں وہاں پہنچا تو سپہ سالار اسلام نے لشکر کاظمہ میں لاڈالا۔ ہرمز کو کاظمہ آنا پڑا
اس تک و دو میں ایرانی لشکر خوب خستہ ہو گیا۔ کاظمہ کے پڑاؤ پر آتش پرست فوج
پانی کے کنارے مقیم ہوئی۔ مجوسیوں نے بھاگنے کے خوف سے اپنے آپ کو زنجیروں
سے جکڑ لیا تھا۔ حضرت خالد ہرمز کی آمد کی خبر سن کر مقابلے پر آئے لشکر اسلام کے
اُترنے کے واسطے وہ جگہ باقی تھی جہاں پانی نہ تھا۔ مسلمانوں کو تامل ہوا تو حضرت خالد
نے منادی کرادی کہ میں اُتر دو اور لڑ کر پانی پر قبضہ کر لو۔

فلحمري ليصيدن الماء لا صبر
الفرقيين واكرم الجلدان
میری جان کی قسم پانی اُس کا ہی جو دو نوحہ لیوں میں زیادہ
ثابت قدم اور جواں مرد ثابت ہو

یہ سن کر مسلمانوں نے وہیں پر سامان اُتار دیا۔ ادھر سامان اُتارا تھا کہ ادھر حضرت خالد
نے ہتھ کا حکم دیا۔ میدان کا زرار گرم ہونے پر ہرمز نے دھوکے سے چند آدمی کمین گاہ
میں چھپا کر حضرت خالد کو اپنے مقابلے پر طلب کیا۔ یہ جیسے پہنچے ویسے ہی آدمیوں
نے نکل کر وار کیا۔ حضرت خالد نے اُن کا وار خالی دیا اور دلیرانہ ہرمز پر حملہ کر کے کام
تام کر دیا۔ ہرمز کے قتل کے بعد معرکہ جنگ میں اور زیادہ شدت ہوئی۔ بہت سے

گشت و خون کے بعد ایران کے لشکر نے ہزیمت پائی۔ مسلمان مظفر و منصور ہوئے۔ رات تک مفزورین کا تعاقب ہوتا رہا۔ زنجیریں میدان میں سے فراہم کی گئیں تو ایک شتربار (تھمینا، پمن) نکلیں۔ اسی وجہ سے اس معرکہ کا نام ذات السلاسل ہی۔ مدینہ فرودہ فتح پہونچا تو حضرت ابو بکر نے ہرگز کا تاج حضرت خالد کو عطا فرما دیا۔ اسلام کا مسئلہ ہی کہ خاص خاص معرکے جنگ میں جو مسلمان اپنے حریف کو قتل کر کے اس کے بدن کا سامان وہی لے لے۔ مالِ غنیمت کے ساتھ ایک ہاتھی بھی مدینہ آیا اور خلیفہ کے حکم سے شہر میں پھرایا گیا۔ بڑھیاں دیکھتیں اور حیرت سے کہتیں:-

امن خلق اللہ ما نری کیا جو ہمارے آنکھوں کے سامنے ہی خدا کی مخلوق ہی گشت کے بعد عراق کو واپس بھیج دیا گیا۔ حقیق کی جنگ کے بعد مدائن کا معرکہ پیش آیا۔ یہ واقعہ پہلے سے زیادہ شدید تھا۔ کسریٰ کے حکم سے تازہ دم فوجیں مدائن سے آکر اس مہم میں شریک ہوئی تھیں فتح مسلمانوں کو حاصل ہوئی۔ اسی لڑائی میں خواجہ حسن بصری کے والد حبیب گرفتار ہوئے تھے۔ خلاصہ یہ کہ یکے بعد دیگرے وحبہ ایس۔ یوم المقر۔ حیرہ۔ عین التمر۔ دو مہ اجندل۔ ابابار۔ حصید۔ مضمیٰ۔ شی۔ زمیل۔ فراض کے معرکے پیش رو سے زیادہ سخت تھے۔ عراق چونکہ سلطنت فارس کا مستقر تھا اور مدائن دارالسلطنت اسی صوبہ میں (قریب بغداد) واقع۔ اس لیے اہل فارس نے نہایت جاں بازی و دلیری سے مقابلے کیے لیکن حضرت خالد سیف اللہ کی تمثیل بڑاں کے سامنے ہر جگہ سر جھکانا پڑا۔ یہ سالار اسلام نے اس سرعت و جلاوت سے حملے کیے کہ دشمن کو دم لینے کی مہلت نہ ملی۔ اور چند ہی روز میں میدان صاف ہو گیا۔ مؤرخ طبری نے حضرت خالد کی نسبت لکھا ہے:-

وكان قليل الصبر اذا رآه او سمع به - یعنی جب موقع جنگ دیکھتے یا لڑائی کی خبر سنتے تو پھر صبر نہوتا
 حیرت یہ ہے کہ باوجود اس قدر مہمات سر کرنے کے اسی قلیل زمانے میں انہوں نے ملکی
 انتظامات بھی کیے۔ عمال مقرر کیے۔ وصول حراج کا بند و بست کیا۔ کاشتکاروں اور
 زمینداروں کو امن دے کر لگان کے معاہدے کیے۔ ایرانیوں نے شروع میں ان فتوحات
 کو عرب کی معمولی لوٹ مار خیال کیا تھا لیکن جب مسلمانوں کا غزم اور انصاف اور برتاؤ
 کی خوبی دیکھی تو اپنے اپنے گھروں میں باطمینان واپس آگئے ہر پرگنہ اور علاقہ کے
 باشندوں نے اپنے قائم مقام بھیج کر جزیرے کے معاہدے کیے اور معاہدے کے
 بعد پورے اطمینان کے ساتھ کاروبار میں مصروف ہو گئے۔

حضرت خالد کے دو فرمان یہاں نقل کیے جاتے ہیں جن سے اس منصفانہ طرز
 عمل کا پتہ لگتا ہے جو مسلمانوں نے عراق میں اختیار کیا تھا۔

نقل فرمان بنام صلوا بالسوادى

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

من خالد بن الوليد لا بن صلوا

بالسوادى ومنزلة بشاطى القرا

انك آمنك بما ان الله على حقن

ذمك باعطاء الجزية وقد اعطيت

عن نفسك وعن اهل خربك وعن

جزيرتك ومن كان في قريتك بالقياد

وباروسماء الفت درهم فقبلتها

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خالد بن ولید کی جانب سے بنام صلوا بالسوادى

ساکن کنرہ فرات۔ تو اللہ کی پناہ میں

ہے۔ قبول جزیرے کے بعد تیری جان

بخشی گئی۔ تو نے اپنی ذات، اپنی رعایا

اپنے جزیرے اور بالقیاد اور باروسما

کی جانب سے ایک ہزار درہم جزیرہ

دیا میں نے اس کو قبول کیا۔ اور جو

ورضی من معی من المسلمین بآمنک
 ولک ذمۃ اللہ و ذمۃ محمد
 صلّ اللہ علیہ وسلم و ذمۃ المسلمین
 علی ذلک۔ و شہد ہشام بن الولید
 اہل حیرہ کے نام معاہدہ بیع الاول^۲ ہجری میں لکھا گیا:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہذا ما عاہد علی بن خالد بن الولید عدیاً
 و عمرو بنی عدی و عمرو بن عبد المسیح
 و ایاس بن بقیص و خیری بن اکال
 و ہم نقباء اہل الحیرہ و رضی بن^۳ اذنا
 اہل الحیرہ و امرہم بعاہدہم
 علی تسعین و مائۃ الف درہم
 تقبل فی کل سنۃ جزء عن ایدیہم
 فی الدنیا رہباً لہم و قسیرہم الا
 من کان منہم علی غیریذی یداً جیساً
 عن الدنیا تارکاً لہا و علی المنعۃ فان
 لم ینعہم فلا شی علیہم حتی ینعہم
 وان غداروا بفعل^۴ او بقول^۵ فالذ
 منہم بریئۃ

یہ وہ معاہدہ ہی جو حنا لدین ولید نے
 عدی اور عمر پسران عدی اور عمرو
 بن عبد المسیح اور ایاس بن قبیسہ کے ساتھ کیا یہ
 لوگ اہل حیرہ کے مقبولہ و مقرر کردہ قائم مقام
 ہیں یہ قرارداد ہے کہ ہر سال ایک لاکھ نوے ہزار
 درہم بطور ہبزیہ وہ لوگ ادا کریں گے جو دنیاوی
 مقدرت رکھتے ہوں اور رہبان اور قسیر مگر وہ
 لوگ مستثنیٰ ہیں جو مفلس ہوں دنیا سے بالکل
 بے تعلق ہوں۔ بنیاد معاہدہ حفاظت ہے اگر
 میں حنا لدین الولید ان کی حفاظت نہ کروں
 جز یہ کا کوئی خسرو واجب نہ ہوگا اور وہ
 ر اہل حیرہ، تو لایا فعلاً بہ عہدی کریں تو ہماری
 پناہ سے نکل جائیں گے

حضرت خالد نے فوجی اور ملکی انتظام کو ایک دوسرے سے علیحدہ رکھا تھا۔ فوجی افسر جدا تھے اور ملکی جدا۔ چنانچہ اول ہی لڑائی کے بعد جس میں ہرگز کام آیا فوج کے سردار حضرت سعید بن نعمان اور ملکی حاکم سوید بن مقرن مقرر کیے گئے۔ سوید کو ہدایت کی گئی کہ اپنے ماتحت عمال وصول خراج کے واسطے مفضلات میں متعین کریں جن پر گنوں کے باشندے مقابلے پر نہیں آئے اُن سے کچھ مزاحمت نہیں کی گئی اور آشتی کے ساتھ لگان کا بندوبست کر لیا گیا۔ بالقیہا۔ بار و سمار وغیرہ اسی سلسلے میں تھے۔ حیرہ اور ابلہ خراج کے صدر مقام تھے جو اُس وقت کی اصطلاح میں سواد کہلاتے تھے۔ سواد حیرہ کے ماتحت حسب ذیل پر گئے اور عامل خراج تھے۔

نام عامل

عبداللہ بن رثیمہ

جریر بن عبداللہ

بشیر بن خصاصہ

اُط بن ابی اُط

نام پر گنہ

فلاہج (بلندی عراق)

بالقیہا و بار و سمار

نہرن

روڈستان

سواد ابلہ کے حاکم مال سوید بن مقرن کے نائب حسب ذیل عمال تھے۔

حکے حبلی حصین بن ابی الحثیر ربیعہ بن غسل

خوبی انتظام کی شہادت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ چاس دن کے اندر حصہ مقبوضہ کا مقررہ خراج وصول ہو کر داخل خزانہ ہو گیا۔ اس روپیہ سے مسلمانوں کو آئندہ مہمات میں بہت مدد ملی۔ حضرت خالد کا اصول عمل یہ تھا کہ جہاں پہنچتے تھے اول تبلیغ اسلام کرتے تھے بصورت عدم قبول جزیہ طلب کرتے تھے اس سے

بھی انکار ہوتا تو اعلان جنگ کیا جاتا۔ چنانچہ حیرہ کے مور کے سے پہلے جیبا شراف بن فارس
 بہ سرگروہی قبیلہ بن ایاس نائب کسریٰ حضرت خالد کے پاس آئے تو انھوں نے کہا:۔
 ادعواکم الی الاسلام فان
 اجبتم فانتم من المسلمین
 لکم ما لہم وعلیکم ما علیہم
 فان ابیتم فالجزیۃ فان ابیتم
 فقد اتیتکم باقوامہم احرص
 علی الموت منکم علی الحیوۃ
 پر ایسی ہی جان دیتے ہیں جیسے تم زندگی پر۔ بلکہ زیادہ

جزیہ کی مقدار معاہدہ حیرہ میں فی کس چار دھم تھی (یعنی ایک وپیہ) راہب تارک الدنیا
 اور مفلس مستثنیٰ تھے۔ جزیہ کے عوض میں مسلمانوں کی جانب سے حفاظت کا عہد ہوتا تھا
 ہر معاہدہ جزیہ میں یہ تصریح ہوتی تھی کہ اگر ہم تمہاری حفاظت نہ کر سکنگے تو جزیہ بھی نہ لینگے
 ان معرکوں میں کس قدر احتیاط کی جاتی تھی اور حضرت ابو بکر چھوٹے چھوٹے واقعات سے
 بھی کس درجہ خبردار رہتے تھے۔ حسب ذیل واقعہ سے واضح ہوتا ہے۔ مضع کی لڑائی میں
 جب مسلمانوں نے شبخوں مارا تو دو مسلمان بھی جو دشمنوں میں رہتے تھے کام آئے
 ایک عبد العسریٰ جن کا اسلامی نام عبد اللہ تھا دوسرے لبید۔ شبخوں کے وقت
 جو اشعار عبد اللہ کی زبان پر تھے ان میں یہ مصرع بھی تھا۔

سبحانک اللہ رب محمد

حضرت ابو بکر نے یہ ماجرا سنا تو دونوں کا خونہا و رشاہ کو ادا کیا اور حکم دیا کہ ان کے
 پس ماندوں کے ساتھ حسن سلوک اختیار کیا جائے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی کہا:۔

امان ذلك ليس على اذناركا
 اس کی ذمہ داری میرے سر نہیں ہے جب کہ وہ
 اهل الحرب
 دار الحرب میں قیام پذیر تھے

فتح حیرہ کے بعد حضرت خالد نے حیرہ کو اپنا صدر مقام مقرر کیا۔ وہیں سے ہر طرف انتظام
 کے واسطے آتے جاتے تھے۔ السیب سرحدی مقام تھا سرحد کی حفاظت پر کار آزمودہ
 جو افراد مامور تھے۔ مثلاً حضرت ضرار بن ازور۔ حضرت ضرار بن الخطاب۔ ثنی بن حارثہ
 خلافت کے احکام فتح عراق کی بابت یہ تھے کہ جب حیرہ پر نشیبی و بالائی دونوں لشکر
 اسلام جمع ہو جائیں تو ایک امیر عسکر حیرہ میں قیام کرے دوسرا مدائن اور السلطنت پر بڑھے
 حضرت خالد اپنے مفوضہ مہمات طے کر کے حیرہ پہنچ گئے لیکن حضرت عیاض اس سرعت
 سے ختم نہ کر سکے۔ اور حسب ارشاد خلافت حضرت خالد کو ان کی مدد کے واسطے بمقام
 دومتہ الجندل جانا پڑا۔ اسی سلسلے میں حضرت خالد کربلا کی چھاوئی تک گئے۔ اس
 وقت مسلمانوں کی آویزش کا سلسلہ کنارہ دجلہ تک پہنچ چکا تھا۔ ثنی بن حارثہ خود مدائن
 کے بعض مورچوں پر سرگرم قتال تھے۔ حضرت خالد نے چند روز کربلا میں قیام کیا
 وہاں اس زمانے میں لکھیوں کی بہت کثرت تھی۔ عبداللہ بن وشمیہ نے شکایت کی تو حضرت
 خالد نے جواب دیا صبر کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ جن چھاوئیوں کا خالی کرنا عیاض کے سپرد
 تھا ان کو فتح کر کے عربوں کو قابض کر دوں تاکہ مسلمانوں کا عقب محفوظ ہو جائے۔
 اور آمد رفت کا سلسلہ بے خدشہ جاری رہے۔ یہی حکم خلیفہ کا ہی اور خلیفہ کی رائے
 ایک جماعت کی رائے کے برابر قوی ہے۔

”درایہ یعدل مجدداً لامۃ“

رمضان المبارک میں دومتہ الجندل وغیرہ کے معرکے سر کر کے حضرت خالد فراض

جا پہنچے جہاں فارس۔ شام اور جزیرہ کی سرحدیں ملتی ہیں۔ اسی موقع پر عید کی نماز ادا
 کی۔ مسلمانوں کا اجتماع فراض پر دیکھ کر رومیوں کو جوش اور غصہ آیا اور انہوں نے فارس کی
 چھاو نیوں، کفار عرب کے قبائل تغلب آباد۔ نمر سے مدد لے کر مسلمانوں کے مقابلے کا تہیہ
 کیا۔ تغلب وغیرہ قبائل سب سرد روم پر آباد تھے اور ان میں مسلمانوں کے خلاف جوش
 موج زن تھا اس طرح رومی، اہل فارس، اور عرب متفق ہو کر مسلمانوں پر بڑے۔ فرات
 کے کناروں پر دونوں فوجیں جمع ہوئیں۔ رومیوں نے حضرت خالد سے دریافت کیا
 کہ تم ادھر آؤ گے یا ہم ادھر آئیں انہوں نے جواب دیا کہ تم آؤ۔ رومیوں نے کہا بہتر
 لیکن جس موقع پر تم ہو وہاں سے ہٹ جاؤ تاکہ ہم دریا کو عبور کر سکیں۔ حضرت خالد نے
 اس سے انکار کیا۔ انکار سن کر رومیوں نے اور ایرانیوں نے مشورہ کیا کہ خالد اپنی
 بات سے ہٹنے والا نہیں۔ خود ہم کو دوسرے گھاٹ سے عبور کر کے مقابلہ کرنا چاہیے چنانچہ
 مخالف لشکر نے دریا اتر کر نہایت جواغروی و غم کے ساتھ حملہ کیا۔ مگر میدان مسلمانوں کے
 ہاتھ رہا۔ بعد شکر اسلام نے تعاقب کیا اور کثرت سے دشمن کام آئے۔ کامیابی کے
 بعد حضرت خالد اس روز فراض میں مقیم رہے۔ اور ضروری انتظام کر کے پانچویں ذی قعدہ
 کو حیرہ کی واپسی کا حکم دیا۔ عاصم کو ہدایت کی کہ لشکر لے کر چلیں۔ شجرہ بن لاغر ساتھ پر
 تھے۔ خود حضرت خالد نے اپنا قیام ساتھ میں رکھا جب شکر آگے بڑھا تو حضرت خالد چند آدمیوں
 کو لے کر علیحدہ ہو گئے اور غیر معروف راستہ سے مکہ پہنچ کر حج کیا۔ یہ سفر اس تیزی سے
 طے کیا کہ لشکر کے اخیر حصہ کے ساتھ حیرہ میں داخل ہو گئے۔ واپس آئے تو فرمان خلافت
 ماجس میں اس جبارت پر کہ لشکر سے علیحدہ ہو کر حج ادا کیا تبھی تھی اور آئندہ احتیاط کی ہدایت
 اس طرح حضرت خالد نے ۱۲ھ کے اختتام سے پہلے تجویز شدہ مہم عراق کی تکمیل کر دی۔

ج | ذی الحجہ ۱۲ھ ہجری میں حضرت ابو بکر نے حج کیا۔ اُن کی غیبت کے زمانے میں حضرت عثمان بن عفان مدینہ میں نائب ہے۔

شام ۱۳ھ | ملک شام اُس عہد میں سلطنت روم میں شامل تھا۔ عراق کی طرح سلطنت روم کی عربی سرحد پر بھی قبائل عرب آباد تھے جو اہل حجاز کے ساتھ گونا گون تعلقات رکھتے تھے ہجرت کے بعد جب نواح مدینہ کے یہود عرب مسلمانوں کی مخالفت پر کمر بستہ ہو کر اٹھے اور دائرہ خصومت وسیع ہوا تو اُس کا اثر سرحد روم تک پہنچا اور اُس طرف سے بھی کاوش و آویزش شروع ہوئی ۱۴ھ ہجری کے وسط میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم رومیوں کے مقابلے پر روانہ فرمائی جو سیرۃ میں غزوہ موتہ کے نام سے مشہور ہے۔ اُس مہم کا جس فوج گراں سے مقابلہ ہو گیا اس میں خود ہرقل روم عربوں کی ایک جماعت کثیر کے ساتھ موجود تھا اسی غزوہ میں حضرت جعفر طیار اور حضرت زید بن حارثہ شہید ہوئے رضی اللہ عنہما۔ جب ۱۵ھ میں خود اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیس ہزار لشکر کے ساتھ بتوک تشریف لے گئے اس مہم کا مقصد بھی ہرقل کے حملہ کا رد کنا تھا۔ پیش اسامہ کی روانگی بھی رومیوں کے مقابلے پر ہوئی تھی۔ ابھی ابھی سن چکے ہو کہ مہم عراق کے دوران میں کس طرح رومی از خود میدان میں آئے۔ ان ہی وجوہ سے آغاز خلافت سے حضرت صدیق اکبر کی نگاہ جن دشمنوں سے لڑ رہی تھی اُن میں ایک ہرقل روم بھی تھا۔ مہم عراق کی کامیابی کے بعد سفر حج کی واپس آ کر حضرت ابو بکر نے مہم شام کا اہتمام کیا۔ سب سے اول حضرت خالد بن سعید کو ایک حصہ فوج کے ساتھ بھیجا اور اُن کو حکم دیا کہ مقام تیسرا پہنچ کر قیام کریں اور تا حکم ثانی آگے نہ بڑھیں۔ خود حملہ نہ کریں اور ہر سے حملہ ہو تو دفع کریں۔ جو مسلمان قبائل تیسرا کے نواح میں ہوں اُن کو شرکت کی ترغیب دیں لیکن یہ شرط تھی کہ جو لوگ رتداد

کا دماغ کھا چکے ہوں وہ شامل نہ کیے جائیں۔ حضرت خالد بن سعید نے بموجب حکم تیار ہو چکر پڑاؤ کیا۔ قبائل کا لشکر عظیم اُن کے شان کے نیچے جمع ہو گیا۔ ہر قتل کو جب اس فوج گراں کی خبر پہنچی تو اُس نے بھی تیاریاں شروع کیں۔ اور عرب کے مقابلے کے لئے عرب انتحار کیے۔ قبائل کھم غناں جذام وغیرہ جو شام کی سرحد پر آباد تھے حضرت خالد بن سعید کے مقابلے کے واسطے تیار سے تین منزل کے فاصلے پر فراہم ہوئے۔ حضرت ابو بکرؓ کو اطلاع کی گئی حکم آیا:-

اقدم ولا تحم واستنصر الله آگے بڑھو رو کو مت خدا سے مدد مانگو

اس ہدایت کے مطابق مسلمانوں نے حملہ کیا اور مخالفین کی جمعیت پریشان ہو گئی۔ شامیوں کی چھپاؤنی پر حجازی لشکر کا قبضہ ہو گیا۔ اس کش مکش کا ایک مبارک نتیجہ یہ ہوا کہ جو قبائل مقابلے پر بڑھے تھے وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اس کی اطلاع بھی مدینہ گئی حکم ہوا اور آگے بڑھو لیکن اس احتیاط سے کہ عقب محفوظ رہے۔ حضرت خالد بن سعید نے قدم آگے بڑھایا اور زیراء و آبل کے درمیان منزل کی یہاں باہان نامی ایک بطریق نے مقابلہ کر کے شکست کھائی۔ اس کی اطلاع کے ساتھ حضرت خالد بن سعید نے فرید مدد کی درخواست بھیجی اور اب حضرت صدیق نے پورے اہتمام کے ساتھ مہم کا انصرام فرمایا۔ اسی عرصے میں وہ لشکر جو مین، عمان، بحرین، تہامہ وغیرہ مقامات میں اہل ارتداد سے لڑ رہے تھے کامیابی کے ساتھ مدینہ واپس آگئے۔ حضرت عکرمہ ذوالکلاء حمیری دین کے شاہی خاندان حمیر کی یادگار) اسی جمعیت میں تھے۔ چار جدید فوجیں شام کو روانہ کی گئیں ایک کے امیر حضرت ابو عبیدہ تھے دوسرے کے حضرت حشیل بن حسنہ تیسری کے حضرت زید بن ابوسفیان۔ چوتھی کے حضرت عمرو بن العاص۔ یہ فوج مختلف حصص شام پر مامور ہوئیں۔ حضرت عمرو

بن العاص کو براہ معرفہ فلسطین پر بڑھنے کا حکم ملا۔ بقیہ تینوں لشکر مختلف سمتوں سے بھتار
(بندی شام) کی جانب بڑھے۔ ہر امیر کے متعلق مختلف شہروں کی تسخیر تھی۔ مجموعی اصول
یہ تھا کہ :-

اعرف ان الروم ستشغلهم فاحب
ان يصعد المصوب و لصوب المصعد
لئلا يتواكلوا
مؤرخ طبری لکھتے ہیں :-

وہی ہوا جو حضرت ابو بکر کا خیال تھا

فكان كما ظن

مسلمانوں کی ان چاروں فوجوں کی تعداد سائیس ہزار تھی۔ حضرت خالد بن سعید کی جمعیت
اس کے علاوہ ہرقل کو جبان واقعات کا علم ہوا تو اس نے بڑے زور شور سے تیاریاں
کیں۔ خود شام پہنچ کر حمص میں قیام کیا۔ یہ تجویز کی کہ مسلمانوں کے ہر لشکر کا جدا جدا
مقابلہ کیا جائے تاکہ ان کو اجتماع کا موقع نہ ملے۔ تذارق ہرقل کا حقیقی بھائی تو ہے ہزار
فوج کے ساتھ عمرو بن العاص کے جرجہ بن توذرا آریبا اسی قدر جمعیت کے ساتھ یزید بن ابی
سفیان کے ذرافض حضرت شرجیل بن حسنہ کے اور قیقار بن لسطوس ساٹھ ہزار لشکر کے
ساتھ حضرت ابو عبیدہ بن جراح کے مقابلے پر مامور ہوا تذارق کا مقدمہ الجیش آگے
بڑھ کر ثنیہ نامی مقام پر (جو فلسطین کا بلند حصہ تھا) خیمہ زن ہوا۔ مسلمانوں نے جب وہاں
کا ٹیری دل دیکھا تو گھبراہٹ اور حضرت عمرو بن العاص سے مشورہ طلب کیا۔ فوج کی زیادہ
جمعیت انہی کے پاس تھی۔ جواب دیا :-

لے شام کا وہ صوبہ جس کا صدر بیت المقدس تھا

الرأى الاجتماع وذلك ان مثلنا اذا
اجتمع لم يغلب من قلة واذا نحن نفرنا
لم يتو الرجل منافي على يقين فيه
ممن استقبلنا واعدنا لاكل طائفة
منا فالتعد واليرموك

رائے یہ ہے کہ سب مجتمع ہو جاؤ وہ یہ کہ ہم سے آدمی
جب جمع ہو جائیں تو محض قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں
ہو سکتے اور اگر ہم متفرق ہو گئے تو پھر ہم میں سے کسی کے پاس
استعداد جمعیت نہیں ہے کسی کہ اپنے مقابل حریف کا مقابلہ کر سکے ہمارے
ہر شکر کے مقابلے کی واسطے الگ الگ فوج بھی گئی ہے۔ بڑی جمع ہو جاؤ
حضرت ابو بکر کو ان واقعات کی خبر ہوئی تو انہوں نے بھی مذکورہ بالا رائے پسند کی
اور لکھا:-

اجتمعوا فتكونوا عسكرا واحداً والفقوا
زحوف المشركين بزحف المسلمين فانهم
اعوان الله والله ناصر من نصره وخذ
من كفره ولن يوتى مثلكم من قلة وانما
يوتى العشرة آلاف والزيادة على العشرة
آلاف اذا اتوا من تلقاء الذنوب فاتحروا
من الذنوب واجتمعوا باليرموك
متساندين وليصل كل رجل
باصحابه

سب جمع ہو کر ایک لشکر بن جاؤ اور مشرکوں کی صفیں مسلمانوں
کی فوج سے الٹو اس کا یقین رکھو کہ تم اللہ کے مددگار ہو
اور اللہ اپنے مددگار کو فتح دیتا ہے اور جو اس کا منکر ہو اس کو
رسوا کرتا ہے تم ساگر وہ قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہو سکتا
حقیقت حال یہ ہے کہ ہزاروں جمعیت اگر راہ معصیت اختیار
کرے تو بیدست پاب ہو جاتی ہیں لہذا واجب ہے کہ گناہوں سے
خبردار رہو۔ مقام یرموک میں اپنے اپنے نشان کے نیچے
جمع ہو ہر امیر عسکر اپنے آدمیوں کے ساتھ نماز ادا
کرے

ہر قل کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اس نے بھی نقشہ ہم بدل دیا کہ تمام لشکر ایک جگہ جمع ہو کر
مسلمانوں کا مقابلہ کرے۔ پڑاؤ ایسے موقع پر کیا جاوے جس کا سامنا کشادہ ہو اور عقب
تنگ۔ تذارق امیر الامرا ہو۔ مقدمہ پر جریبہ اور دائیں بائیں بازو پر ذرا قص و باہان۔

اس کے ساتھ یہ خوش خبری بھی تھی کہ باہان عنقریب اور تازہ دم فوج لے کر تھارنے پاس پہنچتا ہے۔ فرمان شاہی کے مطابق رومیوں کا لشکر واقفہ نامی مقام پر اترتا۔ یہ مقام دریائے یرموک کے کنارے پر تھا۔ سامنے دریائے یرموک تھا۔ پشت پر ایک سیدھا اونچا پہاڑ یہ محفوظ جگہ اس لئے انتخاب کی گئی کہ رومیوں کے ہوش بجا ہوں مسلمانوں کا جو خوف طاری تھا وہ رفع ہو اور دل ٹھہریں۔ مسلمانوں نے اس موقع کا اندازہ کیا اور اپنا پٹا اوجھوڑ کر رومیوں کے سامنے مورچہ جمایا۔ اس طرح رومی پشت اور پیش دونوں جانب سے محصور ہو گئے۔ حضرت عمرو بن العاص نے یہ کیفیت دیکھ کر مسلمانوں سے کہا:-

اَيُّهَا النَّاسُ الْبَشَرُ وَالْحَصْرُ وَاللَّهُ فَرْدٌ هُوَ اے لوگو! قسم رب کی رومی محصور ہو گئے
الروم وقل ما جاء محصوراً بخيبر اور محصور فوج بہت کم فلاح پاتی ہے

مسلمان تین مہینے تک محاصرہ کئے رہے۔ سامنے دریا حائل تھا پشت پر پہاڑ اس لئے مسلمان خود حملے سے مجبور تھے۔ رومی حملے سے دل چراتے تھے۔ معمولی ہٹے کرتے تھے جو پسا کر دیئے جاتے۔ صف کے مہینے میں اس اجتماع اور معرکہ کی کیفیت مدینہ پہنچی۔ حضرت خالد کے نام مراسلہ جاری ہوا کہ عراق کے معاملات شننے کے سپرد کر کے اپنے لشکر کے ساتھ یلغار کر کے شام پہنچو۔ حضرت خالد نے اس حکم کی پوری تعمیل کی اور اس سرعت سے یرموک پہنچے کہ ان کے گھوڑے کے پاؤں بیکار ہو گئے۔ ربیع الآخر کے آخر میں یہ لشکر یرموک پہنچا۔ اسی روز باہان رومیوں کی کمک لے کر پہنچا تھا۔ اس لشکر کے آگے آگے پادریوں کے مختلف طبقے شاملہ، راہب، قیس وغیرہ تھے اور مسلمانوں کے مقابلے کی ترغیب دیتے جاتے تھے۔ مؤرخین نے رومیوں کی مجموعی فوج کی تعداد دو لاکھ لکھی ہے۔ حضرت خالد کی نو ہزار سپاہ اور بعض اور لاکھوں کے

شامل ہو جانے سے مسلمانوں کی جمعیت چھیالیس ہزار ہو گئی تھی۔ رومی باوجود اپنی کثرت اور حریف کی قلت کے حضرت خالد کے پونچنے کے بعد بھی ایک مہینے تک خندق میں چھپے رہے۔ مذہبی پیشوا ان کو ابھارتے تھے نصرانیت کی تباہی کا ماتم کرتے تھے لیکن کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ آخر کار بہت سی کوششوں کے بعد آمادہ پیکار ہوئے۔ یہ واقعہ ^{آخر} حادی کی کاہی اس طرح پانچ مہینے کے محاصرے کے بعد میدان میں نکلے۔ مسلمانوں کی مختلف فوجیں اپنے اپنے امیر کی زیرِ حکم تھیں۔ کل فوج پر کوئی سردار نہ تھا۔ جب دومیوں کے حملے کی اطلاع ہوئی تو اس طرف سے ارادہ ہوا کہ ہر حصہ لشکر اپنے اپنے سردار کی ماتحتی میں مقابلہ کرے اس طرزِ جنگ کو عرب کی اصطلاح میں تساند کہتے تھے۔ حضرت خالد نے یہ حالت دیکھی تو تمام فوج کے سامنے ایک خطبہ دیا اس میں بیان کیا کہ آج کا دن ایک عظیم الشان دن ہی جو تاریخ میں یادگار رہے گا اپنے ذاتی شرف اور فخر کو علیحدہ کر کے صرف مرضی الہی کے واسطے کام کرنا چاہیے اور وہ طرزِ اختیار کرنی چاہیے جس سے دشمن نفع نہ اٹھاوے۔ متفرق اُمر کی ماتحتی میں لڑنا قوت کو منتشر کرنا ہے وہ رائے قرار دو جو مناسب موقع ہو۔ سب نے کہا تم اپنی رائے ظاہر کرو۔ انہوں نے کہا کہ خلیفہ کا انداز تھا کہ معرکے آسان ہونگے۔ جو واقعات یہاں پیش ہیں اگر ان کی خبر سوتی تو ضرور وہ تمام لشکر کو ایک امیر کا ماتحت کر دیتے۔ اب یہ ہونا چاہیے کہ کل لشکر ایک سپہ سالار کے حکم سے لڑے۔ جو باری باری سے مقرر ہو۔ ایک دن ایک امیر ہو دوسرے روز دوسرا۔ اگر پسند ہو آج کی امارت میری سپرد کر دو۔ سارے اُمرانے اس رائے کو تسلیم کیا اور اُس روز کی سپہ سالاری حضرت خالد کو تفویض کی گئی۔ رومیوں نے اپنی فوج نئی ترتیب سے قائم کی تھی۔ امیر اسلام نے بھی معمولی ترتیب چھوڑ کر جدید طرزِ اختیار

کی۔ جو عرب نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ تمام سپاہ کو چالیس دستوں پر تقسیم کر کے ہر دستے پر ایک کارآزمودہ سردار مقرر کیا۔ اور فوج والوں سے کہا کہ دشمن کی کثرت ہو تو اس سے بہتر ترتیب نہیں ہو سکتی۔ اس سے لشکر کی تعداد دونی معلوم ہوتی ہے۔ قلب پر حضرت ابو عبیدہ میمنہ پر حضرت شریح بن حسنہ اور عمرو بن العاص اور مسیرہ پر حضرت یزید بن ابی سفیان مقرر کیے گئے۔ ایک دستہ حضرت خالد کے بیٹے عبدالرحمن کے سپرد تھا جن کی عمر اس وقت اٹھارہ برس کی تھی۔ قاضی عسکر حضرت ابو دردا تھے۔ قاص حضرت ابوسفیان۔ اور قاری حضرت مقداد۔ غزوہ بدر کے بعد حضرت سردار عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنت مقرر فرمادی تھی کہ آغاز غزوہ سے پیشتر سپاہ اسلام کے سامنے سورہ انفال پڑھی جائے یہ خدمت قاری کے سپرد تھی قاص کی یہ خدمت تھی سپاہیوں کے سامنے کھڑے ہو کر جو جنگ تازہ کرتے۔ چنانچہ حضرت ابوسفیان ہر دستے کے سامنے جاتے اور کہتے:-

انتم زادة العرب والضاراء اسلام
 وهم زادة الروم والضاراء الشرك
 اللهم هذا يوم من ايامك اللهم انزل
 نصرک علی عبادک
 تم جواں مردان عرب ہو اور اسلام کے الضار۔ و
 جواں مردان روم ہیں اور شرک کے مددگار۔ اے
 اللہ آج کا دن معرکہ کا دن ہے۔ اے اللہ اپنی مدد
 اپنے بندوں پر نازل فرما

لشکر اسلام میں ایک ہزار صحابی شریک تھے جن میں سے سو بزرگ بڑی تھے۔ جب حضرت خالد لشکر کی صفیں قائم کر رہے تھے ایک شخص نے کہا کہ رومیوں کی فوج کس قدر زیادہ ہے۔ اور ہماری کتنی کم۔ حضرت خالد نے کہا کہ نہیں ہماری فوج بہت ہی زیادہ ہے۔ اور رومیوں کی بہت ہی کم۔ سپاہ کی قلت یا کثرت تعداد پر موقوف نہیں نتیجہ جنگ فتح و شکست سے اس کا اندازہ ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ترتیب صفوف کے بعد

حضرت خالد نے حکم دیا کہ حضرت عکرمہ و حضرت قعقاع قلب کے دونوں بازوؤں سے نخل کر
 حملہ آور ہوں۔ معرکہ کا رزار گرم ہوا عین معرکہ میں مدینہ سے قاصد پہنچا۔ لوگوں نے
 حال دریافت کیا تو اس نے خیریت اور آمد مدد کی خوش خبری سنائی۔ حضرت خالد کے
 پاس پہنچا تو آہستہ کچھ کہا اور مراسلہ دیا۔ انہوں نے مراسلہ کو جنبہ ترکش میں رکھ لیا۔ او
 مصروف جنگ ہو گئے۔ ہنگامہ دار و گیر میں جذب حق کا کرشمہ دیکھو۔ دوران کارنار
 میں دیوں کا سردار جبرجہ بن تو ذرا میدان میں آیا اور لکار کر کہا خالد میرے سامنے
 آئیں۔ حضرت خالد نے حضرت ابو عبیدہ کو اپنا نائب کیا اور خود آگے بڑھ کر دونوں لشکرو
 کے درمیان جرجہ سے لے۔ اول دونوں نے ایک دوسرے کو پناہ دی بعد ازاں اس قدر
 مل کر کھڑے ہوئے کہ گھوڑوں کی کنتیاں مل گئیں۔ جرجہ پیچ کہنا جھوٹ مت بولنا آزا
 مرد جھوٹ نہیں بولتے۔ دھوکا نہ دینا، فریب شرفا کا شیوہ نہیں۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ خدا
 نے تمہارے نبی کے پاس آسمان سے تلوار بھیجی تھی وہ تم کو عطا ہوئی اور اس کا اثر ہے
 کہ تم ہر جگہ فتح یاب ہوتے ہو۔ حضرت خالد۔ نہیں۔ جرجہ۔ پھر تمہارا لقب سیف اللہ
 کیوں ہے۔ حضرت خالد۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے پاس بھیجا۔
 انہوں نے اسلام ہمارے سامنے پیش کیا۔ اول ہم سب کے سب بھاگ کر کنارہ کش ہو گئے
 پھر بعض نے تصدیق کر کے پیروی اختیار کی۔ بعض دور دورہ کر جھپٹاتے رہے
 میں ان میں تھا جو تکذیب پر قائم تھے۔ اس کے بعد اللہ نے ہمارے قلب پھیر دیئے۔
 گردنیں جھکا دیں اور ہدایت بخشی۔ میں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول
 کی اس وقت ارشاد ہوا:-

انت سیف من سیوف اللہ سلۃ اے خالد تو خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جو

علی المشرکین

مشرکین کے مقابلے کے لئے پیام سے نکلی ہی

نتیجہ یہ ہوا کہ اب میں سب مسلمانوں سے زیادہ مشرکوں کا دشمن ہوں۔ جرجہ۔ تم نے پیچ
 کہا۔ اب یہ بتاؤ کہ دعوتِ اسلام کیا ہے۔ حضرت خالد۔ اس امر کا اقرار کہ سوائے اللہ کے
 کوئی معبود نہیں۔ اور محمد اُس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور اُس پیام کی تصدیق جو وہ
 خدا کی طرف سے لائے۔ جرجہ۔ اگر اُس کو کوئی نہ مانے۔ حضرت خالد جزیہ دے۔ یہ بھی
 قبول نہ کرے۔ حضرت خالد ہم اول اعلانِ جنگ کریں گے۔ جرجہ۔ جو تم میں شامل ہو اُس کا
 مرتبہ۔ حضرت خالد۔ اللہ کا فرمان ہی کہ سب مسلمان رتبہ میں برابر ہیں اعلیٰ ہوں یا ادنیٰ
 اول ہوں یا آخر جرجہ جو آج ایمان لائے وہ بھی رتبہ میں مساوی ہوگا۔ حضرت خالد برابر
 ہوگا بلکہ افضل جرجہ۔ یہ کس طرح۔ حضرت خالد۔ ہم نے جب اسلام قبول کیا رسول اللہ صلی
 علیہ وسلم حیات تھے۔ نزولِ وحی کا سلسلہ جاری تھا۔ آپ احکامِ آسمانی کی خبر دیتے تھے
 ہم معجزات و تصرفات مشاہدہ کرتے تھے۔ اس صورت میں ہمارا مسلمان ہونا لازم تھا
 آج تم ان باتوں کو نہیں دیکھتے پھر بھی ایمان لاتے ہو تو تم ہم سے افضل ہو۔ جرجہ۔ تم قسم
 سے کہتے ہو کہ تم نے مجھ سے پورا پیچ کہا۔ دھوکا نہیں دیا۔ تالیفِ قلب نہیں کی۔ حضرت
 خالد۔ واللہ نہ میں نے جھوٹا کہا نہ مجھ کو تم سے یا کسی سے نفرت ہی۔ جو تم نے پوچھا اس کا
 سچا جواب میں نے دے دیا۔ اللہ میرا مددگار رہی۔ جرجہ۔ بے شک تم نے پیچ کہا۔ یہ
 کہہ کر اپنی ڈھال پس پشت ڈال دی اور کہا مجھ کو اسلام کی تلقین کرو۔ حضرت خالد
 اُس کو اپنے خیمے میں لے گئے۔ اول غسل دیا۔ پھر تلقینِ اسلام کے بعد جرجہ کو مقتدی بنا کر
 دو رکعت نماز ادا کی۔ جرجہ کی یہ حالت دیکھ کر رومیوں نے عام ہلہ کر دیا۔ پہلے حملے میں
 مسلمانوں کے قدم ڈگمگائے۔ حضرت عکرمہ اور حضرت حارث بن ہشام ثابت قدم رہے

جن وقت حضرت خالد جرجہ کو لے کر خیمے سے نکلے تو رومی مسلمانوں کی صفوں میں کھسے
 ہوئے تھے۔ حضرت خالد نے لکارا تو مسلمانوں نے دلیری سے حملہ کر کے دشمن کو پیچھے
 ہٹا دیا۔ اب سیف اللہ نے ہلہ کیا اور شمشیر آزمائی شروع ہوئی۔ چاشت سے دن ڈھلنے
 تک میدان جنگ یکساں گرم رہا۔ انتہا یہ کہ عصر کی نماز اشارے سے ادا کی گئی۔ یہ عالم
 قابل دید تھا کہ وہ جرجہ جو صبح کو مسلمانوں کے دشمن تھے اب حضرت خالد کے پہلو پہلو
 نشہ ایمان میں سرشار رومیوں پر وار کر رہے تھے۔ اور یہ قسمت کہ عین معرکہ میں
 سعادت شہادت سے کامیاب ہوئے۔ اور صرف وہ نماز ادا کر کے جو آغاز اسلام
 کا نیاز تھی سمرخ رو اپنے رب کے حضور میں پہنچے۔ رضی اللہ عنہ۔ شام کے قریب رومیوں
 کو لغزش ہوئی۔ یہ دیکھ کر حضرت خالد نے قلب کے دستے لے کر خود حملہ کیا اور پہلے
 ہتے میں دشمن کے پیادوں اور رسالوں کے درمیان گھس کر حد فاصل بن گئے اول
 رسالوں کو شکست ہوئی اور میدان چھوڑ کر بھاگے۔ مسلمان اس شکست سے خوش ہوئے
 لیکن اپنی جگہ پر قائم رہے۔ تعاقب نہیں کیا۔ سواروں کے بعد حضرت خالد نے پیدلوں
 پر دھاوا کیا۔ ان کی جمعیت بھی متفرق ہوئی اور خندق میں جا گھسی۔ مسلمان متعاقب
 پہنچے پشت پر پہاڑ تھا۔ اس لئے رومی گھر گئے۔ اور ہزاروں تلوار کے گھاٹ اتر
 گئے۔ حضرت خالد نے بڑھ کر روم کے سپہ سالار تذارق کے خیمے پر قبضہ کر لیا۔ نماز فجر
 بعد فتح تنگ وقت پر ادا کی گئی۔ رومی شکست پا چکے تاہم متفرق لڑائی کا سلسلہ صبح
 تک جاری رہا۔ حضرت خالد کے گرد مسلمانوں کے رسالے تھے۔ اور تذارق کے خیمہ گاہ
 سے وہ تمام شب فوج کو لڑاتے رہے۔ شب کے وقت حضرت عکرمہ نے کہا کہ میں بہت سے
 معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کرتا رہا۔ آج کیا میں رومیوں سے بھاگ

جاؤنگا۔ کون ہی جو مجھ سے موت پر بیعت کرے۔ یہ سن کر حضرت ضرار بن ازد نے معہ چار سو مسلمانوں کے ان کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی۔ اور حضرت خالد کے خیمے کے سامنے جمع کرنا شروع کیا یہاں تک کہ باشتنا، معد و دے چند سب کے سب شہید ہو گئے۔ صبح کو لوگ بحالت نزع حضرت عکرمہ اور ان کے بیٹے عمرو بن عکرمہ کو اٹھا کر حضرت خالد کے پاس لائے۔ انہوں نے حضرت عکرمہ کا سر اپنی ساق پر اور عمرو بن عکرمہ کا ران پر رکھا۔ چہرہ سے خاک صاف کرتے منہ میں پانی ٹپکاتے اور کہتے جاتے۔ اس پر بھی ابن خنیسہ کا خیال ہی کہ ہم کو شہادت کی تمنا نہیں۔ اسی حالت میں خدا کے دونوں برگزیدہ بندے رہ گئے عالم بالا ہوئے۔ رضی اللہ عنہما۔ یہ واقعہ سننے کے قابل ہی کہ اس لڑائی میں مسلمان بی بیایں بھی شریک تھیں اور اپنے دستے جداگانہ قائم کر کے سرگرم قتال ہوئیں جو یہ بنت ابوسفیان کے دستے نے سب سے زیادہ کار نمایاں کیا۔ تین ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ صبح ہوتے ہوتے میدانِ دمیوں سے صاف ہو گیا۔ آفتاب طلوع ہوا تو اس نے اسلامی پرچم ریائے یرموک پر لہرا تا دیکھا۔ یہ فتح بہت مہتم بالشان تھی اس کی وجہ سے مسلمانوں کا سکڑ دمیوں کے دل پر بیٹھ گیا اور فتوحات کا دروازہ کھل گیا۔ اس معرکے کا یہ واقعہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ رومیوں نے آغاز کار میں ایک عربیوں مسلمانوں کے لشکر میں بھیجا۔ ایک دن ایک رات وہ حالت جانچتا رہا۔ واپس گیا تو کہا:-

باللیل رهباناً وبالیوم فرساناً لوسقاً وہ لوگ رات میں رویش ہیں دن میں شہسوار حق پرستی

ابن ملکہم قطعوا یدہا ولوزنی جم کا یہ عالم ہے کہ اگر ان کے بادشاہ کا بیٹا چوری کرے تو اس کا

ہاتھ کاٹا جائے۔ زنا کرے تو سنگسار کر دیا جائے

لا قامتہ الحق فہیم

اب ہم کو یہ بتا دینا چاہیے کہ جو قاصد اثناء جنگ میں مدینہ سے آیا تھا وہ حضرت ابو بکر کی رحلت کی خبر لے کر پہنچا تھا۔ جو اسلہ اس نے دیا تھا وہ حضرت عمر خلیفہ ثانی کا تھا۔ اس میں حضرت خالد کی معزولی اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کی سپہ سالاری کا حکم درج تھا۔

مرض الموت - وفات ساتویں جمادی الآخر ۱۳ھ کو ہوا سرد تھی۔ حضرت ابو بکر نے غسل

کیا۔ سردی کے اثر سے بخار ہو گیا۔ یہی بخار انجام کار مرض وفات ثابت ہوا پندرہ روز علیل رہے۔ علالت روز بروز بڑھتی گئی جب مسجد تک آنے کی قوت نہ رہی تو حضرت عمر کو امامت پر مقرر کیا۔ شدت مرض کی حالت میں بعض آدمیوں نے کہا کہ طبیب طلب کر لیا جائے۔ جواب دیا کہ طبیب دیکھ چکا۔ پوچھا کیا کہا۔ فرمایا اس کا قول ہی:-

انی فعال لما اردت
میں جو ارادہ کر لیتا ہوں کر ڈالتا ہوں

مدعا سمجھ کر لوگ چپ ہو رہے۔ ایام علالت اس گھر میں بسر کیے جو مسجد نبوی کے قریب حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ تھا۔ حضرت عثمان پڑوس میں تھے اس لئے اکثر حاضر باش رہے۔ سختی مرض زیادہ بڑھی تو حضرت ابو بکر کو اپنے جانشین کی منکر ہوئی اور چاہا کہ مسلمانوں کو اختلاف سے بچانے کے لئے اپنا جانشین نامزد کریں۔ اول خود سوچا پھر اکابر صحابہ سے مشورہ کیا۔ اور بعد مشورہ حضرت عمر کی نسبت رائے قائم کی۔ بعض صحابہ نے جن کو حضرت عمر کی سختی کا اندیشہ تھا اپنا یہ خیال مشورہ کے وقت ظاہر کیا تو جواب دیا کہ عمر کی سختی اس وجہ سے تھی کہ وہ میری نرمی سے واقف تھے۔ میرا تجربہ ہی کہ جب میں غصہ ہوتا تو وہ غصہ فرو کرنے کی کوشش کرتے۔ نرمی دیکھتے تو سختی کا مشورہ دیتے۔ بعد مشورہ جب رائے پختہ ہو گئی تو ایک روز حضرت ابو بکر رحمہ اللہ بالاحاطہ پر تشریف لے گئے۔ شدت ضعف کی وجہ سے کھڑے ہونے کی طاقت نہ تھی

اُن کی بی بی حضرت اسماء بنت عمیس دونوں ہاتھوں سے سنبھالے ہوئے تھیں۔ نیچے آدمی جمع تھے۔ حضرت ابو بکر نے اُن کو مخاطب کر کے کہا:-

اترضون ممن استخلف عليكم فاني
والله ما ألت من جهد الرأي
ولا وليت ذاقربةٍ واني قد
استخلفت عمر بن الخطاب فاسمعوا
واطيعوا

آیا تم اس شخص کو پسند کرو گے جس کو میں ولی عہد مقرر کروں اس کو خوب سمجھ لو اور میں بالقسم کہتا ہوں کہ میں نے غور و فکر کا کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا اور میں اپنے کسی ابتداء کو تجویز نہیں کیا میں عمر بن الخطاب کو اپنا جانشین مقرر کرتا ہوں تم میرا کہنا سناؤ اور مانو

سب نے کہا سمعنا واطعنا۔ ہم نے سنا اور مانا۔ اُس کے بعد نیچے اتر آئے اور حضرت عثمان کو طلب کر کے کہا عہد نامہ لکھو۔ چنانچہ حسب ذیل عہد نامہ لکھا گیا:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هذا ما عهد ابو بكر بن ابي قحافة في
آخر عهدك يا لدا نيا خارجا منها وعند
اقل عهدك يا لآخرنا داخلها حيث
يؤمن لكافرو يوقن لفاجر وصدق
الكاذب اني استخلفت عليكم بعد
عمر بن الخطاب فاسمعوا واطيعوا
واني لمرال الله ورسوله ودينه
ونفسي واياكم الا خيرا فان عدل
فذا لك ظني به وعلی فيده وان

یہ عہد نامہ ابو بکر بن ابی قحافہ کی آخر زندگی کا ہی جب کہ وہ دنیا سے سفر کر رہا ہی اور عالم آخرت کے داخلہ کی پہلی ساعت ہی جہاں فرمومن۔ بد عقیدہ عقیدتمند اور جھوٹا صداقت شعار ہو جاتا ہی۔ میں نے عمر بن الخطاب کو اپنا ولی عہد کیا لہذا ان کا حکم سناؤ اور مانو۔ خوب سمجھ لو کہ اس بارہ میں خدا اُس کے رسول۔ اس کے دین کی خود اپنی اور تمہاری نیر خواہی کا حق ادا کرنے کی میں نے پوری کوشش کی ہی اگر وہ عدل کریں گے تو ان کی نسبت میرا یہی خیال اور علم ہی اگر وہ بدل گئے تو ہر شخص اپنے عمل کا پھل پائے گا

بدل فلک لمر ما کتسب والخبیر نیت میری بخیر ہی غیب کا علم نہیں۔ جو لوگ
 اردت ولا اعلم الغیب وسیعلم ظلم کریں گے وہ جلد دیکھ لیں گے کہ وہ کس پہلو پر پڑا
 للذین ظلموا ای منقلب ینقلبون کھائیں گے۔ اور تم پر سلام اور اللہ کی رحمت
 والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور برکتیں

اس عہد نامہ کی تحریر و تشہیر کے بعد ایک شخص نے آکر حضرت ابو بکر سے کہا کہ تم نے
 عمر کو ولی عہد مت کر کیا ہے حالانکہ تم دیکھتے تھے کہ وہ لوگوں سے تمہارے سامنے کیسا
 برتاؤ کرتے تھے۔ اس وقت کیا ہو گا جب وہ تمہارا رہ جائیگا۔ تم اپنے رب کے پاس
 جا رہے ہو۔ تم سے رعیت کی بابت سوال کریگا۔ حضرت صدیق اس وقت لیٹے ہوئے
 تھے۔ یہ کلام سن کر کہا مجھ کو بچا دو۔ بیٹھ گئے تو کہا:-

ابا لله تخوفنی اذا الفیت اللہ قلت کیا تم مجھ کو خدا سے ڈراتے ہو میں جس وقت اللہ
 استخلفت علی اہلک حنیر کے سامنے جاؤنگا تو کہوگا کہ میں تیری امت سے بہتر
 اہلک بندہ کو اپنا جانشین مقرر کر آیا ہوں

اس کے بعد حضرت عمر کو غلیہ میں طلب کیا اور جو سمجھانا تھا وہ سمجھایا۔ پھر ہاتھ اٹھا کر
 دعا کی۔

اللہم انی لمر اربد لک الا اصلاحہم اے اللہ میں نے یہ انتخاب صرف مسلمانوں کی بہتری کے
 وخفت علیہم الفتنۃ فعلت فیہم ارادے سے کیا ہے اور اس اندیشے سے کہ ان میں فنا
 بما انت اعلم بہ واجتہدت لہم رأیاً نہو۔ میں نے وہ عمل کیا ہے جس کو تو بہتر جانتا ہے۔ میں نے
 ولیت علیہم خیرہم واولیہم احسنہم خوب غور و فکر کے بعد رائے قائم کی ہے بہترین اور نوب
 علی ما ارشدہم وقد حضرنی من امرک ترین شخص کو ولی عہد کیا ہے جو سب سے زیادہ مسلمانوں کی

ما حضرتنا خلفنی فیہم فہم عبدک راست دوی کا خواہشمند ہی۔ میرے لئے تو کوچ کا حکم چکا
 ونواصیہم بیدک اصلح الیہم ولا تہم اب میں ان کو تیری سپرد کرتا ہوں وہ تیرے بندے ہیں اور
 واحجبلہ من خلفاء الراشدین ان کی باگ تیرے ہاتھ میں ہی۔ اے اللہ ان کے حاکموں کو
 واصلم لہ رعیتہ صلاحیت دے، اور ولی عہد کو خلفائے راشدین کے

زور سے کر اور اس کی رعیت کو صلاحیت بخش

یہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ روانگی شام کے وقت حضرت خالد عراق کی امارت سنبھالنے بن جائے
 کے سپرد کر گئے تھے۔ ان کی روانگی کے بعد ادھر کسری نے تازہ دم فوجیں بھیجیں اور ہر
 حضرت ابو بکر کی علالت کے سبب مدینہ سے مراسلت کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ حضرت سنبھالنے
 متردد ہو کر بشیر کو اپنا نائب کیا اور خود مدینہ آ پھوپنے۔ جس دن وہ پہنچے حضرت ابو بکر
 کی حیات کا آخری دن تھا تاہم حالات مفصل سننے اور خطرہ کا اندازہ کر کے حضرت عمر کو
 بلایا اور کہا کہ جو میں کہتا ہوں اس کو سنو اور اس پر عمل کرو۔ مجھ کو توقع ہے کہ آج میری
 زندگی ختم ہو جائیگی۔ دن میں میرا دم نکلے تو شام سے پہلے اور رات میں نکلے تو
 صبح ہوتے ہوتے مسلمانوں کو ترغیب دے کر ثنی کی مدد پر آمادہ کرنا۔ کسی مصیبت
 کی وجہ سے تم کو دین کی خدمت اور حکم ربانی کی تعمیل سے نہ رکتا چاہیے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے بڑھ کر کون سی مصیبت ہو سکتی ہے۔ تم نے دیکھا ہے
 کہ اس وز میں نے کیا کیا تھا۔ قسم ہے رب کی اگر میں اس وز حکم الہی کی بجا آوری میں
 کوتاہی کرتا تو اللہ ہم کو تباہ کر کے سزا دیتا اور مدینہ میں آگ بھڑک اٹھتی اگر خدا تعالیٰ
 شام میں مسلمانوں کو فتح دے تو خالد کے لشکر کو عراق بھیج دینا اس لئے کہ وہ کار آزمودہ
 اور وہاں کے حالات سے واقف ہے۔ ایک وز دوران مرض میں دریافت کیا کہ مجھ کو

بیت الماں سے کل وظیفہ اب تک کس قدر ملا ہی حساب کیا گیا تو چھ ہزار درہم ہوئے رنڈرہ سو
 روپیہ تخمیناً۔ ہدایت کی کہ میری فلاں زمین فروخت کر کے بیت الماں کا روپیہ واپس دیا
 جائے۔ چنانچہ وہ زمین بیچ کر روپیہ واپس دیدیا گیا۔ یہ بھی تحقیقات کی کہ بیعت کے بعد میرے
 مال میں کیا اضافہ ہوا۔ معلوم ہوا کہ ایک حبشی غلام ہی جو بچوں کو کھلاتا ہی اور اسی کے
 ساتھ مسلمانوں کی تلواروں پر قیل کرتا ہی۔ ایک اٹھتی ہی جس پر پانی آتا ہی اور ایک سوار
 کی چادر۔ وصیت کی کہ وفات کے بعد یہ سب چیزیں خلیفہ وقت کے پاس پہنچا دی جائیں
 رحلت کے بعد جب یہ چیزیں حضرت فاروق کے سامنے آئیں تو روئے اور کہا
 اے ابو بکر تم اپنے جانشینوں کے واسطے کام بہت دشوار کر گئے۔ قریب وفات حضرت
 عائشہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے پارچہ کفن دیا گیا تھا۔ کہا تین پارچے
 کا۔ وصیت کی کہ میرے کفن میں بھی تین کپڑے ہوں۔ دو یہ چادریں جو میرے بدن پر
 ہیں صولی جائیں۔ ایک کپڑا نیا لے لیا جائے۔ ام المومنین نے کہا کہ ابا جان تم سگندت
 نہیں کہ نیا کپڑا نہ خرید سکیں۔ جواب میں فرمایا کہ جان پر نئے کپڑے بمقابلہ مردوں کے
 زندوں کے لئے زیادہ موزوں ہیں۔ کفن تو پیسا درلہو کے واسطے ہی۔ انتقال کے روز
 دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس روز رحلت کی تھی لوگوں نے کہا
 دو شنبہ کو۔ سن کر کہا کہ مجھ کو امید ہی میری موت بھی آج ہی ہو۔ وصیت کی کہ میری
 قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس بنائی جاوے۔ عین سکرات کے وقت
 جب مہینہ میں تھا حضرت عائشہ نے حسرت سے یہ شعر پڑھا ہے

وَابِضْ لَسْتَسْقِي لِنَعْمَامِ لَوْ جِئْتِ
 ربيع اليتامى عصمة لادرا مل

وہ نورانی موت جس کے چہرہ کی تازگی سے بادل سیراب ہو۔ یتیموں پر شفیق بیواؤں کی پناہ ہے

آنکھیں کھول دیں اور کہا یہ شان رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی تھی۔ آخر کلام یہ تھا۔

رب توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین اے رب تو مجھ کو مسلمان اٹھا اور صالحوں سے ملا

۲۲ جمادی الآخر ۱۳؎ دو شنبہ کا دن گزرنے پر عشا و مغرب کے درمیان وفات پائی

نمازِ جنازہ کی امامت حضرت عمر نے کی اور اسی شب کو حضرت عائشہ کے حجرہ میں حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے قریب اس طرح دفن کیے گئے کہ ان کا سر آں حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ کے برابر رہا۔ رضی اللہ عنہ

عمر ۶۳ سال کی تھی ایامِ خلافت دو برس تین مہینے گیارہ دن۔

ذاتی حالات قبولِ اسلام کے وقت مالی سرمایہ چالیس ہزار درہم تھا۔ تجارتِ ذریعہ

معاش تھی۔ اس سرمایہ کو خدمتِ اسلام میں صرف کرتے رہے جب ہجرت کر کے مدینہ

کو چلے تو پانچ ہزار درہم باقی تھے۔ سب ساتھ لے آئے اور مدینہ میں تجارت اور

مالی خدمتِ اسلام کا شغل جاری رہا۔ وفات کے وقت نقد ایک جتنہ نہ تھا۔ خلافت کے

بعد بھی شغلِ تجارت قائم رہا۔ روزانہ چادریں اپنے کندھے پر لاد کر بازار کو لے جاتے

اور خرید و فروخت کرتے۔ چھ مہینے تک یہی عمل رہا۔ جب مشاغلِ خلافت بڑھے اور دست

مفقود ہوئی تو صحابہ کو جمع کیا اور کہا کہ خلافت کے کاروبار اب تجارت کی مہلت نہیں

دیتے اور میں اہل و عیال کی پرورش کا سامان ہیٹا نہیں کر سکتا۔ یہ سن کر صحابہ کرام نے

ان کے مصارفِ خزانہ سے مقرر کر دیئے۔ بعد غور معیار مصارفِ مدینہ کے ایک ہاجر کا

خرچ رکھا گیا۔ اس میں اختلاف ہی کہ مقدار و وظیفہ کی کیا تھی۔ بعض نے کہا ہی کہ ادھی

بکری کا گوشت روزانہ۔ معمولی لباس۔ شرط یہ تھی کہ پرانا لباس بیت المال میں داخل

کر دیا جائے۔ بعض نے نقد و وظیفہ کا تقرر لکھا ہی۔ نقدی کی مقدار باختلاف روایت

ڈھائی ہزار درہم سالانہ سے چھ ہزار درہم تک بتائی گئی ہے۔ میں کم و بیش ڈھائی ہزار
کو ترجیح دیتا ہوں۔ وجہ یہ کہ وفات کے وقت جو حساب و وظیفہ کا کیا گیا اس کے بموجب
کچھ اوپر سوا دو سال کا وظیفہ چھ ہزار درہم ہوا۔ خلافت سے پہلے سخ میں ہتے تھے
وہیں ان کی بی بی حضرت حبیبہ بنت خارجہ انصاریہ کی سکونت تھی۔ ایک کمل کا حجرہ
(چھوٹا خیمہ یا راوٹی) مکان کی باطن صرف اس قدر تھی۔ چھ مہینے تک خلافت میں بھی
اسی میں قیام رہا۔ جس روز وہاں جانے کی باری ہوتی جاتے اکثر پیدل کبھی اپنے
ذاتی گھوڑے پر۔ عشا کے بعد جاتے صبح کو واپس آجاتے۔ خلافت سے پہلے محلہ کی
لڑکیاں ان کے پاس بکریاں لاتیں اور وہ دودھ دودھ دیتے۔ جب خلیفہ ہو کر محلے
میں گئے تو لڑکیوں نے دیکھ کر کہا اب یہ دودھ نہیں دوہینگے۔ سن کر کہا ضرور دوہونگا۔
مجھ کو خدا کی ذات سے امید ہے کہ اس منصب سے میری کسی عادت میں فرق نہیں آئیگا۔
چنانچہ جب محلہ میں آتے تو دریافت کرتے دودھ دوہ دوں یا بکریاں چرا لاؤں جیسا
لڑکیاں کہہ دے تیں اس کے مطابق تعمیل کرتے۔ خود ان کی بکریاں بھی تھیں۔ کبھی
کبھی ان کو بھی لے جا کر چراتے۔ شفقت کا یہ عالم تھا کہ جب محلے میں نکلتے تو بچے بابا
بابا کہہ کر دوڑتے اور آکر لپیٹ جاتے۔ جمعہ کے دن صبح کو سخ میں ٹھہر کر سر اور داڑھی
میں سسج خضاب لگاتے غسل کرتے کپڑے بدل کر مدینہ آتے اور نماز جمعہ پڑھتے
چھ مہینے کے بعد سخ کی سکونت ترک کر کے مدینہ کے مکان میں متصل مسجد نبوی سکونت
اختیار کی۔ ان بزرگوں کی روزانہ زندگی کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے:-

ایک روز حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب کر کے دریافت
فرمایا آج تم میں سے روزہ کس نے رکھا۔ حضرت ابو بکر نے۔ جبارہ کے ساتھ کون

حضرت ابو بکر میں - محتاج کو کھانا کس نے کھلایا - حضرت ابو بکر میں نے - بیمار کی عیادت کس نے کی - حضرت ابو بکر میں نے - سن کر ارشاد ہوا کہ یہ اوصاف جس میں جمع ہونگے وہ جنتی ہی۔

مدینہ کے کنارہ پر ایک بوڑھیا اندھی محتاج رہتی تھی - حضرت عمر ہمیشہ اس کے یہاں اس ارادہ سے جاتے کہ کچھ خدمت کریں - مگر جب پہنچتے تو معلوم ہوتا کہ کوئی آدمی ان سے پہلے آکر خدمت کر گیا - ایک روز دروازے میں چھپ کر کھڑے ہو گئے - وقت مقررہ پر وہ شخص آیا دیکھا تو حضرت ابو بکر تھے - یہ خلافت کا زمانہ تھا - مقررہ وظیفہ کے خرچ میں کس قدر احتیاط تھی اس کا اندازہ اس واقعے سے کیجئے۔

ایک وزان کی ایک بی بی نے شیرینی کی فرمائش کی - جواب دیا میرے پاس کچھ نہیں - انہوں نے کہا کہ اجازت ہو تو میں خرچ روزمرہ میں سے کچھ دام بچا کر جمع کر لوں - فرمایا جمع کرو - کچھ روز میں چند پیسے جمع ہو گئے تو حضرت ابو بکر کو دیئے کہ شیرینی لا دو - پیسے لے کر کہا - معلوم ہوا کہ یہ خرچ ضروری سے زیادہ ہیں - لہذا بیت المال کا حق ہیں - چنانچہ وہ پیسے خزانے میں جمع کرادیئے اور اسی قدر اپنا وظیفہ کم کر دیا - منہ پر کوئی تعریف کرتا تو کہتے اے اللہ تو میرا حال مجھ سے بہتر جانتا ہی اور تعریف کرنے والوں سے میں اپنا حال بہتر جانتا ہوں جو ان کا گمان میری نسبت ہی اس سے اچھا مجھ کو کر دے اور میرے وہ گناہ بخش دے جن کو یہ نہیں جانتے اور جو یہ کہتے ہیں اس کا مواخذہ مجھ سے مت کیجئے - اپنا سب کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے - دوسروں سے کام لینے سے سخت احتراز تھا - اتہا یہ کہ اونٹ کی سواری میں نکیل ہاتھ سے گر پڑتی تو خود اتر کر نکیل اٹھاتے ایک بار لوگوں نے کہا کہ آپ ہم سے کیوں نہیں کہتے - جواب دیا کہ :-

ان حبیبی صلی اللہ علیہ وسلم امرنی میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھ کو حکم ہے کہ انسان
ان لا اسئل الناس شیئاً سے میں کچھ نہ مانگوں

علیہ :-

رجل ابیض نحیف خفیف احنی گورے چٹے ڈبے پتے آدمی تھے کرجھکی ہوئی تھی۔
لا یستمسک اذ اراد لیسترحی تھم کر پر نہیں رک سکتا تھا نیچے کو کھسک جاتا۔ چہرہ
عن حقوتیہ معروف الوجہ غائر العینین ستا ہوا آنکھیں مٹی ہوئیں۔ پیشانی بند انگلیوں
نالی الجہتہ عاری الا شاجع حسن القامۃ کے جوڑ گوشت سے خالی قدموزوں

امام زہری کا قول ہے کہ بال گھونگر وائے تھے۔ آواز زردناک تھی بات بہت کم کرتے
تھے جو کہتے سنجیدہ کہتے انداز کلام ذوق و محویت کی شان لیے ہوئے تھا۔ قلب نہایت
رفیق و نرم تھا اسی لیے آواہ لقب تھا۔ سخی باوقار حلیم و شجاع تھے۔ رائے نہایت سید
وصائب تھی۔ اس کا جوہر وہ نور ایمانی تھا جس کا نام اصطلاح شرع میں فراست مومن ہی
شاہ ولی اللہ صاحب زوالہ انخفا میں لکھتے ہیں (خلاصہ) ”حضرت ابو بکر علم کتاب
وسنت میں مثل دیگر علمائے صحابہ تھے۔ جس صفت میں سب سے ممتاز تھے وہ یہ تھی کہ
جب کوئی مشکل مسئلہ یا مشورہ پیش آتا وہ اپنی فراست کو اس پر غور کرنے میں صرف
کرتے۔ خداوند تعالیٰ غیب سے ایک شعاع ان کے دل پر ڈالتا جس سے حقیقت حال
روشن ہو جاتی۔ اس شعاع کا ظہور لطیفہ قلبیہ سے ہوتا۔ لہذا حقیقت حال بصورت
غزیت ظاہر ہوتی۔ نہ بزرگ تخیل“

اصول حکومت | بنیاد حکومت قرآن و حدیث تھی جب کوئی معاملہ پیش آتا اول قرآن کی
طرف رجوع کرتے اگر کلام مجید میں نہ ملتا حدیث کی طرف توجہ کرتے اگر خود حدیث نہ معلوم

ہوتی جمع میں آکر دریافت کرتے کہ فلاں معاملہ میں کسی کو حدیث یاد ہے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ بہت سے آدمیوں کو حدیث معلوم ہوتی۔ اس پر شکر کرتے کہ میری مدد کے واسطے اس قدر سنتِ رسول کے جانتے والے موجود ہیں۔ جب حدیث بھی نہ ملتی۔ تو صحابہ میں جو اہل الرائے اور منتخب بزرگ تھے ان کو جمع کر کے مشورہ کرتے جس رائے پر اجماع ہو جاتا اسی پر کاربند ہوتے اسلام نے جو مساوات کی روح پھونکی تھی اس کو آخر عہد تک نہایت اہتمام سے قائم رکھنے کی کوشش کی۔ بیت المال کی آمدنی مساوی طور پر تقسیم کی جاتی تھی۔ اس میں جو ان بوڑھے مرد یا عورت کا کچھ امتیاز نہ تھا۔ ان کا قول تھا:۔

لا یحقن احدکم احداً من المسلمین فان تم میں سے کوئی شخص کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھے اس لئے
صغیر المسلمین عند اللہ اکبر کہ چھوٹا سا مسلمان (بھی) اللہ کے نزدیک بڑا ہی

ایک مرتبہ جمع میں بیٹھے تھے ایک شخص نے آکر کہا ”السلام علیکم یا خلیفۃ رسول اللہ“ سن کر کہا تمام جمع میں خصوصیت کے ساتھ مجھ کو سلام کیوں کیا؟ خلافت کے بعد جب اول مرتبہ ادائے عمرہ کے واسطے مکہ گئے تو لوگ ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگے سب کو علیحدہ کر دیا اور کہا اپنی اپنی راہ چلو۔ شانِ تکریم سے ہمیشہ احتراز رکھا۔ ایک مرتبہ ایک فاتح امیر نے نامہ فتح کے ساتھ دشمن کا سر بھیجا تو بہت ناخوش ہوئے۔ لانے والے نے عذر کیا کہ ہمارے دشمنوں کا یہی طرزِ عمل ہے۔ فرمایا کہ ہم روم و فارس کے مُقلد نہیں۔ اس کے بعد عام ہدایت جاری کر دی کہ آئندہ صرف فتح کی خبر بھیجی جائے دشمن کا سر نہ بھیجا جائے۔ عمال کی بابت یہ اصول تھا کہ جو عامل حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ تھے وہ بدستور قائم و برقرار رہتے۔ سادگی اسلام کو ہمیشہ اپنا شعار رکھا۔ اس سادگی و وقار پر ہزار تکلف اور شان و شوکت نثار تھے۔ اہل ارتداد کے

مقابلے سے جب اسلام کے لشکر لوٹے تو اُن کے ہمراہ ذوالکلاع حمیری بھی مین سے آئے یہ اُس شاہی خاندانِ حمیری کی یادگار تھے جو مدتوں مین پر جاہ و جلال کے ساتھ فرمانروا رہ چکا تھا شاہی خاندان کے دورِ آخر کے تکلفات و ناز و نعمت کا پورا جلوہ ذوالکلاع میں نظر آتا تھا سر پر جواہر نگار تاج تھا۔ بدن میں زریں پوشاک۔ طلائی مٹی کمر میں۔ ہمراہی بھی زرق برق لباس میں تھے۔ مدینہ آکر خلیفہ کو دیکھا تو گیر و اچاوریں۔ ایک باندھے ایک اوڑھے۔ اسلامی وقار و تکین کا رفقہ رفقہ یہ اثر ہوا کہ ذوالکلاع نے لباسِ شاہی چھوڑ کر دین درویشی اختیار کر لی۔ ایک وز مدینہ کے بازار میں نکلے تو کمر سے چمڑے کی معمولی مٹی بندھی تھی۔ ایک ہمراہی نے دیکھ کر حسرت سے کہا کہ یہ کیا شکل بنالی۔ جواب دیا کہ اسلامی اثر سے لایعنی تکلفات بے لطف ہو گئے۔

عالم و کاتب | حضرت ابو عبیدہ بن الجراح خزانہ کے مہتمم تھے اور جزیرہ کے آمدنی کا حاسب ان کی سپرد تھا۔ بیعت کے بعد انہوں نے کہا کہ مال کا کام خلیفہ کی طرف سے میں انجام دوں گا۔ خزانہ جب تک حضرت ابو بکرؓ میں رہے وہاں رہا۔ قفل پڑا رہتا تھا پہرہ نہ تھا لوگوں نے کہا کہ پہرہ رکھئے تو جواب دیا قفل کافی ہی۔ جب مدینہ کی سکونت اختیار کی تو خزانہ مدینہ چلا آیا۔ قاضی حضرت عمرؓ تھے۔ اُس عہد کی صفائی معاملات کا یہ عالم تھا کہ ایک سال تک ایک مدعی بھی حضرت عمرؓ کے سامنے نہ آیا۔ کاتب حضرت زید بن ثابتؓ حضرت علی مرتضیٰؓ۔ حضرت عثمانؓ تھے۔ معمولی خط کتابت کا کام جو حاضر ہوتا اُس سے لیا جاتا یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اُس زمانے میں ان خدمات کا معاوضہ لینا سخت برا سمجھا جاتا تھا۔ جو کام کرتے محض حسبہ اللہ۔



عمّال

مقام حکومت	نام عامل
مکہ (حجاز)	عتاب بن اُسَید
طائف	عثمان بن ابی العاص
صنعا (دین)	مہاجر
حضرموت	زیاد بن لبید الضاری
خولان	عیسیٰ بن منیہ
زبید (دین)	حضرت ابو موسیٰ اشعری
جند	حضرت معاذ بن جبل
بحرین	علاء حسنی
بخیران	جریر بن عبد اللہ
دوّمۃ الجندل (عراق)	عیاض بن لعنہ
عراق	ثمنی بن حارثہ
ثور (بلاد فرنیہ)	جرش

علمی کمالات و علمی خدمات **قرآن**۔ قرآن شریف بطور وحی تیس برس تک تھوڑا تھوڑا حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا۔ بہت سے صحابہ کرام ایسے تھے جن کو کلام مجید پورا حفظ تھا۔ نہایت کثرت سے ایسے جن کو مختلف حصے یاد تھے۔ جب وحی نازل ہوتی تھی تو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تباہ وحی میں سے کسی کو طلب فرماتے اور لکھوادیتے۔ حضرت زید بن ثابت کو یہ سعادت اکثر حاصل ہوتی۔ کاغذ نایاب تھا اس لئے علاوہ کاغذ کے وحی چمڑے کے ٹکڑوں کھجور کی چھال بکری کے نشا کی ہڈی سپید پتھر کے ٹکڑوں پر بھی لکھی جاتی اور یہ لکھے ہوئے اجزا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس محفوظ رہتے۔

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

یامہ کے پرشر معرکہ سے یہ نتیجہ خیر نکلا کہ کلام مجید ایک جگہ تحریر ہو کر شکل کتنا محفوظ ہو گیا۔ اوپر سن چکے ہو کہ معرکہ مذکور میں کس کثرت سے ہاجرین و انصار شہید ہوئے۔ ان میں کثرت سے ایسے تھے جو کل یا جز قرآن کے حافظ (قرآن) تھے۔ حضرت عمر نے اس واقعہ سے متاثر ہو کر حضرت ابو بکر سے کہا کہ مسلمانوں کو ابھی بہت سے معرکے سر کرنے ہیں اگر ہر معرکہ میں اسی کثرت سے حفاظ شہید ہوئے تو قرآن کا خدا حافظی آپ حکم دیجئے کہ کلام مجید ایک جگہ ضبط تحریر میں آجاوے۔ اول حضرت صدیق نے اس بنیاد پر تامل کیا کہ جو فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا کس طرح کریں۔ مگر بحث کے بعد حضرت ابو بکر منکشف ہو گیا کہ حضرت عمر کی رائے صحیح ہے۔ حضرت زید بن ثابت کو طلب کر کے اول اپنی اور حضرت عمر کی گفتگو کا اعادہ کیا۔ پھر کہا تم جو ان ذی ہوشی ہو کوئی الزام تم پر نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں وحی لکھا بھی کرتے تھے

لہذا تم کلام مجید لکھ کر ایک جگہ جمع کر دو۔ اول حضرت زید بن ثابت کو بھی وہی تامل ہوا جو حضرت صدیق کو ہوا تھا۔ لیکن مباحثہ کے بعد اطمینان ہو گیا۔ اور انہوں نے خدمت قبول کی۔ حضرت زید کا مقولہ ہے کہ اگر پہاڑ کو اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھ دینا میری سپرد کیا جاتا تو وہ آسان ہوتا۔ بمقابلہ اس کے کہ جمع قرآن کا بوجھ میرے سر پر رکھا گیا۔ اس سے اس احساس کا اندازہ ہو سکتا ہے جو حضرت زید بن ثابت کو خدمت مفوضہ کی ذمہ داری کا تھا۔ کا شانہ نبوت سے تحریر شدہ اجزا برآمد کیے گئے۔ فرید احتیاط و غایت اہتمام کے لحاظ سے حضرت زید بن ثابت ان اجزا کا مقابلہ بار بار ان صحابہ سے کرتے جن کو کل یا حشر کلام مجید یاد تھا اور جب کوشش کا کوئی دقیقہ باقی نہ رہتا تب کاغذ پر نقل کرتے۔ غرض اسی جانفشانی و تحقیق کے ساتھ حضرت زید بن ثابت نے تمام کلام مجید کاغذ پر لکھ کر ایک جگہ جمع کر دیا۔ حضرت ابو بکر نے اس کا نام مصحف رکھا۔ یہ نسخہ خاص حضرت ابو بکر کی تحویل میں رہا۔ حضرت ابو بکر خود بھی حافظ قرآن تھے۔ اور حضرت سرو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کتابان وحی کے زمرہ میں شامل۔ لکن اس زمانہ میں اس قدر کم یاب تھا کہ قریش کے اتنے بڑے قبیلے میں بقول علامہ بلاذری آغاز اسلام میں صرف سترہ آدمیوں کو لکھنا آتا تھا۔ زمانہ خلافت میں جو اشکال معانی کلام مجید کے متعلق پیش آیا اس کو حل کیا۔

حدیث۔ متعدد احادیث ایسی ہیں جو حضرت ابو بکر کے سوال کے جواب میں ارشاد ہوئیں۔ اس طرح وہ ان کے عالم وجود میں آنے کے باعث ہوئے۔ ایک سویا لیس^{۱۳۲} حدیثیں بہ روایت حضرت صدیق مروی ہیں ان کو امام سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ قلت روایت کے اسباب شاہ ولی اللہ صاحب نے یہ لکھے ہیں کہ اس حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہت کم زندہ رہے۔ وہ تھوڑا زمانہ بھی اور قسم کی مہمات کے طے کرنے میں گزر گیا۔ اُن کے معاصر قریباً سب صحابہ تھے جو خود عالم حدیث و روایت حدیث سے مستغنی تھے۔ تابعین بہت ہی کم تھے۔ واقعات بھی زیادہ پیش نہیں آئے۔ باوجود قلت روایت کے اہمات مسائل میں حضرت ابو بکر کی روایتیں سند ہیں۔ مثلاً طریقہ نماز حضرت ابو بکر سے ابن زبیر نے حاصل کیا اُن سے امام عطاء نے اُن سے ابن الجریج نے ابن الجریج کی نسبت یہ قول ہے کہ اُن کے زمانہ میں اُن سے بہتر نماز کا ادا کرنے والا نہ تھا۔ اہل مکہ ادا سے نماز میں طریقہ صدیقیہ کے پابند تھے۔ زکوٰۃ کی مقادیر کی بابت سب سے زیادہ مستند روایت حضرت صدیق کی ہے۔

فقہ۔ فقہ کے متعلق اجتہاد کا قاعدہ مقرر کیا جو سارے مجتہدوں کا دستور العمل بن گیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ "وے رضی اللہ عنہ شیخ و استاد جمیع مجتہدین شد بوضع این قاعدہ" فقہ کے جو مشکل مسائل پیش آئے اُن کو حل کیا۔ مثلاً میراث جڈہ۔ میراث جڈہ تفسیر کلام۔ حد شرب خمر۔ مہم شام کی دانگی کے وقت جو احکام امراء شکر کو دیئے وہ صدیوں تک امراء اسلام کا دستور العمل ہے۔

تعبیر و بیان۔ یہ بھی ایک علم الہی ہے جس کا ادراک جدید روشنی میں مشکل ہے۔ وجہ یہ کہ جو لوگ نہیں سمجھتے یا نہیں سمجھا سکتے وہ نور و صفائی باطن سے محروم ہیں جس کی ضرورت اس فن کے لئے ہے۔ بہر حال فن تعبیر کے امام ابن سیرین کا قول ہے

کان ابو بکر اعبر ہذا الامۃ بعد النبی آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں
صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر فن تعبیر میں سب سے زیادہ ماہر تھے

تصوف۔ سب سے اول تصفیہ و تزکیہ باطن کے واسطے کلمہ طیبہ کا طریقہ ذکر حضرت ابو بکر

نے تصنیف کیا۔ حضرت جنید کا قول ہے کہ توحید میں بزرگ تر کلام حضرت ابو بکر صدیق کا یہ مقولہ ہے
 سبحان من لم يجعل خلقه سبيلاً پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی مخلوق کے لئے سوائے
 اللہ بالعبز عجز کے کوئی رستہ نہیں بنایا

کشف المحجوب میں ہی طریقہ تصوف کے امام ابو بکر ہیں انقطاع عن الاعیان و جوہان تصوف
 ہی ان کے اس خطبے سے عیاں ہے الامن کان يعبد محمداً الم محبت دنیا سے پاک و
 صاف ہونے کا شاید غزوہ بتوک کا وہ واقعہ ہی ما خلقت لعیالک۔ قال اللہ ورسولہ
 اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑ آئے۔ کہا اللہ اور
 اس کا رسول۔ شاہ ولی اللہ صاحب تصوف صدیقی کے ذیل میں حضرت صدیق اکبر
 کے ان تمام اوصاف کی تفصیل کی ہے جو اساس تصوف ہیں۔ مثلاً توکل، احتیاط، تواضع
 خدا کی مخلوق پر شفقت رضا، خوف الہی۔ جو صاحب شایق تفصیل ہوں ازالہ الخفا دیکھیں۔ ہم
 مضمون کے عام فہم نہ ہونے کے سبب زیادہ تفصیل سے نہیں لکھتے۔ صرف خوف الہی کی ایک
 مثال پر اکتفا کرتے ہیں۔ حضرت ابو بکر نے ایک روز درخت پر ایک چڑیا دیکھی تو حسرت
 سے کہا:-

طوبی لك يا طير تاكل من شجرة کاو اے پرندے خوش حال ہی تو چل کھاتا ہے۔ درخت
 تستظل من شجرة و تصير الی غیر حنا کے سایہ میں بسر کرتا ہے حساب کتاب کا کچھ کھٹکا نہیں
 یالیت ابا بکر مثلك کا ش ابو بکر تجھ سا ہوتا

ناز میں خشیت الہی کا یہ عالم ہوتا کہ ایک چوب خشک کی طرح کھڑے ہوتے۔ طریقہ نقشبندیہ
 جو آج تک عالم میں فیض رساں ہی اس کا سلسلہ بواسطہ حضرت امام جعفر صادق حضرت
 ابو بکر صدیق تک پہنچا ہے۔

عقائد۔ عقائد کے متعلق حضرت ابو بکر نے سب سے اول توحید و رسالت کا امتیاز علیؑ لایا۔
 اُس وقت ظاہر کیا جب کہ خود صحابہ کرام تہمتیں یعنی بعد وفات حضرت سرور عالم صلی اللہ
 علیہ وسلم اِس موقع کا خطبہ قیامت تک یادگار رہیگا۔ بعد بیت رسالت و خلافت کے حدود
 صاف صاف علیؑ کا قائم کر دیئے۔ خلیفہ ہونے کے بعد ایک خطبہ خاص اس بحث کے متعلق
 دیا۔ اُس میں بوضاحت بیان کیا کہ دو باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھیں
 وہ مجھ سے طلب نہ کرنا ایک وحی۔ دوسری عصمت اس کو اس کثرت کے ساتھ خطبوں میں ظاہر
 کیا کہ سامعین کے ذہن میں راسخ ہو گیا۔ علاوہ خطبوں کے اور مواقع پر بھی اس کا لحاظ
 اہتمام کے ساتھ رکھا۔ کسی نے اُن سے کہا خلیفہ اللہ تو کہا

انا خلیفۃ رسول اللہ وانا بے داض میں رسول اللہ کا خلیفہ ہوں اور اسی سے خوش ہوں
 ایک بار کسی پر غصے ہو رہے تھے ایک شخص نے کہا حکم ہو تو اُس کی گردن اڑا دوں۔ فوراً
 کہا کہ یہ رتیبہ انے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا۔ واقعات وفات میں پڑھ چکی
 ہو کہ شدت سکرات میں جب ایک مدحیہ شعر ان کی شان میں پڑھا گیا تو آنکھیں کھول کر
 کہہ دیا کہ یہ شان رسول اللہ کی تھی۔ زکوٰۃ اور نماز میں جو تفریق قائم کرنے کی کوشش
 کی گئی اُس کو آغاز خلافت میں کس شدت سے روکا۔

علم الثنا ب۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ آج اناب قریش کے متعلق جس قدر علم ہے
 وہ بروایت زبیر بن بکار محفوظ ہے۔ انہوں نے مصعب زبیری سے حاصل کیا۔ مصعب نے
 بیک واسطہ مطعم بن جبر سے مطعم نے حضرت ابو بکر سے۔

بلاغت خطب۔ مؤرخین کا قول ہے کہ صحابہ کرام میں فصاحت خطبہ میں دو صحابی
 سے ممتاز تھے ایک حضرت ابو بکر دوسرے حضرت علی رضی اللہ عنہما۔

بعض مقولے :-

لا يحقرن احدكم احدا من المسلمين فان
صغير المسلمين عند الله اكبر
وجدنا الكرم في التقوى والغناء
في اليقين والشرف في التواضع
تم میں سے کوئی شخص کسی مسلمان کو حقیر خیال نہ کرے
اس لیے کہ چھوٹا سا مسلمان بھی خدا کے نزدیک بڑا ہے
ہم نے بزرگی تقویٰ میں۔ بے نیازی یقین میں
اور عزت تواضع میں دیکھی

ایک خطبے میں حدیث کے یہ الفاظ بیان کیے تھے جو آج کل ہر مسلمان کا دستور العمل بننے چاہئیں۔

ولا تقاطعوا ولا تباغضوا ولا تحاسدوا
وكونوا عباد الله اخوانا كما امركم
باہم قطع تعلق مت کر و بغض نہ رکھو۔ حسد مت کر دو
اے اللہ کے بندو بھائی بھائی ہو جاؤ جیسا کہ تم کو حکم ہے

حضرت خالد بن ولید کو ایک موقع پر نصیحت کی :-

فر من الشرف يتبعك الشرف وحرص
على الموت تو هب لك الحياة
جاہ و عزت سے جاگو عزت تمہارے پیچھے پھرگی
موت پر دلیر رہو تم کو زندگی بخشی جائیگی

مجتبى رسول حضرت صدیق اکبر محبت رسول میں غرق تھے۔ حضرت عروہ نے روایت کی ہے کہ
حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دوسرے سال حضرت ابو بکر نے ایک روز
خطبہ یا اس میں یہ الفاظ زبان سے نکلے :-

انى سمعت نبيكم صلى الله عليه وسلم
يعنى میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
عام الاول
پار سال سنہ ہجری

پار سال کے لفظ سے حادثہ وفات یاد آگیا بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔
اور بے تاب ہو گئے۔ سنبھل کر پھر خطبہ کا سلسلہ درست کیا پھر ان الفاظ سے دل پر چوٹ لگی

اور مضطرب ہو گئے۔ تیسری دفعہ ضبط کی کوشش کی اور خطبہ ختم کیا۔ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انا حضرت ام امین کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے بعد خلافت حضرت ابو بکر نے ایک دن حضرت عمر سے کہا:-

الطلق بنا الی ام امین نرودھا کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزورھا
چوسنت نبوی کی پیروی کریں اور ام امین سے چل کر ملیں

وہاں پہنچے تو وہ رونے لگیں۔ دونوں نے کہا روتی کیوں ہو اللہ کا تقرب اس کے رسول کے واسطے بہتر ہی۔ کہا یہ میں بھی جانتی ہوں۔ صدمہ اس کا ہی کہ وحی آسمانی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ یہ سن کر دونوں صاحبہ نے لگے۔ امام سیوطی نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر کا اصلی سبب فاشاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت تھی۔ اس صدمے سے گھلتے رہے یہاں تک کہ انتقال ہو گیا۔

ازواج و اولاد | حضرت ابو بکر نے چار شادیاں کیں۔ دو زمانہ جاہلیت میں دو بعد اسلام ایام جاہلیت کی بی بیایں قبیلہ اور ام رومان تھیں۔ قبیلہ قبیلہ نبی عامر سے تھیں۔ اسلام سے مشرف نہیں ہوئیں۔ ام رومان مالک بن کنانہ کی اولاد سے تھیں۔ اسلام لایا ہجرت کے وقت حضرت ابو بکر ان کو مکہ میں چھوڑ گئے تھے چند روز کے بعد مدینہ بلا لیا ذی حجہ ۱۱ھ ہجری میں بمقام مدینہ رحلت کی۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک سے دفن کیا۔ زمانہ اسلام میں ایک شادی ام رومان کی وفات کے بعد اسما بنت عمیس سے ۱۲ھ ہجری میں کی۔ دوسری شادی حبیبہ بنت خارجه انصاریہ سے حضرت ابو بکر کی وفات کے وقت یہ دونوں بی بیایں زندہ تھیں۔ اولاد میں لڑکے اور تین لڑکیاں۔ اولاد میں سب سے بڑے حضرت عبدالرحمن ام رومان کے بطن سے ۵۳ھ میں وفات پائی۔ دوسرے لڑکے

عبداللہ قلیلہ کے لطن سے غزوہ طائف میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کاب
 شریک تھے تیر کا زخم پاؤں میں لگا اس کے صدمہ سے سوال اللہ میں انتقال ہوا۔ تیسرے
 لڑکے محمد ہیں۔ یہ مدینہ میں پیدا ہوئے ان کی والدہ اسماء بنت عمیس تھیں۔ قاسم ان کے صاحبزادے
 تھے۔ جو فقہاء سبعہ میں ہیں۔ لڑکیوں میں سب سے بڑی حضرت اسماء تھیں۔ ان کی والدہ
 قلیلہ۔ حضرت زبیر کے ساتھ شادی ہوئی۔ سترہ آدمیوں کے بعد دائرہ اسلام میں شامل
 ہوئیں۔ دوسری لڑکی حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

حضرت عبدالرحمن کی حقیقی بہن تمام ازواج مطہرات میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
 کو زیادہ محبوب تھیں۔ ان کا علم و فضل مسلم ہی۔ حافظ ابن حجر نے اصحابہ میں لکھا ہے کہ جو آٹھ
 بزرگ صحابہ کرام میں اجتہاد فقہ میں ممتاز تھے ان میں حضرت عائشہ بھی تھیں۔ تیسری لڑکی
 ام کلثوم ہیں۔ ان کی والدہ بنت خارجہ اپنے والد کی وفات کے بعد پیدا ہوئیں۔ لڑکوں
 میں سلسلہ نسل حضرت عبدالرحمن اور محمد سے چلا حضرت عبداللہ کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

باب سوم

فضائل

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس تیرہ سو برس کے عرصے میں کتنی کروڑ مرتبہ خطیبوں نے
 بر سرِ منبر حضرت ابو بکر کے "افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق" ہونے کا اعلان کیا ہے اور
 اس طرح ان کی فضیلت کی سچی شہادت علی رؤس الاشهاد ادا کی ہے۔ آج بھی چاروں انبیا عالم میں

جہاں جہاں اہل حق ہیں یہ پر عظمت صد امہ جمعہ کو لاکھوں منبروں پر بلند ہوتی ہے۔
فضائل صدیقی کی بنیاد میں شہادتوں پر ہے (۱)، آیات کلام مجید (۲)، احادیث نبوی
اور (۳) اقوال صحابہ کرام و اہل بیت اطہار و سلف صالحین رضی اللہ عنہم اجمعین۔
اسی ترتیب سے ہم فضائل بیان کرتے ہیں۔

آیات کلام مجید (۱)، واللیل اذا الغشیٰ
والنہار اذا تجلیٰ وما خلق الذکر
والانثیٰ ان سعیکم لشیٰ فاما
من اعطی والقیٰ وصدق بالحسنیٰ
فسنیٰ کا لیسریٰ
وسیجنہا الرقیٰ اللذی یوتی مالہ یتزکیٰ
وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزیٰ الا
ابتغاء وجہ ربہ الا علیٰ ولسوف یرضیٰ
قسم رات کی جب ڈھانک لے اور دن کی جب
روشن ہو، نر اور مادہ پیدا کرنے کی ضرورت تھاری
کوشش قسم قسم کی ہی۔ جس نے دیا اور پرہیزگار
ہوا اور بیچ مانا اچھی بات کو۔ تو ہم اس کو آہستہ
آہستہ آسانی میں پہنچا دیں گے۔

اور سب سے زیادہ پرہیزگار جہنم کی آگ سے بچایا جائیگا جو دیتا ہی پناہ
تذکیہ باطن کے لئے اور نہیں اس پر کسی کا احسان
جس کا بدلہ دیا جائے مگر اپنے رب اعلیٰ کی خوشنودی
کے واسطے دیتا ہی اور وہ ضرور آئندہ خوش ہوگا۔

مفسرین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ جب حضرت ابو بکر نے راہ خدا میں حضرت بلال وغیرہ کو
رجو اسلام لانے کی وجہ سے اپنے کافر آقاؤں کے پنجہ عذاب میں گرفتار تھے، خرید خرید کر
آزاد کیا تو ایک روز ان کے والد ابو قحافہ نے کہا کہ "جان پدر۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم کفر

نوٹ صفحہ ۱۱۲) لے اس باب کا ماخذ کتب ذیل ہیں :-

(۱) تاریخ الخلفاء امام جلال الدین سیوطی (۲) ازالۃ الخفاء عن خلافة الخلفاء۔ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی

(۳) الصلوۃ المامعہ سید مصطفیٰ بن کمال الدین خلوتی (۴) الاصابہ امام ابن حجر عسقلانی

اور حقیر غلاموں کو مولوں لے لے کر آزاد کرتے ہو۔ کاش تم قوی اور کام کے آدمیوں کو آزاد کرتے تو وہ تمہارے کام آتے اور پشت پناہ بنتے، حضرت ابو بکر نے یہ سن کر جواب دیا کہ: ”ابا جان۔ میں صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا طالب ہوں۔“ اس پر آیاتِ بالا نازل ہوئی۔ امام ابن جوزی نے لکھا ہے کہ ”اجماع امت اس پر ہے کہ آیت وسیعہ بالانوار لقی حضرت ابو بکر کی شان میں نازل ہوئی ہے۔“ اس موقع پر ایک نکتہ سن لینا چاہیے۔ آیت بالا میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر کو ”القی“ (سب سے زیادہ پرہیزگار) فرمایا ہے۔ ایک دوسری آیت ہے۔

انکم عند اللہ القی کم (اللہ کے نزدیک بالتحقیق تم میں وہ سب سے زیادہ بزرگ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے)۔ ان دونوں آیتوں کے مفہوم سے منطق کی شکل اول بنی۔ ابو بکر القی کم وکل القی کم (اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پرہیزگار ہیں)۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ ”احادیث سے حضرت ابو بکر کی افضلیت کی چار وجہیں معلوم ہوتی ہیں۔ اول امت میں مرتبہ علیا پانا۔ صدیقیت اسی سے مراد ہے۔ دوم ابتدائے اسلام میں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت۔ سوم نبوت کے کاموں کو اتمام تک پہنچانا۔ چہارم آخرت میں علوم مرتبہ“ یہ بھی لکھا ہے کہ ”حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی عملی قوت اور عقلی قوت حضرات انبیاء علیہم السلام کی عملی و عقلی قوت سے مشابہ تھی“ جس مال کو راہِ خدا میں صرف کر کے حضرت ابو بکر لطفِ خداوندی سے ممتاز ہوئے اُس کی شان دیکھو۔

حدیث میں آیا ہے کہ اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر کے مال کو مثل اپنے مال کے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۳) (۵) الاستیعاب حافظ ابن عبد البر (۶) الریاض النضرۃ محب الدین طبری رحمہم اللہ تعالیٰ

بے تکلف خرچ فرماتے تھے۔ ارشاد نبوی ہے کہ ”ہم پر جس کا بھی احسان تھا ہم نے اُس کا بدلہ لے دیا۔
صرف ابو بکر کا احسان باقی ہے اُس کا بدلہ قیامت کے دن خداوند تعالیٰ بخشنے گا“ اس حدیث
کے ساتھ ایک حدیث اور ملاؤ۔

یا ابا بکر عطاک اللہ الرضوان الاکبر اے ابو بکر اللہ تعالیٰ نے تم کو سب سے بڑی خوشنودی سے
قال وما رضوانہ الا کبر قال ان اللہ سر بلند فرمایا۔ عرض کیا یا رسول اللہ سب سے بڑی خوشنودی
یتجلی للخلق عامۃً یتجلی لک خاصۃً اللہ تعالیٰ کی کیا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ مخلوق کے واسطے
تجلی عام فرمائیگا اور تمہارے واسطے تجلی خاص

اب تمہارے ذہن میں عطا کے ربّانی کا مفہوم آسکیگا۔ ایک اور امر غور طلب ہے۔ آیات
بالا میں حضرت ابو بکر کے خوش ہو جانے کا وعدہ ہے۔ سورہ والنحیٰ میں حضرت سرور عالم صلی اللہ
علیہ وسلم کو خوش فرمادینے کا وعدہ ہے۔ اس سے بھی حضرت ابو بکر کے علوم مرتبہ کا پتہ چلتا ہے۔
(۲) الا تنصروه فقد نصر اللہ اذ اگر تم رسول کی مدد نہیں کرتے ہو تو (کچھ پرواہ نہیں)
اخرجہ اللذین کفروا ثانی اثنین اللہ نے اُن کی مدد اُس وقت کی جب کافروں نے اُن
اذہما فی الغار اذ یقول لصاحبا کو نکال دیا اور وہ دو میں کے ایک تھے جب دو نوغار
لا تحزن ان اللہ معنا ۛ میں تھے۔ جس وقت وہ اپنے دوست سے کہتے تھے ملول
نہو خدا ہمارے ساتھ ہے

اس آیت میں اُس موقع کا ذکر ہے جب ہجرت کے وقت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کی رفاقت میں حضرت ابو بکر فارحرا ہیں تھے۔ اُس وقت کا ارشاد ”ان اللہ معنا“ اُس
وقت ایمانی کا جلوہ دکھلاتا ہے جس کے سامنے مخالفین نے بھی سر تسلیم ادا بن کر دیا ہے۔ اُسے
موقع پر صدیق اکبر کی محبت اُن کے علو مرتبہ کی اعلیٰ شہادت ہے۔ رضی اللہ عنہ۔

علوم مرتبہ کا پایہ بلند تر ہو جاتا ہے بلکہ اُس درجہ پر پہنچ جاتا ہے جس کے آگے صرف رسالت اور نبوت کا رتبہ ہی۔ جیسا اس ارشادِ نبوی پر غور کیا جائے ”ما ظنک باثنین اللہ تالہما“ اسے ابو بکرؓ تھارا ان دو کی نسبت کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ ہی۔ جب کفار سرگرم تلاش غارِ حرا کے منہ پر اکھڑے ہوتے ہیں اور یارِ غار کو اُن کے پانوں نظر آتے ہیں تو اُن کی زبان سے بے اختیار نکلتا ہے ”واللہ کے رسول ہم تو اب پائے گئے“ اُس وقت ارشادِ بالا صادر ہوتا ہے۔ غور کیجئے قرب الہی کا یہ وہ مقام ہے جہاں صرف اللہ۔ رسول اور صدیق ہیں۔ اللہ اکبر۔ ثانی اثنین میں دوسری شان ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت میں دو میں کا ایک فرمایا ہے اس طرح صدیق اکبر آپ کے دوسرے ہوتے ہیں۔ یہ تقربِ نبوی کا جلوہ ہے۔ یہ رفاقت اور اثنینیت محض اتفاقی نہ تھی۔ نتیجہ تھی اُس فدایت اور سرگرمی خدمت کا جس کی سعاد روزِ ازل سے حضرت صدیق کے مقدر میں تھی۔ یارِ غار نے یہ معیت۔ جان۔ مال۔ اہل عیال۔ ریاست و آسائش غرض جو کچھ اُن کی بساط میں تھا سب کچھ آپ پر سے قربان کر کے حاصل کی تھی۔

ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم اللہ تعالیٰ نے مومنین سے جنت دے دیکر اُن کی جانیں بآن لھد الجنة خرید لی ہیں۔ اہل تقرب کی جنتِ رضا کے دوست ہی

شعر

بمزویا و خود۔ باغِ بہشت و وعدہ فرمودی مگر۔ باغِ بہشتی۔ بہتر از یاد تو می باشد
 تم حالاتِ صدیق اکبر میں پڑھ چکے ہو کہ وہ بعثت سے ایک سال پہلے سے آپ کی خدمت
 میں حاضر ہوتے تھے۔ مردوں میں سب سے پہلے ایمان لائے اور دوسرے ہوئے۔ ارشاد
 ہے۔ (ابتداءً اسلام میں) ”میں نے کہا کہ میں سارے انسانوں کی جانب خدا کا رسول

ہوں۔ تم نے کہا جھوٹا ہے۔ ابو بکر نے کہا سچ ہے۔
 آنحضرتؐ آغاز اسلام میں حرم محترم میں خانہ کعبہ کے قریب مشغول عبادت ہیں۔
 کفار حملہ آور ہوتے ہیں اور گلوٹے مبارک میں چادر ڈال کر گھونٹتے ہیں۔ کسی نے حضرت
 صدیق سے کہا ”ادراک صاحبك“ اپنے دوست کی خبر لو۔ یہ سن کر بتایا نہ آئے اور کفار
 کے نرغے میں گھس گئے اور یہ کہہ کر حملہ کیا:-

”ولیکم اتقتلون رجلا ان یقول ربی“ تم پر افسوس ہے۔ کیا تم ایک شخص کو اس کہنے پر
 اللہ وقد جاءکم بالبینات من قتل کرتے ہو کہ میرا رب اللہ ہے۔ اور حال یہ ہے
 ربکم کہ وہ تمہارے پاس خدا کی جانب سے روشن دلیلیں لے کر

آیا ہے

کافروں نے جو سلوک ان کے ساتھ کیا وہ تم پڑھ چکے ہو۔
 جب ہجرت کا حکم آیا اور مدینہ کا ستار اچھکا یا رخسار کو چھوڑ کر ہمارا کاب تھی۔
 غرض وہ کون سا معرکہ اور موقع تھا جہاں صدیق اکبرؓ پروانہ دار شمع رسالت (بابی امی)
 پر نثار نہ تھے۔ اس جاں نثاری و جاں بازی نے قلبِ قدس میں وہ جگہ پائی تھی کہ ہر
 موقع پر ارشاد ہوتا تھا۔ ”انا و ابوبکر و عمر“ (ہیں اور ابو بکر اور عمر)
 ایک موقع پر جب نطق حیوان کا ایک واقعہ اپنے بیان فرمایا تو سامعین نے تعجب کیا
 ارشاد ہوا میرا اور ابو بکر اور عمر کا اس پر ایمان ہے۔ حالانکہ یہ دو نوحیل القدر صحابی
 اس وقت حاضر نہ تھے۔ غزوہ بدر میں شہ گاہ نبوی کی پاسبانی حضرت صدیق کے سپرد ہوئی
 یہ ایسا معرکہ خیز وقت تھا کہ اس کے لحاظ سے حضرت شیر خدا نے حضرت ابو بکر کو شیخ الناس
 رسب آدمیوں سے زیادہ بہادر فرمایا ہے۔ حیات نبوی میں احکام دین بتانے میں ثانی

ہوئے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک کے زمانہ میں سوائے صدیق اکبر کے کسی نے فتویٰ نہیں دیا۔ ناسازی فزاج مبارک میں اہمیت نماز میں ثانی ہوئے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلیفہ رسول اللہ کی حیثیت سے ترقی دین کی خدمت ان کے سپرد ہوئی۔ اُس وقت جس غم اور قوت ایمانی کا ظہور ہوا وہ صدیق اکبر کا حصہ تھا۔ اُس کا حال حالات و واقعات آپ کو سنا چکے۔ مفارقت محبوب کا صدمہ جان لے کر گیا۔ امام سیوطی کا قول تم نے پڑھا کہ ”ان کا اصل مرض اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت تھی“ جب تک زندہ رہے اس صدمے سے گھلتے رہے۔ حیات ظاہری ختم ہوئی تو پہلوئے مبارک میں جگہ ملی۔ اور دوسرے ہوئے ارشاد نبوی ہے کہ قیامت کے روز سب سے اول میری قبر کشادہ ہوگی پھر ابو بکر کی پھر عمر کی۔ میری امت میں سب سے اول ابو بکر داخل جنت ہوں گے۔ دعا فرمائی کہ الہی ابو بکر کو جنت میں میرے درجہ میں جگہ دینا۔ اللہ اور اُس کے رسول بہتر جانتے ہیں کہ سلوک رفاقت کن مقامات عالیہ تک پہنچا ہے۔ صوفیائے کرام نے فرمایا ہے کہ حضرت صدیق کو ضمنیت کبریٰ کا مرتبہ حاصل تھا اور ان کی نسبت ابراہیمی تھی۔ کلام مجید میں حضرت ابراہیم کا لقب اداہ (دورمند) ہے۔ صحابہ کرام حضرت صدیق کو اسی لقب سے یاد کرتے تھے۔

(۳) هو اللذی یصلی علیکم و ملائکتہ دی ہی جو رحمت بھیجتا ہے تم پر اور اُس کے فرشتے تاکہ

لیخر جکم من الظلمات الی النور لکالے تم کو تاریکیوں سے روشنی میں اور ہی ایمان

وکان بالمومنین رحیمہ والوں پر مہربان

(سورہ اعراب رکوع ۵)

جب آیت۔ ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی نازل ہوئی تو حضرت ابو بکر نے

عرض کی کہ یا رسول اللہ تعالیٰ جو فضل و کرم آپ پر فرماتا ہی اُس میں ہم نیاز مندوں کو بھی شریک فرماتا ہی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(۳) ووصینا الانسان بوالديه اور ہم نے انسان کو ماپاپ کے ساتھ نیکی کرنے
احساناً ط (سورۃ الاحقاب - رکوع ۲) کا حکم دیا ہی

(۵) وشارھم فی الامم ج اور اُن سے مشورہ لو ہر کام میں

سورۃ ال عمران رکوع ۱۱

حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہی کہ میرے دو وزیر اہل آسمان میں سے ہیں۔ جبریل اور میکائیل۔ اور دو اہل زمین میں سے ہیں ابوبکر اور عمر۔ ایک اور حدیث میں ارشاد ہی ابوبکر اور عمر میرے سمع و بصر ہیں۔

(۶) وان تظہر اعلیہ فان للہ مولدہ اگر تم دو نوچڑھائی کرو اُن پر (رسول پر) تو اللہ

وجبریل و صالح المومنین اُن کا کار ساز ہے اور جبریل اور صالح اہل ایمان

والملائکۃ بعد ذالک ظہیراً اور اُس کے بعد فرشتے مددگار ہیں

التحریم رکوع (۱۱)

شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہی کہ مفسرین کے سوا د اعظم کا قول ہی کہ یہ آیت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی شان میں نازل ہوئی۔ صالح مومنین سے وہی مراد ہیں۔

(۷) ولمن خاف مقام ربہ جنتان اور جو شخص خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے سے

ڈرے اُس کے لئے دو جنتیں ہیں

آیات بالا کے سوا جس قدر آیتوں میں صحابہ کرام۔ سابقون اولون۔ مہاجرین۔

مجاہدین اور مومنین وغیرہ کے اوصاف و فضائل ہیں اُن میں حضرت ابوبکر بطریق اولی شریک

ہیں۔ اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ بکثرت آیات قرآنی سے فضائل صدیقی ثابت ہیں۔

احادیث بتوی خاص حضرت ابو بکر کے فضائل میں ایک سو اکیاسی (۱۸۱) حدیثیں مروی

ہیں۔ اٹھاسی (۸۸) حدیثیں ایسی ہیں جن میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی فضیلت کا بیان

ہے۔ سترہ (۱۷) حدیثیں ایسی ہیں جن میں مجموعی طور پر خلفائے ثلاثہ کے فضائل ہیں۔ چودہ

حدیثوں میں خلفائے اربعہ کے فضائل مجموعی طور پر مذکور ہیں۔ سولہ (۱۶) حدیثوں میں خلفائے

اربعہ کے ساتھ اور صحابہ کرام بھی شریک فضائل ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اس طرح

(۱۸۱ + ۸۸ + ۱۷ + ۱۶ + ۱۶) تین سو سولہ حدیثیں حضرت ابو بکر کے فضائل میں روایت

کی گئی ہیں۔ یہ تعداد تو ان حدیثوں کی ہے جو مخصوص نام کے ساتھ ہیں۔ جن ہزاروں حدیثوں

میں مہاجرین۔ مومنین وغیرہ اہل ایمان و صلاح کے فضائل مذکور ہیں وہ بھی حضرت صدیق اکبر

کی شان میں صادق آتی ہیں۔ چند حدیثیں بطور نمونہ اور تبرک کے یہاں نقل کی جاتی ہیں

(۱) ما دعوت احدًا الی الاسلام الا

کان سال عنہ کبوة و تردد و نظر

الا ابا بکر ما عتم عنہ حین ذکرته

وما تردد فیہ (ابن اسحق)

(۲) هل انتم تارکون لی صاحبی انی

قلت یھا الناس لنی رسول اللہ

الیکم جمیعاً۔ فقلتم کذابت وقال

ابوبکر صدق (بخاری)

ابو بکر نے کہا سچ ہی

ایک مرتبہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر سے کچھ جھگڑا ہو گیا تھا۔ حضرت ابو بکر فوراً نام

ہوئے اور معافی چاہی۔ فاروق اعظم نے معاف کرنے سے انکار کیا۔ حضرت ابو بکر نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر یہ ماجرا عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ یا ابا بکر لعنہ اللہ لک یا ابا بکر لعنہ اللہ لک۔ اے ابو بکر تمہاری خطا اللہ بخشتے، اے ابو بکر تمہاری خطا اللہ بخشتے۔ اس عرصے میں حضرت عمر کو اپنے فعل پر ندامت ہوئی اور حضرت ابو بکر کے مکان پر پہنچے۔ وہاں نہ ملے تو کاشانہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کو دیکھا تو چہرہ مبارک غصے سے متغیر ہو گیا۔ حضرت ابو بکر یہ کیفیت دیکھ کر ڈر گئے اور گھٹنوں کے بل گر کر دوبار عرض کی انا کنت اظلم منہ۔ زیادتی میری جانب ہوئی۔ اس وقت حدیث بالا ارشاد فرمائی گئی۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد پھر کسی نے حضرت ابو بکر کو کبھی ایذا نہیں پہنچائی۔

(۳) ما طلعت الشمس ولا غربت علی حد
فضل من ابی بکر اذ ان یكون نبی
ہو (ابو نعیم۔ عبد الرحمن بن حمید وغیرہما)

سوائے نبی کے آفتاب کسی ایسے شخص پر طلوع یا
غروب نہیں ہوا جو ابو بکر سے زیادہ بزرگ
ہو (طبرانی)

(۴) ابو بکر خیر الناس الا ان یكون نبی
ہو (طبرانی۔ ابو نعیم وغیرہما)

(۵) ان اللہ یکرہ فوق السماء ان یخطأ
ابو بکر (طبرانی۔ ابو نعیم وغیرہما)

(۶) عن عمرو بن العاص قال قلت یا
رسول اللہ من احب الناس الیک
قال عائشة قلت من الرجال قال ابو
ہاشم ثم من قال عمر بن الخطاب
ہو (بخاری۔ مسلم)

اللہ تعالیٰ آسمان پر اس بات کو ناپسند فرماتا ہے کہ
کہ ابو بکر خطا کریں
عمرو بن العاص نے کہا ہے کہ میں نے اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک سب آدمیوں میں زیادہ کون محبوب ہے فرمایا عائشہ میں نے کہا مردوں میں فرمایا ابو بکر پھر عرض کی ان کے بعد فرمایا عمر ابن الخطاب

اس حدیث کو حضرت انس حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس نے بھی روایت کیا ہے۔

(۷) عن علی بن ابی طالب کنت مع رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ طلع
 ابوبکر وعمر فقال رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم لا بی بکر وعمر ہذا ان
 سید اکھوا اهل الجنة من
 الاولین والآخرین الا النبیین و
 المرسلین۔ (بخاری و ترمذی وغیرہ)

حضرت علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ میں آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت ابوبکر
 اور عمر نمایاں ہوئے آپ نے ان کی نسبت فرمایا کہ یہ
 دو نوابیہ اور مرسلین کے سوا سارے اگلے
 پچھلے اور صیغہ عمر والے جنتیوں کے سردار
 ہیں۔ ان کو خبر نہ کرنا۔

حضرت شیر خدا سے اس حدیث کے راوی حضرت امام زین العابدین میں رضی اللہ عنہ
 یہ حدیث حضرات ابن عباس۔ ابن عمر۔ ابوسعید خدری اور جابر بن عبد اللہ نے بھی
 روایت کی ہے۔

(۸) ارحم امتی بامتی ابوبکر و ترمذی امام الخ
 میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ مہربان
 ابوبکر ہیں

(۹) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من
 نبی الا وله وزیران من اهل السماء و
 وزیران من اهل الارض۔ فاما وزیرای
 من اهل السماء فجبریل و میکائیل و اما
 وزیرای من اهل الارض فابوبکر و عمر
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی نبی
 ایسا نہیں ہے جس کے دو وزیر اہل آسمان میں سے
 اور دو وزیر زمین والوں میں سے نہ ہوں۔ میرے
 دو وزیر آسمان والوں میں سے جبریل اور میکائیل ہیں اور
 اہل زمین سے ابوبکر اور عمر

(۱۰) ابوبکر فی الجنة (اصحاب سنن وغیرہ)
 ابوبکر جنتی ہیں

(۱۱) ان اهل لدرجات العلی لیراهم
من تحتهم کما ترون النجم الطالع
فی افق السماء وان ابابکر و عمر معہ

(ترمذی - طبرانی)

(۱۲) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کان یخرج علی اصحابہ من المہاجرین
والانصار وھم جلوس فیہم ابوبکر
وعمر فلا یرفع الیہ احد منہم لعمریہ
الا ابوبکر و عمر فاخما کانا

ینظران الیہ وینظر الیہما ویبسمان الیہ
ویتیسر الیہما (ترمذی)

(۱۳) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
خرج ذات یوم فدخل المسجد ابوبکر
وعمر احدهما عن یمینہ والآخر
عن شمالہ وھو اخذ باید الیہما و
قال لھذا ابتعث یوم القیامتہ

(ترمذی - حاکم - طبرانی)

(۱۴) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انا اول من تنشق الارض عنہ

بلند مرتبہ (جنتیوں) کو نیچے درجے والے اس طرح
دیکھیں گے جس طرح تم کنارہ آسمان پر روشن
ستارے کو دیکھتے ہو ابوبکر اور عمران ہی میں
ہیں

حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام جبرہ
اور انصار کے مجمع میں تشریف لاتے تھے جن میں
حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی ہوتے تھے اہل علیہ
سے کوئی صاحب آپ کی جانب نگاہ نہیں اٹھاتے تھے
سوائے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے یہ دونو صاحب آپ کی
جانب دیکھتے تھے آپ ان کی طرف اور یہ دونو صاحب آپ کی
جانب دیکھ کر اٹھتے تھے آپ ان کی طرف دیکھ کر قسم فرماتے تھے

ایک روز حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دولت خا
سے مسجد میں اس شان سے تشریف لائے کہ حضرت
ابوبکر اور حضرت عمر آپ کے دائیں بائیں تھے اور آپ ان کے
ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور فرمایا ہم اسی طرح قیامت
کے دن اٹھینگے۔ ردیکو اسی کا انتظام کہ دونو صحابہ
روضہ اقدس میں پہلو سے مبارک میں دفن ہیں

حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
قیامت کے دن، سب اول میرے اوپر سے زمین کٹائے

ثم ابوبکر ثم عس (ترندی - حاکم)

(۱۵) ان النبي صلى الله عليه وسلم

ابا بكر وعمر فقال هذان السمع و

البصر (ترندی - حاکم - طبرانی)

(۱۶) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

انت صاحبى على الحوض وانت

صاحبى فى الغار (ترندی)

(۱۷) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

ان من امن الناس على فى صحبته

وماله ابا بكر ولو كنت متخذاً خليلاً

لا اتخذت ابا بكر خليلاً ولكن

اخوة الاسلام (بخاری و سلم)

ہوگی پھر ابوبکر کے پھر عمر کے

حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

ابوبکر اور حضرت عمر کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ دونوں سمع

اور بصر ہیں

حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

ابوبکر سے) فرمایا تم میرے رفیق حوض (کوثر) پر

ہو اور میرے رفیق غار میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن شخصوں

کا میرا اوپر صحبت اور مال میں سب سے زیادہ احسان ہے ان میں

ابوبکر ہیں اور اگر میں کسی کو اپنا خلیس (دولی دوست)

بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ لیکن اخوة اسلام

ہے

یہ حدیث تیرہ صحابیوں نے روایت کی ہے اور امام سیوطی نے اس کو متواتر حدیثوں

میں داخل کیا ہے۔

(۱۸) قال رسول الله صلى الله عليه

وسلم ما لاحد عندنا يدا الا وقد

كافانا ابا بكر فان له عندنا

يداً يكافيه الله بجا يوم القيامة

وما نفعنى مال احد قط ما نفعنى

حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کہ ہم پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ ہم نے نہ دئے

ہو مگر ابوبکر کہ ان کا جو احسان ہمارے ذمہ ہے اس کا

بدلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دیکھا اور کبھی کسی کے

مال نے وہ نفع مجھ کو نہیں یا جو ابوبکر کے مال نے دیا

مال ابی بکر (ترزی)

حضرت ابو بکر اس ارشاد مبارک کو سن کر روئے اور کہا کہ یا رسول اللہ کیا میرا مال آپ

کا مال نہیں ہے۔

(۱۹) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
لحسان بن ثابت هل قلت في
ابي بكر شيئاً قال نعم فقال قل
وانا اسمع فقال

حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن)
حضرت حسان بن ثابت سے فرمایا کہ تم نے ابو بکر کی
شان میں کچھ کہا ہے جو اب یا کہا ہے فرمایا مجھ کو پڑھ کر
سناؤ انہوں نے یہ شعر پڑھے

اشار

(۱) وثاني اثنين في الغار المنيف
طاف العدو به اذ صعد الجبل
(۲) وكان حب رسول الله قد علوا
من البرية لم يعدل به احد
فضحك رسول الله صلى الله عليه
وسلم حتى بدت نواجزه ثم قال
صدق يا حسان هو كما قلت
(ابوسعيد - حاكم)

اور بلند غار میں وہ دو میں کے ایک تھے جب دشمن پہاڑ
پر چڑھ کر گرد گھوم رہے تھے
وہ رسول اللہ کے محبوب ہیں اور لوگوں کو تحقیق کے
ساتھ اس کا علم ہے کہ ساری مخلوق میں آپ کے نزدیک ان کی برکتوں میں
یہ سن کر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر
ہنسنے لگے کہ دندان مبارک نمایاں ہو گئے اور فرمایا اے
حسان تم نے سچ کہا وہ ایسے ہی ہیں جیسا کہ
تم نے کہا

(۲۰) عن ابی الاروی الدوسی كنت عند
رسول الله صلى الله عليه وسلم
فاقبل ابوبكر وعمر فقال الحمد لله

حضرت ابی اروی سے روایت ہے کہ میں حضرت سرور عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت ابو بکر اور
عمر آئے انکو دیکھا آپ نے فرمایا اے خدا کا شکر ہے کہ تم دونوں

اللذی ایدنی بکما (بزاز - حاکم) کے ذریعہ سے میری تائید کی

(۲۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو بکرؓ

ابوبکر صاجی فی الغار و مولسی میں میرے رفیق تھے اور غار میں میرے مونس

فی الغار سد و اکل خوختہ فی المسجد تھے مسجد میں جس قدر کھڑکیاں ہیں سب بند کر دو مگر

غیر خوختہ ابی بکر (عبداللہ ابن احمد) ابو بکر کی کھڑکی

جب مسجد نبوی تعمیر ہوئی تھی تو اس کے گرد مکانات تعمیر ہوئے تھے صحابہ کرام کے مکانوں

کی کھڑکیاں مسجد کی جانب تھیں رحلت کے قریب ارشاد ہوا کہ سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں

ابو بکر کی کھڑکی مستثنیٰ ہے۔ (جزو ثانی اس حدیث کا مسلم و ترمذی نے بھی روایت کیا ہے)۔

(۲۲) اللهم اجعل بابک فی درجتی فی الجنة ارشاد مبارک ہے اے ابوبکر کو قیامت کے دن جنت میں

یوم القیامتہ (حاکم) میرے ہی درجہ میں جگہ دینا

(۲۳) یا ابا بکر انت عتیق الله من النار ارشاد مبارک ہے اے ابوبکر تم کو اللہ نے دوزخ

(حاکم - ابن عساکر) سے آزاد کر دیا ہے

(۲۴) یا ابا بکر اعطاک الله الرضوان ارشاد مبارک ہے اے ابوبکر بارگاہ انہی سے تم کو سب سے

الا کبر قال وما رضوانه الا کبر بڑی خوشنودی عطا ہوئی۔ دریافت کیا سب سے بڑی خوشنودی

قال ان الله يتجلی للخلق عامه و کیا ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے لیے تجلی عام فرمائے گا

یتجلی لك خاصة (حاکم) اور تمہارے لیے تجلی خاص

(۲۵) ابي الله والمؤمنون ان یختلف اے ابوبکر اللہ تعالیٰ المؤمنین کو اس سے سخت انکار

علیک یا ابا بکر (امام احمد - ابو نعیم) ہے کہ تمہارے متعلق اختلاف ہو

(۲۶) ان لم یجد نینی فاتی ابا بکر (تاریخ بخاری) اگر تو مجھ کو نہ پاوے تو ابو بکر کے پاس آنا

ایک صحابی بی بی نے مدینہ میں آکر مسالہ دریافت کیا جب رخصت ہونے لگیں تو عرض کی کہ یا رسول اللہ اگر آئندہ میں آؤں اور آپ نہ ملیں تو مسالہ کس سے دریافت کروں ان کے جواب میں آپ نے ارشاد بالا صادر فرمایا۔

(۲۷) مروا ابابکر فلیصل بالناس ابو بکر کو حکم دو کہ نماز پڑھائیں

(بخاری - مسلم - ترمذی - ابن ماجہ)

جب مرض وفات میں آپ مسجد میں تشریف لے جا کر امامت نہ فرما سکے تو ارشاد بالا صادر ہوا۔

(۲۸) لغم وادرجوان تکون منہم ہاں اور میں امید کرتا ہوں کہ تم ان میں سے ہو گے

(امام احمد - بخاری - مسلم)

ایک بار حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حجت کے دروازوں اور ان میں سے داخل ہونے والوں کا ذکر فرما رہے تھے۔ حضرت صدیق اکبر نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کوئی ایسا بھی ہوگا جو سب دروازوں سے داخل ہو۔ اس کے جواب میں حدیث مذکورہ بالا ارشاد ہوئی۔

(۲۹) ما اوحی الی شیئ الا صبتہ فی جو وحی مجھ پر نازل فرمائی گئی میں نے اس کو

صدر ابی بکر (ریاض) ابو بکر کے سینہ میں پھوڑ دیا

صوفیائے کرام نے اس حدیث کو بہ کثرت روایت فرمایا ہے۔

(۳۰) ما فضلکم ابوبکر لفضل صوم ولا ابو بکر کو تم پر نماز یا روزے کی وجہ سے فضیلت

صلوۃ و لکن لبشئ و قرصد لہ حاصل نہیں ہے بلکہ ایک باوقار چیز کی وجہ سے ہی جو

ان کے سینہ میں ہے (ریاض)

اقوال صحابہ کرام و اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم اجمعین

(۱) قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
حضرت عمر نے حضرت ابو بکر سے کہا اے سب اہل بیت
لابی بکر یا خیر الناس بعد
سے بہتر رسول اللہ کے بعد
رسول اللہ (ترذی)

(۲) قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
ابو بکر سیدنا (بخاری)
فاروق اعظم کا یہ بھی قول ہے کہ ابو بکر ہمارے
سردار ہیں

(۳) قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
لو وزن ایمان ابی بکر یا ایمان اهل
الارض لرجح بجمہ (بیہقی)
حضرت عمر کا یہ بھی قول ہے کہ اگر ابو بکر کا ایمان سارے
زمین کے اہل ایمان سے تو لا جائے تو اس کا پلہ
بھاری رہیگا

(۱) قال علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ
عنه خیر ہذا الامت بعد نبیہا
ابو بکر و عمر (امام احمد وغیرہ)
حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے
کہ اس امت میں اس کے نبی کے بعد ابو بکر اور
عمر سب بہتر ہیں

امام سیوطی کا قول ہے کہ امام ذہبی نے اس حدیث کو متواتر لکھا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب
کا قول ہے کہ اسی (۸۰) بزرگوں نے اس حدیث کو حضرت شیر خدا سے روایت کیا ہے۔

(۲) قال علی رضی اللہ عنہ والذی
نفسی بیدہ ما استبقنا الی
خیر قط الا استبقنا ابو بکر
حضرت علی نے فرمایا ہے کہ قسم اس ذات کی جس کے
ہاتھ میں میری جان ہے کہ ہم کسی سنی کی طرف نہیں
بچھٹے مگر یہ کہ ابو بکر اس میں ہم سے سبقت
لے گئے

دطبرانی اوسط
حضرت عمر سے بھی یہی قول مروی ہے۔

(۳) قال علی رضی اللہ عنہ خیر الناس
بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ابو بکر وعمر لا یجتمع حبی
ولعین ابی بکر وعمر فی قلب مؤمن

حضرت شیر خدا کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے بعد ابو بکر اور عمر سب آدمیوں سے بہتر
ہیں میری محبت اور ابو بکر اور عمر کا بغض کسی مؤمن
کے دل میں جمع نہیں ہو سکتا

(طبرانی)

(۴) قال علی رضی اللہ عنہ فہو اشجع
الناس (البخاری)

لہذا وہ سب سے زیادہ شجاع ہیں

الناس (البخاری)

پوری حدیث کا ترجمہ یہ ہے۔ ایک بار حضرت علی نے اپنے ہمتیوں سے دریافت کیا
کہ ”بتاؤ سب میں زیادہ کون بہادر ہے“ سب نے کہا ”آپ“ فرمایا ”میں تو جس سے لڑا میں نے
اُس سے حق کا بدلہ لے لیا۔ سب سے زیادہ شجاع آدمی کا نام لو“ عرض کی ”ہم کو نہیں معلوم“
فرمایا۔ ”ابو بکر۔ غزوہ بدر کے معرکے میں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک
سایہ دار نشستا گاہ بنا دی تھی اُس کے بعد پوچھا گیا کہ کون شخص یہاں پاسبانی پر رہے گا
جو کفار کو آپ کے پاس نہ آنے دے۔ یہ سن کر وہ کوئی شخص آپ کے قریب نہ آیا مگر ابو بکر۔ وہ
تلوار کھینچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کھڑے ہو گئے۔ جب کوئی مشرک آپ کے
قریب آتا تو وہ شمشیر کھنکھاتا اور کہتا کرتے۔ لہذا وہ سب سے زیادہ شجاع ہیں“

(۵) عن ابی یحییٰ قال لا احصی کم سمعت
علیاً یقول علی المنبر ان اللہ

ابو یحییٰ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں شمار
نہیں کر سکتا کہ میں نے کتنی مرتبہ حضرت علی کو منبر
پر کہتے ہوئے سنا کہ ”اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کی زبانی ابو بکر کا نام صدیق

علیاً یقول علی المنبر ان اللہ

عزوجل سمی ابابکر علی لسان

نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ وسلم کی زبانی ابو بکر کا نام صدیق

صدیقاً (دار القطنی فی الافراد اصحابہ) رکھا ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب حضرت ابو بکر کی وفات کی خبر سنی تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر ان کے مکان پر یہ فرماتے ہوئے تشریف لائے۔

(۶) الیوم انقطع خلافت النبوة آج خلافت نبوت کا خاتمہ ہو گیا

جس مکان میں حضرت ابو بکر کی لاش تھی اُس کے دروازہ پر کھڑے ہو کر ذیل کا بیع خطبہ دیا جو فی الحقیقت صدیق اکبر کے اوصاف باطنی اور ظاہری اور ان کے مراتب و فضائل کا پورا تبصرہ ہی۔ اس خطبہ سے اندازہ ہو گا کہ حضرت شیر خدا کے دل میں حضرت ابو بکر کی عظمت و محبت کس قدر تھی۔

خطبہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 بِحَمْدِ اللّٰهِ يَا اَبَا بَكْرٍ كُنْتَ لِفِ رَسُولِ اللّٰهِ
 صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّسَبِ وَمَسْتَرَا حِدِهِ
 وَتَقَاتِهِ وَمَوْضِعِ سِرِّهِ وَمَشَاوَرَتِهِ كُنْتَ
 اَوَّلَ الْقَوْمِ اِسْلَامًا وَاخْلَصَهُمْ اِيْمَانًا وَاَشَدَّهُمْ
 يَقِيْنًا وَاخْوَفَهُمْ لَلّٰهِ وَاَعْظَمَهُمْ عِنَاءً
 فِي دِيْنِ اللّٰهِ وَاَحْوَطَهُمْ عَلٰی رِسُوْلِ اللّٰهِ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَحَدَهُمْ عَلٰی اِسْلَامِ اِيْمَانِهِمْ
 عَلٰی اَصْحَابِهِ وَاَحْسَنَهُمْ صِحْبَةً وَاَكْثَرَهُمْ
 مَنَاقِبًا وَاَفْضَلَهُمْ سِوَالِیِّ وَاَرْفَعَهُمْ دَرَجَةً
 وَاَقْرَبَهُمْ وَسِيْلَةً وَاَشْبَهَهُمْ بِرِسُوْلِ اللّٰهِ

اے ابو بکر تم پر خدا کی رحمت۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب مولس سرور، معتمد رازد اور مشیر تھے۔ تم مسلمانوں میں سب سے پہلے ایمان لائے۔ تمہارا ایمان سب سے زیادہ خالص اور تمہارا یقین سب سے استوار تھا۔ تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے اور سب سے بڑھ کر دین کو نفع رساں تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سب سے زیادہ حاضر باش۔ اسلام پر سب سے زیادہ شفیق۔ اصحاب رسول اللہ کے لیے سب سے زیادہ بابرکت۔ رفاقت میں سب سے بہتر۔ سب سے زیادہ

صلى الله عليه وسلم هديا وسمتا ورافة
 وفضلا وشر فصر منزلة وكرمهم عليه
 واثقهم عنده فجزاك الله عن اولادك
 وعن رسول خير اكننت عنده
 بمنزلة السمع والبصر صدقت رسول
 الله صلى الله عليه وسلم حين كذبه
 الناس فماتك الله عز وجل في تنزله
 صدق افعال والذى جاء بالصدق
 وصدق به الذى جاء بالصدق محمد
 صدق به ابو بكر واسيته حين مجلوا
 وقات به عند الكاثر حين عنه
 قعدوا وصحبته في الشدة اكرم
 الصحبة ثانی اثنين وصاحبه
 في الغار والمنزل عليه السكينة
 ورفيقه في الهجرة وخليفة في دين الله
 وامته احسن الخلافة حين
 ارتد الناس وقامت بالامر
 ما لم يقم به خليفة نبی فهضت
 حين وهن اصحابك وبرزت

صاحب مناقب۔ فضائل کی دوڑ میں سب آگے۔
 درجہ میں سب بلند۔ سب قریب وسیلہ اور رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم سے سب زیادہ مشابہ سیرہ میں
 ہیئت میں مہربانی میں اور فضل میں۔ قدر و منزلت
 میں سب بند اور آپ کے نزدیک سب بڑھ کر معتمد
 اللہ تعالیٰ تم کو اسلام کی جانب سے جزائے خیر دے
 اور اپنے رسول کی جانب سے۔ تم آپ کے نزدیک
 بمنزلہ سمع و بصر تھے۔ تم نے رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کو اُس وقت سچا مانا جب سب نے آپ کو جھوٹا
 کہا۔ اسی لیے اللہ عزوجل نے اپنی وحی میں تمہارا
 نام صدیق رکھا۔ چنانچہ فرمایا۔ اور وہ جو سچ کو لایا اور
 جس نے اس کی تصدیق کی۔ لانے والے محمد تصدیق کرنے والے ابو بکر۔
 تم نے آپ کے ساتھ اُس وقت غمخواری کی جب
 اوروں نے تنگدلی کی۔ جب لوگ مصائب کے
 وقت مدد سے بیٹھ رہتے تھے تم آپ کی مدد پر
 قائم رہے۔ سختی میں تم نے آپ کی بہترین رفاقت
 کی تم دوہیں کے ایک تھے۔ اور غار میں رفیق
 اور وہ شخص جس پر اللہ تعالیٰ نے سکینہ تسکین
 قلب نازل فرمائی۔ اور آپ کے ساتھی ہجرت میں تھے

حین استکانوا وقوت حین ضعفوا
 لزمت منہاج رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم اذ ہوا کنت خلیفۃ
 حقالم تنازع ولم تصدع برغم
 المناققتن وکبت الکافرین
 وکرہ الحاسدین وغیظ الباعین
 وقمت بالامر حین فشلوا وثبتت اذ
 تنعنوا ومضیت بنور اللہ اذ وقفوا
 فاتبعوک فہدوا وکنت اخفضہم
 صوتاً واعلاہم فوقاً وامثلہم کلاماً
 واصویبہم منطقاً واطولہم صمتاً
 وابلغہم قوالاً واشجعہم نفساً
 واعرفہم بالامور واشرفہم عملاً
 کنت واللہ للداہن لعشویاً
 اولاً حین نفس علیہ الناس
 واکرا حین اقبلوا کنت للمؤمنین
 اباً رحیماً حتی صاروا علیک
 عیالاً فحلت اثقالت ما ضعفوا
 ودرغبت ما اہملوا وحفظت

اور آپ کے خلیفہ دین الہی میں اور اُمت میں جب
 لوگ مرتد ہوئے تو تم نے بہترین خلافت کی اور امر
 الہی کی تم نے وہ حفاظت کی جو کسی نبی کے خلیفہ نے
 نہیں کی۔ جب تمہارے ساتھی سُستی کرنے لگے تو
 تم اٹھ کھڑے ہوئے اور جب وہ دب گئے تو تم
 دلیر ہو گئے اور جب وہ کمزور ہو گئے تو تم قوی
 رہے۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے
 سے اُس وقت پیٹے رہے جب لوگ مضطرب
 ہو گئے۔ اگرچہ اس سے منافقین کو غصہ کفار کو
 رنج حاسدوں کو کراہت اور باغیوں کو غیظ و
 غضب تھا تاہم تم بلا نزاع و تفرقہ خلیفہ برحق تھے۔
 تم دین الہی پر قائم رہے۔ جب لوگ بزدل ہو گئے
 اور جب وہ گھبرا اٹھے تو تم ثابت قدم رہے اور جب
 وہ رُک گئے تو تم نور الہی کی روشنی میں رواں رہے
 پھر انہوں نے (جی) تمہاری پیروی کی اور منزل
 پر پہنچ گئے۔ تمہاری آواز سب سے بلند تھی تمہارا آفتاب
 سب سے اعلیٰ۔ تمہارا کلام سب سے زیادہ بادقار تمہاری
 گفتگو سب سے زیادہ باصواب۔ تمہاری خاموشی سب سے
 زیادہ طویل۔ تمہارا قول سب سے زیادہ بلیغ تھا۔

ما اضا عوا و علمت ما جھلوا و شھرت اذ
 خضعوا و صبرت اذ جزعوا ف ادرکت
 اوتار ما طلبوا و راجعوا بر شد ہم
 بر ايك فظفروا و نالوا بک مالہ
 یحسبوا کنت علی الکافرین
 عذاباً صیباً و لہباً و لہباً و لہباً
 و النساء و حضماً فطرت و اللہ بفضلاً لہا
 و فرت بنجاً لہا و ذہبیت
 لفضلاً لہا و ادرکت سوا لہا
 لم تقل محبتک و لم تضعف
 بصیرتک و لم تجبن نفسک و لم
 ینزع قلبک و لم یجرک کنت
 کالجبل الذی لا تحرک القواصف
 و لا تزید العواصف و کنت
 لما قال رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم آمن الناس علینا
 فی صحبتک و ذات یدک و
 کنت کما قال ضعیفاً فی
 بدنک قویاً فی امر اللہ

تمھاری ذات سب سے زیادہ شجاع۔ اور معاملات سے
 سب سے زیادہ واقف اور عمل میں سب سے زیادہ بزرگ
 تھی۔ واللہ تم اہل دین کے سردار تھے۔ جب لوگ
 دین سے ہٹے تو تم آگے بڑھے اور جب وہ دین
 پر جھکے تو تم ان کے پیچھے پیچھے تھے۔ تم اہل ایمان
 کے مہربان باپ تھے اس مہر پرری سے وہ تمھاری
 اولاد بن گئے۔ جن بھاری بوجھوں کو وہ نہ اٹھا
 سکے ان کو تم نے اٹھایا۔ جو ان سے فرو گزاشت
 ہوئی اس کی تم نے نگہداشت کی۔ جو چیز انھوں
 نے کھودی اس کی تم نے حفاظت کی۔ جو انھوں
 نے نہ جانا وہ تم نے سکھایا۔ تم نے جان بازی کی۔
 جب وہ عاجز ہو گئے تم ثابت قدم رہے۔ جب وہ
 گھبرا گئے۔ تم نے داؤ خواہیوں کی داوری کی۔
 وہ اپنی رہنمائی کے لیے تمھاری رائے کی جانب
 رجوع ہوئے اور کامیاب ہوئے۔ تمھارے ذریعے ان
 کو وہ ملاحس کا ان کو گمان نہ تھا۔ تم کافروں کے لیے
 بارش عذاب اور آتش سوزاں تھے اور مومنوں
 کے لیے رحمت انس و پناہ۔ تم نے اوصاف کی کھفا
 میں پرواز کی ان کا خلعت پالیا۔ ان کے محاسن

متواضعاً في نفسك عظيماً عند
الله جليلاً في عين الناس
كبيراً في الفسهم لم يكن
لاحد فيك مغتر ولا لفاصل فيك
مهمز ولا لاحد فيك مطمع
ولا لمخلوق عندك هوادة
الضعيف الذل عندك قوي
عزير حتى تاخذ بحقه والقوي
عندك ضعيف ذليل حتى تاخذ
من الحق القريب والبعيد
عندك في ذلك سواء اقرب
الناس اليك اطوعهم الله و
اتقاهم له شانك الحق والصدق
والرفق قولك حكم حتم
وامرك حلم وحزم ورايك
علم وعزم فاقلعت وقد
فهم السبيل وسهل العسير
واطفيت النيران واعتدل
بك الدين وقوي بك الايمان

نے لیے اور فضائل کی بازی جیت لی۔ تمہاری
دلیل کو شکست نہیں ہوئی۔ تمہاری بصیرت کمزور
نہیں ہوئی اور تم نے بزولی نہیں کی۔ تمہارا
دل نہ کج ہوا اور نہ پھرا۔ تم اُس پہنکی مثل تھے
جس کو نہ شدا ند ہلا سکتے ہیں اور نہ ہوا کے طوفان
ہٹا سکتے ہیں۔ تم بقول آں حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم رفاقت اور مال میں سب سے زیادہ منت
افزاتے تھے اور بقول آپ کے بدن کے ضعیف
تھے حکم الہی میں قوی۔ خود اپنے ذہن میں ناچیز
اللہ تعالیٰ کے نزدیک گرامی قدر۔ انسانوں
کی نگاہوں میں بااجلال اور دلوں میں باوقفت
تھے۔ تمہاری نسبت کسی کو آنکھ مارنے کی مجال
نہ تھی اور نہ کوئی طعن کا موقع پاسکتا تھا۔ کسی کے
لیے تم محل طمع نہ تھے اور مخلوق میں کسی کی
رعایت بجا کر سکتے تھے۔ عاجز اور ذلیل تمہارے
نزدیک قوی اور معزز تھا کہ تم اُس کا حق لے کر
مانتے تھے اور زبردست تمہارے سامنے
کمزور اور ناچیز تھا کہ تم اُس سے حق لے کر
رہتے تھے۔ اس معاملے میں قریب و بعید

و ثبت الاسلام و المسلمون
 و ظهر امر الله و لو كره
 الكافرون فسبقت والله
 سبقاً لعبيداً و لعبت من
 لعبك العبا بشدايداً و
 فزت بخير فوزاً مبيناً فجلت
 عن البكاء و عظمت
 رضيتك في السماء و بدت
 مصيبتك في الا نام فان الله
 وانا اليه راجعون و رضينا
 عن الله قضاءه و سلمنا له
 امره فوالله لن يصاب المسلمون
 بعد رسول الله صلى الله
 عليه وسلم بمثلك ابدا
 كنت للدين عز او حرزا
 و كھفا و للمؤمنين فئدة و
 و حصناً و عنيتاً و على المنافقين
 غلظة و غيظاً فالحقك
 الله نبيك صلى الله عليه

سب تمھاری نظر میں برابر تھے۔ تمھارا سب سے زیادہ
 مقرب وہ تھا جو خدا کا سب سے زیادہ فرماں بردار
 اور سب سے زیادہ پرہیزگار تھا۔ تمھاری شان حق
 راستی اور نرمی تھی۔ تمھارا قول حکم و قطع تھا تمھارے
 حکم میں حکم تھا اور حرم۔ رائے میں دانائی تھی اور
 غم تھا۔ ان اوصاف و فضائل کی قوت سے
 تم نے باطل کو اکھڑ کر پھینک دیا اس کے بعد
 راستہ صاف تھا۔ مشکل آسان تھی اور رفتہ رفتہ
 کی آگ سرد۔ دین تمھاری مدد سے اعتدال
 پر آگیا۔ ایمان تمھاری وجہ سے قوی ہو گیا۔ اور
 اسلام اور مسلمان مضبوط ہو گئے اور فرمان
 الہی غالب آگیا۔ اگرچہ کفار کو یہ سخت ناگوار تھا۔
 اس حسن و خدمت میں واللہ تم بہت آگے نکل گئے
 اور اپنے جانشین کو سخت دشواری میں ڈال دیا
 اور علانیہ خیر کے مراتب پائے۔ تمھاری شان
 آہ و بکا سے الرفع ہی اور تمھارا ماتم آسمان پر عظیم
 ہی اور تمھاری مصیبت نے لوگوں کی گرفتاری
 تمھاری مصیبت پر ہم ان الله وانا اليه راجعون
 کہتے ہیں۔ قضائے الہی پر رضامند ہیں اور اس کے

وسلم ولا حرم من اجرک
ولا اضلنا لعبدک فاننا لله
وانا الیہ راجعون ۵

حکم کو تسلیم کرتے ہیں۔ واللہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمہاری وفات سے
بڑھ کر مسلمانوں پر کبھی کوئی مصیبت نہیں پڑے گی۔
تم دین کی عزت۔ حفاظت اور پناہ تھے۔ مسلمانوں کی
جمعیت اور جائے پناہ اور منافقین کے حق میں
سختی اور غصہ۔ اس کی جزا میں اللہ تعالیٰ تم کو
تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاوے۔
اور ہم کو تمہارے اجر سے محروم اور تمہارے
بعد گمراہ نہ فرمائے۔ ہم پھر اناللہ وانا الیہ
راجعون کہتے ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ جب تک حضرت علی خطبہ دیتے رہے سب آدمی خاموش رہے
جب خطبہ ختم ہوا تو اس قدر روئے کہ آواز بلند ہو گئی اور بالاتفاق کہا کہ اے رسول اللہ
کے خویش اپنے پیچ فرمایا (الریاض النضرہ)

قال عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما
ولینا ابوبکر وکان خیر
خليفة الله وارحمنا وارضاه
علینا (الحاکم)
حضرت عبد اللہ ابن جعفر طیار نے فرمایا ہے کہ ابوبکر
ہم پر دالی ہوئے تو اس شان سے کہ مخلوق
انہی میں سب بہتر تھے اور ہم پر سب زیادہ
مہربان اور سب زیادہ ہم سے خوش

قال ابو مریم کنت بالکوفة فقام الحسن
ابو مریم کا بیان ہے کہ میں کوفہ میں تھا۔ امام حسن

بن علی خطیباً فقال ايها الناس رأيت
 البارحة في منامي عجباً رأيت الرب
 تعالى فوق عرشه فجاء رسول الله صلى
 عليه وسلم حتى قام عند قائمته من قوائم
 العرش فجاء ابو بكر فوضع يده على
 منكب رسول الله صلى الله عليه وسلم
 ثم جاء عمرو وضع يده على منكب ابى بكر
 ثم جاء عثمان فكان بيده راسه فقال
 رب سل عبادك فيم قتلوني فانبعث
 من السماء ميزابان من دم في الارض
 قال فقيل لعلى الا ترى ما يحدث
 به الحسن قال يحدث بما
 رأى (ابو يعلى)

بن علی نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا کہ اے لوگو رات
 میں نے ایک عجب خواب دیکھا۔ میں نے رب کے ہم
 کو عرش پر دیکھا اسی عرصہ میں رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم تشریف لائے اور عرش کے ایک پایہ
 کے پاس قیام فرمایا پھر ابو بکر آئے اور دوش
 مبارک پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے پھر عمر آئے
 اور ابو بکر کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے
 پھر عثمان آئے ان کے ہاتھ میں ان کا سر تھا
 عرض کی اتھی اپنے بندوں سے پوچھ کہ انہوں نے
 مجھ کو کس تصور میں قتل کیا۔ اس کہنے پر آسمان
 سے دو خون کے پرناے زمین میں بہنے لگے
 یہ خطبہ سن کر لوگوں نے حضرت علی سے کہا کہ
 ”آپ دیکھتے ہیں حسن کیا کہتے ہیں“ فرمایا ”جو دیکھا
 وہ کہتے ہیں“

قال ابو جعفر ما رأيت احداً
 من اهل بيتي الا وهو يتولى
 هما (امام محمد)

حضرت امام باقر کا قول ہے کہ میں نے کسی کو اپنے
 اہل بیت میں سے نہیں دیکھا جو ان دونوں حضرت
 ابو بکر اور حضرت عمر سے محبت نہیں رکھتا تھا۔

عن ابی حفصہ قال سألت محمد بن علی
وجعفر بن محمد عن ابی بکر وعمر فقال
امام عادل نزلنا ونبأ عن عدو
ثم التقت ابی جعفر بن محمد فقال یا سائلاً
السبب الرجل جده ابوبکر الصديق
جدی لا تنال شفاعته جدی محمد
صلی اللہ علیہ وسلم ان لم تکن اولیاً
وانتبرء من عدوہما (امام محمد)

ابی حفصہ سے روایت ہے کہ میں نے محمد بن حنفیہ
اور امام جعفر صادق سے حضرت ابوبکر اور حضرت
عمر کی نسبت رائے طلب کی دونوں نے کہا کہ وہ
دونوں امام عادل تھے ہم ان کو دوست رکھتے
ہیں اور ان کے دشمن سے بیزار ہیں۔ پھر امام
جعفر صادق نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا
اے سالم کیا کوئی انسان اپنے جد کو گالی
دے سکتا ہے۔ ابوبکر صدیق میرے جد ہیں مجھ کو
میرے جد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کی شفاعت نصیب نہ ہو اگر میں ان دونوں سے
محبت نہ رکھتا ہوں اور ان کے دشمنوں سے
بیزار ہوں

وعن ابی جعفر من جمل فضل ابی بکر و
عمر جمل السنۃ (امام محمد)

حضرت امام باقر سے روایت ہے کہ جو شخص حضرت
ابوبکر اور حضرت عمر کی فضیلت کو نہیں جانتا وہ
سنت کو نہیں جانتا۔

وعنه قال بغض ابی بکر وعمر نفاق و
بغض الاضداد نفاق انه کان بین بنی ہاشم

حضرت امام باقر سے روایت ہے کہ ابوبکر اور عمر سے بغض نفاق
ہے۔ اور انصار سے بغض نفاق ہے۔ بنی ہاشم۔ بنی عدی

و بين بنى عدی و بنی تیمم شخنا و فی الجاہلیۃ
فلما اسلموا منع اللہ ما فی قلوبہم حتی
ان ابابکر اشتکے خاصر تہ فکان علی
لیسین یداعہ بالنار و یکمد بہا خاصرۃ
ابی بکر و نزلت فیہم و نزلت
ما فی صدورہم من غل اخوانا
علی سورۃ متقابلین

(امام محمد)

(قبیلہ حضرت عمر) اور بنی تیمم (قبیلہ حضرت ابوبکر)
میں زمانہ جاہلیت میں عداوت تھی۔ جب یہ
قبیلے مسلمان ہو گئے تو ان کے دل میں جو کچھ
(عداوت) تھی اللہ تعالیٰ نے نکال لی۔ اب
نوبت یہ پہنچی کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر کے پہلو
میں رد ہوا تو حضرت علی اپنا ہاتھ آگ سے گرم
کر کے حضرت ابوبکر کا پہلو سینکتے تھے۔ انہیں
بزرگوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔
(ترجمہ) ان کے دلوں میں جو کچھ عداوت تھی
ہم نے کھینچ لی۔ بھائی بن کر آمنے سامنے
تختوں پر بیٹھے ہوئے

ایک شخص نے حضرت امام زین العابدین کی خدمت
میں حاضر ہو کر استفسار کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
علیہ وسلم کی جناب میں حضرت ابوبکر اور حضرت
عمر کا کیا مرتبہ تھا۔ فرمایا وہی مرتبہ تھا جو اس وقت
بھی ہے یعنی روضہ اقدس میں سب سے
زیادہ قرب حاصل ہی

جاء رجل الی علی بن الحسین فقا
ما کان منزلة ابی بکر و عمر
من رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال کمنا لہما منہ الساعۃ

(امام احمد)

قال الزبير بن العوام انا
 نزي ابا بكر احق الناس بها
 بعد رسول الله صلى الله عليه
 وسلم انه لصاحب الغار وثاني
 اثنين وانا لعلم شرفه كبره
 ولقد امره رسول الله صلى الله عليه
 وسلم بالصلوة بالناس وهو حي (الحكم)

حضرت زبير کا قول ہے کہ ہم سب سے زیادہ خلافت
 کا مستحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
 حضرت ابو بکر کو جانتے ہیں۔ وہ بالتحقیق رفیق غار
 تھے اور دو میں کے ایک تھے اور ہم کو ان کا شرف
 اور ان کی بزرگی خوب اچھی طرح معلوم ہے اور
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیات مبارک
 میں ان کو امامت کا حکم فرمایا تھا

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایک بھی فضیلت خاص ہے کہ ان کی چار نسلیں صحابی تھیں
 وہ خود۔ ان کے والد حضرت ابو قحافہ۔ ان کے بیٹے حضرت عبدالرحمن اور حضرت عبدالرحمن
 کے بیٹے حضرت ابو عتیق محمد رضی اللہ عنہم اجمعین (الاستیعاب۔ بہ سند امام بخاری
 ذکر محمد بن عبدالرحمن بن ابی بکر ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہم اجمعین)

باب چہارم اولیات صدیقی

(۱) مردوں میں سب سے اول اسلام قبول کیا (۲) سب سے اول قرآن شریف کا نام مصحف رکھا

۱۷ اس باب کا ماخذ (باستثناء نمبر ۱۶۱ کے) کتاب محاضرة الاوائل مؤلفہ شیخ علاء الدین سکنواری

۱۸ جو امام سیوطی کی کتاب محاضرة الاوائل سے ماخوذ ہے۔ نمبر ۱ کا ماخذ صحیح بخاری مطبوعہ مطبع احمدی

(دہلی ۱۳۱۱ء پر)

(۳) آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے قرآن شریف کو جمع کیا۔ حضرت شیر خدا کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ ابو بکر پر رحم فرمائے وہ سب سے پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے کتاب اللہ کو ترتیب مخصوص کے ساتھ جمع کیا جو تمام امت کے نزدیک مقبول ہے اور جن پر ساری امت کا اتفاق ہے۔ (۴) سب سے پہلے وہ شخص ہیں جو آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کفار سے لڑنے اس لئے وہ دین الہی اور دعوت نبوت کے سب سے پہلے مجاہد ہیں (۵) سب سے پہلے خلیفہ راشد ہیں (۶) سب سے پہلے وہ خلیفہ ہیں جن کو باپ کی حیات میں خلافت ملی (۷) سب سے پہلے انہوں نے خلافت کے لئے ولی عہد مقرر کیا (۸) سب سے پہلے بیت المال قائم کیا (۹) سب سے پہلے صدر اسلام میں اجتہاد کیا (۱۰) صحابہ کرام میں سب سے اول اجتہاد کیا (۱۱) سب سے پہلے ان کا لقب خلیفہ ہوا (۱۲) اسلام میں سب سے پہلے ان کا لقب عتیق ہوا (۱۳) امت محمدیہ میں سب سے پہلے حل جنت ہونگے (۱۴) سب سے پہلے اسلام میں مسجد انہوں نے بنائی (۱۵) سب سے پہلے یہ مقولہ انہوں نے فرمایا البلاء موکل بالمنطق (۱۶) اسلام میں سب سے اول لقب ان کو ملا یعنی عتیق۔

خاتمہ

حضرت ابو بکر کی زندگی کے معتبر اور مستند حالات و واقعات آپ نے پڑھے۔ ان کی زندگی کے دو حقیقی ہیں۔ ایک قبل اسلام دوسرا بعد اسلام۔

(بقیہ نوٹ ص ۱۳۰) کا صفحہ ۵۳ ۵۵ ہے۔ نمبر ۱۶ کا ماخذ رسالہ مناقب الخلفاء مؤلفہ سید نور الحسن خان حوٹ

بھوپالی ہے جو تاریخ الخلفاء سیوطی کا خلاصہ ہے

مسلمان ہونے سے پہلے بھی وہ رئیس قریش تھے اور دولت مند تاجر۔ ریاست اور
دولت کے ساتھ ساتھ حسن اخلاق ہمدردی وسعت معلومات دانشمندی اور معاملہ فہمی
میں صاحب امتیاز تھے۔ ان ہی صفات کے اثر سے قوم میں محبوب اور معتمد تھے۔ گزشتہ
واقعات سے واقف تھے۔ حال کے حالات کا سفر اور تجارت کے ذریعے سے تجربہ حاصل
تھا۔ ان کی صفات کی شہرت نواح مکہ تک محدود نہ تھی بلکہ ابن لدغنه کا قول ثابت کرتا ہے
کہ ان کی اخلاقی خوبیاں دور دور تک مسلم تھیں۔ شراب کبھی نہیں پی۔ شعر پر پوری
قدرت تھی۔ یہ اوصاف اور حالات بتاتے ہیں کہ حضرت ابو بکر زمانہ جاہلیت میں بھی ایک
سلیم الطبع غمخوار دانشمند اور زندہ دل انسان تھے۔ جس انسان میں یہ صفات ہوں
وہ بہترین ہمدرد و رفیق بن سکتا ہے۔

آفتاب رسالت کے طلوع ہونے سے ایک سال پہلے سے حضرت سرور عالم صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں ان کی آمد و رفت تھی۔ جس طرح طلوع آفتاب سے قبل نور کا ظہور
ہو جاتا ہے اسی طرح قرب وحی کے زمانہ میں انوار رسالت کا ظہور شروع ہو گیا تھا خلوت
گزینی و عبادت مزاج اقدس کو بہت زیادہ مرغوب ہو گئی تھی۔ روایا صادقہ (پستے
خواب) نظر آتے تھے۔ غرض بیداری خواب دونوں حالتوں میں ظہور نور تھا۔ ظاہر ہے کہ
اس زمانہ کی صحبت بھی بے اثر نہ رہ سکتی تھی۔ اس طرح حضرت صدیق اکبر نزول وحی
سے پہلے قبول اسلام اور رفاقت و خلافت کی قابلیت و استعداد سے مشرف ہو چکے
تھے۔ اسی کا اثر تھا کہ جب اسلام کی صداکان میں آئی مانوس محسوس ہوئی۔ ادھر
حضرت صادق امین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تبلیغ اسلام ہوئی ادھر بے تامل حضرت
صدیق اکبر نے آمنا کہا اور تصدیق کی اس وقت کے ساتھ کہا جو صدیقیت کے خلوت سے

مشرف ہوئی۔

شرفِ اسلام کے بعد حضرت ابو بکر کی زندگی اطاعت و استقامت کا مرقع ہی اور ارشادِ ربّانی یا ایہا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ۔ یعنی اسے ایمان والو اسلام میں پوری طرح داخل ہو جاؤ کی تاجد بشر تعمیل۔ جسم جان شان عقلم و قرامت اولاد مال جائداد آرام و آسائش غرض جو کچھ ان کی بساط میں تھا اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر قربان تھا۔ اسی لئے فاروق اعظم اور حضرت شیر خدا کی شہادت ہی ما استبقنا الیٰ خیر قط الا سبقنا ابو بکر ہم جس نیکی کی طرف جھپٹے اس میں ابو بکر ہم سے سبقت لے گئے۔ اپنی وجاہت کے اثر سے سابقین اولین کے اعلیٰ افراد کو خدمت مبارک میں قبولِ اسلام کے واسطے لا کر پیش کیا۔ مال خدمتِ اسلام کے لئے وقف تھا۔ مالی سرمایہ آخر عمر تک تجارت کے ذریعے سے بڑھایا اور اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں صرف کیا۔ کروڑ مسلمانوں کو خرید خرید کر ظالم آقاؤں کے پنجے سے چھڑایا۔ مجاہدین کی خدمت میں بے دریغ روپیہ خرچ کیا۔ غزوہ تبوک کے موقع پر جو کچھ تھا سب لا کر حاضر کر دیا۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دیکھ کر فرماتے ہیں۔ اے ابو بکر ہاں بچوں کے لئے کیا چھوڑا۔ جواب میں عرض کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو رکھ چھوڑا ہی۔ اللہ اکبر کیسا پاکیزہ سرمایہ رکھا۔ صدیق اکبر کی ان دس اشرفیوں کی قیمت کا کون اندازہ کر سکتا ہی جو مسجد نبوی کی زمین کا زمین تھیں۔ اس پاک سرزمین کا ایک ٹکڑا روضہ جنت ہی یہ منبر شریف اور قبر مبارک کے درمیان میں ہی دوسرا عرض سے بھی افضل ہی جو جسم اطہر کو مس کر رہا ہی۔ جان و مال کی اصل طہارت یہ تھی کہ حضرت ابو بکر اپنے مال اور اپنے نفس کو اپنی ملکیت نہیں جانتے تھے بلکہ دو کو حضرت سرور عالم

صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت جانتے اور مانتے تھے۔ جب ارشاد مبارک ہوا ما لفعنی مال احد قط ما لفعنی مال ابی بکر کسی کے مال نے مجھ کو وہ نفع نہیں دیا جو ابوبکر کے مال نے دیا، تو یار غار نے رو کر عرض کی یا رسول اللہ کیا میں اور میرا مال آپ کے نہیں ہیں اسی تسلیم و رضا کا اثر تھا کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا مال مثل اپنے مال کے بے تکلف صرف فرماتے تھے۔ حضرت ابوبکر جب تک زندہ رہے خدمت دین کے واسطے کماتے رہے۔ جب زندگی کے ساتھ خدمت کا سلسلہ قطع ہوا تو مال بھی ختم ہوا وفات کے بعد نقد ایک جہہ پاس نہ تھا اور کفن کے لئے کوڑی نہیں چھوڑی۔

اولاد بھی اللہ اور اس کے رسول کی مرضی پر قربان تھی۔ جب حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات سے خاطر اقدس ملول تھی تو اپنی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو آپ کے عقد میں دے دیا۔ حضرت عبدالرحمن جب تک کافر رہے ان کو دشمن جانی کی طرح دیکھا۔ تعلق کجا۔ بدر میں جب ان کو لشکر کفار میں دیکھا تو نہایت خشکیں ہو کر کہا این مالی یا خبیث (اے پلید میرے حقوق کیا ہوئے)۔ دیکھو حقوق یہی تھے کہ لشکر اسلام کی صف میں لڑیں اور اسلام پر قربان ہوں۔ غزوہ اُحد میں تلوار میان سے لے کر ان کے مقابلے کے لئے تیار ہو گئے تھے مگر دربار رسالت سے میدان میں جانی کی اجازت نہیں ملی۔ جب انہوں نے مسلمان ہو کر ایک مرتبہ کہا کہ اباجان ایک موقع پر غزوہ بدر میں آپ میری زد پر آگئے تھے مگر میں نے بچا دیا۔ سن کر فرمایا کہ بتیا اگر تم میری زد پر آجاتے تو میں ہرگز نہ چھوڑتا۔ ایک دوسرے صاحبزادے حضرت عبداللہ غزوہ طاہرہ میں کام آئے اور خلعت شہادت سے سرخ رو ہوئے۔ رضی اللہ عنہ۔ دو صاحبزادوں نے باپ سے حدیث روایت کی۔ یعنی حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما۔

فتح مکہ کے وقت اپنے نو سالہ بوڑھے اور نابینا باپ کو خدمت میں لا کر حاضر کیا کہ شرفِ اسلام سے مشرف ہوں۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ ابو بکر بڑے میاں کو کیوں تکلیف دی ہے خود ان کے پاس چلتا۔ عرض کی کہ انہی کو حاضر خدمت ہونا چاہیے تھا۔

ہجرت کے واقعات پر غور کرو۔ خونخوار دشمنوں کا نرغہ ہی۔ بارہ منزل دور مدینہ طیبہ ہی۔ مکہ مکرمہ میں اہل و عیال اور مال و جائداد کا کوئی طاہری محافظ نہیں گھر میں بال بچوں کے حلقے میں بیٹھے ہیں کہ اسی اثنا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا کر ارشاد فرماتے ہیں۔ "ابو بکر ہجرت کا حکم آگیا" بے اختیار منہ سے نکلتا ہی اور میری رفاقت کا ہوا ارشاد ہوتا ہی۔ "اس کی بھی اجازت ہے" یہ قرن جاں فرما سن کر جو جس مسرت سے بیتاب ہو جاتے ہیں اور نہایت شوق سے سامان سفر کا ہتھام کرتے ہیں۔ بی بی۔ بچے۔ مال اور مکان سب آنکھوں کے سامنے ہیں ان کی مصیبت اور تباہی بھی شاید ذہن میں آئی ہوگی لیکن ہماری صیب (روحی فداہ) کے ذوق کے مقابلے میں کسی کی پروا نہیں۔ کوئی سیرت یا تاریخ اس کا پتا ہی نہیں دیتی کہ مژدہ ہجرت اور ہجرت کے درمیان جو وقت ملا اس میں انہوں نے اپنی اولاد یا جائداد کی آسائش و حفاظت کا کچھ بھی بند و بست کیا ہو۔ انتہا یہ کہ باپ کو بھی خبر نہ کی۔ جو نقد سرمایہ تھا وہ خدمت کے لئے ساتھ لے لیا۔ اور خونخوار کفار کے نرغے میں سب کچھ چھوڑ کر رکابِ سعادت میں باطمینان قلب روانہ ہو گئے۔ ان کی تسلیم و رضا کا پر تو ان کے گھر والوں پر بھی اس قدر تھا کہ بجائے پریشان ہونے کے دوسروں کی پریشانی رفع کرتے تھے۔ جب بوڑھے آدمی مضطرب ہو کر آئے تو پوتی نے تدبیر سے ان کی تسکین کر دی حالانکہ اسی پوتی کو بسکسی میں ابو جہل کی شقاوت کا صدمہ پہنچا تھا۔ شرفِ اسلام کے بعد سے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی رحلت تک پروانہ وار شمع رسالت (بابی و امی) پر قربان و نثار تھے۔ تمام نفل و
 کے موقعوں پر یعنی غزوات میں شمشیر کف ہم رکاب رہے۔ بدر میں جو شانِ شجاعت دکھائی
 اُس نے حضرت شیر خدا کی زبان مبارک سے "شیخ الناس" کا خطاب دلوا لیا۔ احمد کے
 حوصلہ فرسا ہنگامے میں سب سے اول حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بجالتِ مجروحی
 شہداء کی لاشوں میں دیکھ کر شناخت کیا۔ جب ان کے بیٹے عبدالرحمن نے کفار کی طرف
 سے میدان میں آکر حریف طلب کیا تو تلوارِ میان سے نکال کر مقابلے کے لئے تیار ہو گئے
 اور اجازت طلب کی۔ فرمانِ رسالت ہوا۔ شمشیر سبقت و امتعنا بک رتوار میان
 میں کر لو اور ہم کو اپنی ذات سے متمتع ہونے دو۔ یہ فرمان سنا تو قصدِ ملتوی کر دیا
 لڑائی اور صلح سب میں آپ ہی کی خوشنودی مطلوب تھی۔ غزوہ خندق میں ایک دستہ
 حضرت صدیق کے ماتحت تھا۔ دیکھو صداقت کی برکت۔ جس موقع پر یہ دستہ متعین تھا وہاں
 ایک مسجد بنی۔ جو صدیوں تک قائم رہی۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ ان کے
 زمانہ تک موجود تھی یعنی بارہویں صدی ہجری میں۔ حدیبیہ کے معرکے میں جو وقت معرکہ
 کا تھا اُس میں حضرت فاروق اعظم تک بتیاب تھے مگر حضرت صدیق اکبر کی تسلیم و رضا کا
 یہ جلوہ تھا کہ اضطراب کجا جب حضرت عمر نے ان سے جا کر ماجرا بیان کیا تو صرف استقد
 کہا کہ رکابِ سعادت تھامے رہو۔ بتوک میں جائزہ فوجِ امامت اور بڑا نشان یہ سب
 خدمات حضرت صدیق اکبر کے سپرد تھیں۔ اندازہ کر سکتے ہو کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ
 علیہ وسلم کی رحلت کا وقت کیسا ہوشِ رہا وقت تھا۔ دنیا میں ایسے اشخاص کی وفات
 سے جو سرگروہ اور کارفرما ہوتے ہیں ایک تلاطم برپا ہو جاتا ہے۔ چہ جائیکہ اُس ذاتِ پاک
 کی رحلت جو دو نو عالم کی مرکز تھی۔ جس پر صحابہ کرام جان سے قربان تھے اور جس کے

وجود باجود کی برکت سے وحی کا سلسلہ قائم تھا۔ انوارِ قدس کی بارش اس عالمِ خاکدار
 پر ہو رہی تھی اور اس فیض و برکت کو اس قدسی گروہ کا ہر فرد محسوس کرتا تھا۔ چنانچہ
 اپنے خلافت کے دور میں جب حضرت صدیق اکبر فاروقِ اعظم کو ساتھ لے کر حضرت ام
 ایمن کے پاس اتباعِ سنتِ نبوی گئے تو وہ روئیں اور رونے کی وجہ یہ بتائی کہ ان حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے سلسلہ وحی منقطع ہو گیا۔ اس حادثہ کا یہ اثر تھا کہ
 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعینِ حیرت تھے۔ مسجد میں صحابہ کرام کا مجمع تھا اور
 حضرت عمر اس مجمع میں یہ تقریر فرما رہے تھے کہ منافق کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے وفات پائی۔ واللہ وفات نہیں پائی ہے بلکہ اپنے رب کے پاس موسیٰ کی طرح گئے ہیں
 جو چالیس روز غائب رہ کر واپس آگئے تھے۔ حالانکہ ان کی نسبت بھی کہا جاتا تھا کہ وفات
 پائے گئے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراجعت فرمائینگے اور ان لوگوں کے ہاتھ
 پاؤں کاٹینگے جو کہتے ہیں کہ آپ نے وفات پائی۔ اب حضرت ابو بکر کی حالت پر نظر ڈالیے جب
 ان کو اس سانحہ ہوش ربا کی خبر پہنچی تو گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور سیدھے حجرہ
 مبارک پر پہنچے۔ چہرہ اقدس سے چادر اٹھائی۔ پیشانی کو بوسہ دیا اور رو کر کہا۔
 آپ پر میرے ما باپ قربان ہوں۔ آپ کی حیات اور وفات دونوں پاک ہیں جو موت
 خدا تعالیٰ نے آپ کے لئے مقدر فرمائی تھی اس کا ذائقہ آپ نے چکھ لیا۔ اب اس کے
 بعد آپ کبھی وفات نہ پائینگے۔ اس کے بعد مسجد نبوی میں آئے تو حضرت عمر کو کلام بالا
 کہتے ہوئے سنا۔ ان سے کہا سنبھلو اور خاموش ہو جاؤ۔ وہ خاموش ہوئے تو خود سلسلہ
 کلام شروع کر کے حاضرین کی طرف مخاطب فرمایا اور کہا۔
 اے لوگو جو شخص محمد کو پوجتا تھا تو (وہ سمجھے کہ) محمد نے وفات پائی اور

جو کوئی اللہ کو پوجتا تھا تو وہ جان لے کہ اللہ زندہ ہی کبھی نہیں مرے گا۔ (اللہ تعالیٰ کا ارشاد) اور نہیں محمد مگر ایک رسول۔ ان سے پہلے رسول گزر چکے ہیں تو کیا وہ اگر مر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم برگشتہ ہو جاؤ گے اور جو شخص برگشتہ ہو جائیگا تو وہ خدا کو کچھ نقصان نہیں پہونچائیگا اور اللہ شکر گزاروں کو عنقریب جزا دیگا۔ اس کلام کو سن کر آنکھوں کے سامنے سے حیرت کا پردہ اٹھ گیا۔ اور حقیقت واقعہ منکشف ہو گئی حضرت عمر کو اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا انکشاف ہوا تو فرط غم سے بیٹھ گئے۔ اہل معرفت نے اس خطبہ کو توحید کا اعلیٰ منظر مانا ہے۔ غور کرو اگر حضرت ابو بکر کی قوت ایمانی اُس وقت اس حیرت کو رفع نہ کر دیتی تو مثل اور انبیاء کے آپ کی رحلت کا واقعہ چستان بن کر رہ جاتا دین و ملت کا سارا شیرازہ درہم و برہم ہو جاتا۔ بنی ساعدہ کے سقیفہ کا حال تم پڑھ چکے وہ چند گھنٹے ایسے خطرناک اور فہمیتی تھے کہ ان کے فیصلے نے امت کو تباہی سے بچا لیا خود حضرت عمر کا قول ہے کہ واقعہ سقیفہ دفعۃً ہوا مگر اُس نے مسلمانوں کو تباہی سے بچا لیا یہ بھی دیکھو کہ اُس جد و جہد سے صدیق اکبر کا مقصد ذاتی رفعت نہ تھی بلکہ محض امت کی خدمت تھی۔ جب انتخاب اور بیعت کا وقت آیا تو حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ کو پیش فرما دیا کہ ان میں سے جس سے چاہو بیعت کر لو دو نو خلافت کے اہل ہیں۔ خلیفہ ہونے کے بعد صاف کہہ دیا کہ خلافت کی مجھ کو کبھی تمنا تھی نہ میں نے پوشیدہ اس کے لئے دعا کی۔ خلافت کا زمانہ قوت ایمانی کے اعلیٰ ظہور کا زمانہ ہے۔ اُس عہد کے واقعات بلت آہنگی سے یہ شہادت دیتے ہیں کہ شان صدیقیت اور ایمانی قوت میں وہ مبارک دست ممتاز تھی۔ واقعات خلافت کہہ رہے ہیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب کا یہ قول بالکل صحیح تھا کہ حضرت صدیق اور حضرت فاروق کی قوت عالمہ و عاملہ انبیاء و رسل کے مشابہ

تھی۔ خلافتِ صدیقی کا زمانہ قوتِ عمل کا زمانہ تھا۔ ابتدائی خطبہ دیکھو۔ اُس میں یہ الفاظ
ہیں۔ جو تم میں کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے۔ انشاء اللہ اُس کا حق دلو اور گواہ
اور تم میں جو قوی ہے وہ میری نظر میں کمزور ہے اُس سے انشاء اللہ حق لے کر چھوڑو گنا۔
اس کے ساتھ وہ فقرہ ملائے جو ہنگامہٴ روت کے وقت فرمایا تھا۔ ان۔ قد انقطع
الوحی ولحم الدین اینقص وانما حی ز ظاہر ہی کہ وحی کا سلسلہ قطع ہو گیا۔ دین کمال کو
پہنچ گیا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ میری زندگی میں اُس کی قطع و برید کی جائے۔
ان و نو مقولوں سے واضح ہے کہ خلافت سے حضرت ابو بکر کا مقصود حفاظتِ دین
اور خدمتِ خلق تھی۔ عملاً یہ ثبوت ہے کہ ان دو خدمتوں کے سوا کوئی تیسرا کام انھوں
نے خلافت میں نہیں کیا۔

آغازِ خلافت میں جھوٹے مدعیانِ نبوت کی وجہ سے عرب میں ارتداد خانہ جنگی
و بغاوت کا طوفان ہر طرف بپا تھا۔ مؤرخ ابن اثیر کا قول ہے کہ چوبیس قبیلے مرتد ہو کر میدان
جنگ میں سرگرم کارزار تھے۔ سرحد کی دو جانب قیسر و کسریٰ مسلمانوں کی تاک میں
تھے اس حالت کا نقشہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے ان الفاظ میں کھینچا ہے۔ "اُس وقت
مسلمان بکریوں کے اُس گلے سے مشابہ تھے جو جاڑوں کی سرد رات میں بحالتِ بارش
میدان میں بے گلہ بان کے رہ جائے" حضرت ابو بکر نے غایت تدبیر سے ان تمام مشکلات
کا صحیح اندازہ فرمایا اور اُس کی کامل تدبیر فرمائی اور یہی ایک مدبّر کا کمال ہے۔ دیکھو
خلافت کے دسویں دن جو قاصد ارتداد کی خبریں لے کر مدینہ طیبہ میں آئے ان سے
حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ "صبر کرو اس کے بعد جو خط آئیگے ان میں اس سے زیادہ
سخت خبریں ہونگی" مسلمانوں کو قیسر و کسریٰ کے شر سے محفوظ رکھنے کا یہ اہتمام تھا

کہ فتنہ ارتداد سے فارغ ہوتے ہی ان کی جانب ہمہ تن متوجہ ہو گئے۔ اس زمانہ میں ایک صحابی نے اپنے قبیلے کے ایک معامے کی جانب ان کو توجہ دلائی تو غصہ ہو کر فرمایا کہ میں تو ان دوشیروں کے زیر کرنے کی فکر میں ہوں جو مسلمانوں کی تاک میں ہیں اور تم میری توجہ معمولی کاموں کی طرف مائل کرتے ہو۔ خلافتِ صدیقی کا زمانہ صرف سوا دو سال ہی۔ اسی قلیل عرصے میں ارتداد کا وہ فتنہ فرو کیا جاتا ہے جس کی آگ مین سے لے کر نواحِ مدینہ طیبہ تک مشتعل تھی۔ اس حالت پر غور کرو کہ مین سے لے کر مدینہ طیبہ تک مردوں کے لشکر پڑے ہوئے ہیں۔ خود مدینہ طیبہ مردوں کے زرعے میں ہی۔ اس ہنگامہ قوت کے ساتھ مرتد خلیفہ رسول اللہ کو پیام دیتے ہیں کہ ہم سے نماز پڑھو الو مگر زکوٰۃ معاف کر دو۔ گویا بنیادِ اسلام کا ایک پایا ڈھانچا چاہتے ہیں۔ اس طرف یہ حالت ہی کہ مسلمانوں کا چیدہ لشکر حضرت اُسامہ کی سرراری میں رومیوں کے مقابلے میں روانہ ہو جاتا ہے۔ حضرت ابو بکر صحابہ کرام سے مشورہ کرتے ہیں جن میں فاروقِ اعظم بھی شریک ہیں۔ سب کی رائی ہوتی ہے کہ نرمی مناسب وقت ہی حضرت عمر کے یہ الفاظ تھے ”یا خلیفۃ رسول اللہ تالیف الناس وادق اہمیر“ یعنی اے خلیفہ رسول اللہ ان لوگوں کے ساتھ تالیفِ قلوب اور نرمی کا برتاؤ کیجئے۔ اس مشورے کو سن کر حضرت ابو بکر حضرت عمر کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔

اجباً ر فی الجاہلیۃ وخواء	یہ کیا کہ تم جاہلیت میں تو بڑے سرکش تھے مسلمان
فی الاسلام انہ قد انقطع	ہو کر ذلیل و خوار ہو گئے۔ وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا
الوحی وتمر الدین انقص و	اور دین کمال کو پہنچ گیا کیا میری حیات میں اس
انا حی۔ واللہ لا جاہدا لہم	کی قطع و برید کی جائیگی۔ واللہ اگر لوگ ایک رسی
ولو منعونی عقلاً	کا ٹکڑا بھی دفنِ زکوٰۃ میں سے دینے سے انکار

کریں گے تو میں ان پر جہاد کروں گا

یہ فرما کر مرتدوں کے اپنی اسی جواب کے ساتھ واپس کر دیئے جاتے ہیں۔ ان کے جانے کے بعد باوجود ظاہری بے سوسامانی کے مدینہ منورہ کی حفاظت فرمائی جاتی ہے اور حملہ آوروں کے حملے نہ صرف روکے جاتے ہیں بلکہ ان پر حملہ کر کے شکست دی جاتی ہے اور سیلاب ارتداد کے فرو کرنے کی قوت کے ساتھ تدبیر کی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۱ھ کے ختم تک یعنی صرف نو ماہ میں یہ ہنگامہ فرو ہو گیا اور اس قوت کے ساتھ کہ پھر آج تک نہیں برپا ہوا۔ ۱۲ھ میں کسریٰ کی قوت کا کسر و انکسار شروع ہوا اور اختتام مذکور سے قبل مجوزہ تم عراق ختم ہو گئی۔ اس کے ختم ہوتے ہی قیصر کی نوبت آئی۔ اسلام کے لشکر شام پر پڑے۔ اور معرکہ یرموک کے سر ہونے سے رومیوں کو قوت اسلام کا اندازہ ہو گیا۔ اسی واسطے خطبہ وفات میں حضرت شیر خدا نے فرمایا تھا۔

”ان اوصاف و فضائل کی قوت سے تم نے باطل کو اکھڑ کر پھینک دیا۔ اس کے بعد راستہ صاف تھا۔ مشکل آسان تھی اور فتنہ و فساد کی آگ سردی، جنگی معرکوں کے ساتھ ملکی انتظام بھی تھے۔ عراق فتح بھی ہوا اس میں خراج کا بند و بست بھی ہوا اور خراج وصول ہو کر اسلام کے مقاصد کی تکمیل میں صرف بھی ہونے لگا۔ لشکر کو یہ ہدایتیں تھیں۔

خیانت نہ کرنا۔ دھوکا نہ دینا۔ سردار کی نافرمانی نہ کرنا۔ کسی شخص کے اعضاء کاٹنا۔ کسی بچے بوڑھے یا عورت کو قتل نہ کرنا۔ کچور اور میوہ دار درخت نہ کاٹنا نہ جلانا۔ اونٹ بکری یا گائے کو سوا غذا کی ضرورت کے نہ مارنا۔ عیسائیوں کے گوشہ گیر اہل عبادت کو نہ ستانا۔ نعمتیں کھا کر خدا کو نہ بھول جانا“ دیکھو عین معرکہ کارزار میں دین و اخلاق کا سبق یاد رکھنے کی تاکید ہے۔ ترجمہ و کرم کا دائرہ انسان۔ حیوان۔ نباتات سب کے لئے

ووسع ہوں۔ موسیٰ بن اشیر نے دجن کی وفات ۳۳۰ھ میں ہی لکھا ہے کہ "خلافت صدیقی کے احکام بالا آج تک مسلمانوں کے لشکر کے دستور العمل ہیں" یورپ کی حالیہ جنگ عظیم کے ہولناک مناظر دیکھ کر قدرتی طور پر یہ تناظر قلب سلیم میں پیدا ہوتی ہے کہ کاش تعلیم صدیقی کا فیض مغرور یورپ نے حاصل کر لیا ہوتا تو بنی نوع انسان پر یہ مصیبت نازل نہ ہوتی۔

اس موقع پر ذرا شان صدیقی کا قلع دل کی نگاہ کے سامنے آؤ۔ مسیلمہ کذاب سے معرکہ ہے۔ روم و ایران کے شیروں سے مقابلہ ہی محلہ کی لڑکیوں کی فرمائش سے بکریا دوہی جا رہی ہیں۔ راستہ میں بچے بابا بابا کہہ کر لپٹا رہے ہیں۔ نواح مدینہ میں ایک اپنا بیج اندھی بوڑھی کی خدمت اس اہتمام سے ہو رہی ہے کہ حضرت عمر بھی سبقت نہیں لے جاسکے۔ کاندھے پر کپڑے کی گٹھری ہے اور مدینہ کے بازار میں خرید و فروخت کر کے اہل عیال کی دوزی کا سامان کرتے ہیں۔ مدینہ پر حملہ ہوتا ہی تو لشکر کی کمان بھی کرتے ہیں میدان جنگ کا پورا خاکہ تیار کر کے امیران لشکر کے حوالے فرماتے ہیں۔ عراق کی مہم میں یہ بھی اہتمام ہے کہ ملک کی آبادی میں فرق نہ آئے۔ زراعت و اہل زراعت تباہ نہ ہوں۔ بندوبست اراضی کی ہدایتیں جاری ہوتی ہیں۔ کلام مجید اور حدیث کی خدمت ہو رہی ہے۔ فقہ کے اصول مرتب ہوتے ہیں۔ دین کے مشکل مسئلے حل کیے جاتے ہیں۔ ذکر کی تلقین ہوتی ہے۔ غرض ایک ہی وقت میں پادشاہ اور درویش۔ مفسر۔ محدث۔ قیہ۔ اولوالعزم اور مسکین۔ سپہ سالار اور مالیات کے حاکم۔ تاجر سب کچھ ہیں۔ اور جب دنیا سے جاتے ہیں تو دنیا سے بالکل پاک صاف۔ نہ ملک و رشاہ کے لیے چھوڑے ہیں نہ روپیہ نہ جائداد۔ پرانی چادریں دھوئی جاتی ہیں اور خلیفہ رسول اللہ ان میں

و فتاویٰ جاتے ہیں اور دیکھو یہ سب کچھ محض اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی کے لیے ہی۔

علیٰ حدیثات | قرآن مجید بہ شکل کتاب ایک جا لکھو اگر محفوظ فرما دیا اور اس کا نام مصحف لکھا۔ معانی کلام مجید کے متعلق جو مشکلات پیش آئیں ان کو حل کیا۔ حدیث کی روایت کی۔ زکوٰۃ کی مفاد پر کی بابت سب سے زیادہ معتبر روایت حضرت صدیق کی ہی۔ علیٰ ہذا القیاس دیگر اہمات مسائل میں حضرت ابو بکر کی روایتیں سند ہیں۔ فقہ میں قاعدہ اجتہاد مقرر کیا جو سارے مجتہدوں کا دستور العمل بنا۔ مشکل مسائل فقہ کو حل کیا تبسیر و یا میں ان کی شانِ جلالت مسلم ہے۔

تصوف میں ذکر کلمہ طیبہ کا طریقہ سب سے اول تلقین کیا۔ کشف المحجوب میں صدیق اکبر کو امام تصوف لکھا ہے۔ طریقہ نقشبندیہ کا سلسلہ بواسطہ حضرت امام جعفر صادق حضرت صدیق تک پہنچتا ہے۔ اہل معرفت کا قول ہے کہ نسبت صدیقی نسبت براہیمی تھی اسی لیے غلبہ توحید علی وجہ الکمال تھا۔ کلام مجید میں حضرت براہیم علیہ السلام کے لقب واہ نیب ہیں یعنی درد مند اور اللہ پاک کی طرف رجوع کرنے والے۔ صحابہ کرام میں حضرت ابو بکر کا لقب واہ تھا (درد مند) یہ بھی نسبت براہیمی کا اثر تھا۔ حضرت سرورِ عالم کے ساتھ مرتبہ ضمنیت کبریٰ حاصل تھا۔ لہذا کمالات آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منظر اتم حضرت ابو بکر تھے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے۔ حضرت صدیق کے قلب پر شعاع نبوی کا ظہور لطیفہ قلبیہ سے ہوتا تھا۔ لہذا حقیقتِ حال بصورتِ غزیت ظاہر ہوتی نہ بہ رنگِ تخیل۔ حدیث ما صلبا لله فی صدری شیئا الا صبیبتہ فی صدائی بلکہ یعنی جو کچھ اللہ نے میرے سینہ میں ڈالا میں نے ابو بکر کے سینہ میں ڈال دیا۔

اس مرتبہ پر شاہد ہے۔

واقعه وفات پر غور کیجئے۔ ایک انسان کی اصل حالت کا معیار غالباً اس زمانہ سے بڑھ کر دوسرا نہیں ہو سکتا جو موت کے قریب ہوتا ہے۔ حضرت ابو بکر جہانی حیثیت سے کبھی قوی نہ تھے۔ اس ضعف کے ساتھ تریسٹھ برس کی عمر میں علیل ہوتے ہیں۔ پندرہ روز بخارا آتا ہے۔ انتہایہ کہ مسجد جانے کی قوت نہ رہی حالانکہ گھر کی کھڑکی مسجد میں تھی۔ اس سے تم جہانی ضعف کا اندازہ کر سکتے ہو۔ اس شدت ضعف و مرض میں عزیمت کا کیا حال ہے۔ بعض ہمدرد طبیب کے بلانے کا مشورہ دیتے ہیں تو فرماتے ہیں طبیب دیکھ چکا۔ استفسار کرتے ہیں دیکھ کر کیا کہا۔ فرماتے ہیں یہ کہا ہے

”انی فعال لما ارید“ یعنی میں جو ارادہ کرتا ہوں کر ڈالتا ہوں

دیکھو حضرت صدیق کی نبض کس کے ہاتھ میں تھی۔ یہ تسلیم و رضا کا بہترین سبق ہے۔ ایام مرض اس گھر میں بسر کرتے ہیں جو دربار نبوی سے رحمت ہوا تھا۔ جب مرض نے زیادہ زور پکڑا تو جانشین کی فکر ہوئی۔ سوچا۔ مشورہ کیا۔ بالآخر حضرت فاروق اعظم کو منتخب فرمایا۔ اس انتخاب پر ان فیوض و برکات نے آفریں کہی جو عالم پر دور فاروقی میں عبدال فاروقی سے نازل ہوئے۔ منشاء انتخاب کیا تھا۔ وہ بھی سن لو۔ جب ایک شخص نے حضرت عمر کو سخت مزاج خیال کر کے اعتراض کیا تو نہایت جوش صداقت کے ساتھ جواب دیا۔

ابا لله تخوفنی اذا القیت الله
یعنی۔ کیا تم مجھ کو خدا سے ڈراتے ہو۔ میں جس وقت

قلت استخلفت علی اهلک
اللہ کے روبرو جاؤنگا تو کہوگا کہ میں تیری مخلوق

خیر اهلک
پرست بہتر آدمی کو اپنا جانشین مقرر کر کے آیا ہوں۔

اس کی تشریح اُس دعا کے الفاظ میں بھی ہے جو حضرت عمر کے حق میں بعد وصیت فرمائی۔

اللہم انی لمارد بذالك الآ
اصلاحهم وخصت عليهم
الفتنة فعملت فيهم عانت
اعلم به واجتهدت لهم
رأياً ولیت عليهم خیرهم
واقویهم واحرصهم على
ما ارشدهم

اے اللہ میں نے یہ انتخاب صرف مسلمانوں کی
بہتری کے ارادے سے کیا ہے اور اُس اندیشے
کہ ان میں فساد نہ ہو۔ میں نے وہ عمل کیا ہے جس کی
تو بہتر جانتا ہے۔ میں نے خوب غور و فکر کے بعد
بہترین اور قوی ترین شخص کو ولی عہد کیا ہے جو
سب سے زیادہ مسلمانوں کی راست روی
کا خواہشمند ہے

عین وفات کے قریب حضرت ثنیٰ عراق سے فوجی ملک حاصل کرنے مدینہ آتے
ہیں تو خلیفہ کو بستر وفات پر پاتے ہیں۔ اس پر بھی حضرت ابو بکر ان سے مفصل حالات
سنتے ہیں۔ حضرت عمر کو بلا کر فرماتے ہیں۔

”جو میں کہتا ہوں اُس کو سنو اور عمل کرو۔ مجھ کو توقع ہے کہ آج میری زندگی
ختم ہو جائے گی۔ دن میں میرا دم تکلے تو شام سے پہلے اور رات میں نکلے تو صبح
ہوتے ہوتے مسلمانوں کو ترغیب دے کر ثنیٰ کی مدد پر آمادہ کرنا۔ کسی مصیبت کی
وجہ سے دین کی خدمت اور حکم ربانی کی تعمیل سے نہ رُکنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی رحلت سے بڑھ کر کیا مصیبت ہو سکتی ہے۔ تم نے دیکھا ہے کہ اُس روز
میں نے کیا کیا تھا۔ قسم ہے رب کی اگر میں اُس روز حکم الہی کی بجا آوری میں کوتاہی
کرتا تو اللہ ہم کو تباہ کر کے سزا دیتا۔ اور مدینہ میں آگ بھڑک اٹھتی۔ اگر خداوند تعالیٰ

شام میں مسلمانوں کو فتح دے تو خالد کے لشکر کو عراق بھیج دیا اس لئے کہ وہ کارزموں اور وہاں کے حالات سے واقف ہے۔

اسی دوران مرض میں یہ محاسبہ ہوتا ہے کہ بیت المال سے وظیفہ کیا ملا تھا ہے کہ جو کچھ ملا واجباً ملا۔ حق المحدثہ تھا جو صحابہ کرام کی تجویز سے ملا۔ تاہم صفائی محاسبہ پیش نظر تھی اس لئے اپنی جائداد فروخت کر اگر کل رقم بیت المال کی بقیات کر دی۔ بعد بعیت کے جو اضافہ مال میں ہوا تھا یعنی ایک حبشی غلام جو بچوں کو کھلاتا تھا اسی کے ساتھ مسلمانوں کی تلواروں پر صقل کرتا تھا۔ ایک چادر سوار روپیہ قیمت کی اور ایک اونٹنی (جس پر پانی آتا تھا) اس کی نسبت حکم ہوا کہ بعد وفات سب چیزیں خلیفہ کے پاس پہنچا دی جائیں۔ جب اس حکم کی تعمیل ہوئی تو حضرت عمر روئے اور فرمایا اے ابو بکر تم اپنے جانشینوں کے لئے کام بہت سخت کر گئے۔

اتباع سنت دیکھو۔

قریب وفات حضرت عائشہ سے پوچھا کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے پارچہ کا کفن دیا گیا۔

کہا تین پارچہ کا۔

فرمایا۔ میرے کفن میں بھی تین ہی کپڑے ہوں۔ دو یہ چادریں جو میرے بدن پر ہیں دھولی جائیں ایک چادر نئی لی جائے (مسلمانوں! تمہارے خلیفہ کے گوشہ خانی میں صرف دو چادریں تھیں)۔

ایشان ملاحظہ ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر کہا کہ تم ایسے تنگ دست نہیں
کہ نیا کپڑا نہ خرید سکیں۔

فرمایا: "جان پر پٹے کپڑے مردوں سے زیادہ زندوں کے لئے موزوں ہیں
کفن تو پیس اور لہو کے واسطے ہی"
قدرتی اتباع سنت دیکھے۔

انتقال کے روز فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس دن رحلت فرمائی
لوگوں نے کہا دو شنبہ کو۔ فرمایا مجھے امید ہے کہ میری موت بھی آج ہی ہوگی۔
یہ دو شنبہ کا دن تھا) سناو اپ محبوب۔ عین سکرات کے وقت جب دم سینہ
میں آپکا تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حسرت سے یہ شعر پڑھا۔

وَابْيَضَ لَيْسَتْ سَقَى لَغَامٍ وَجَاهٍ
يَعْنِي "وہ نورانی صورت جس کی تازگی سے ابرہہ
سیراب ہو تہیوں کی پناہ بیواؤں کی محافظہ"
رَبِيعِ الْتَاهِي عَصَمَةَ لِلدَّامِلِ
سُنْكَرَا نَكْهِي كَهْلٍ دِيں اور کہا:-

"یہ شان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ ابو بکر اس کا مستحق نہیں"
رضی اللہ عنہ۔

خدا را ان واقعات پر غور کرو اور کہو کہ حضرت صدیق کے دل میں سوا
اللہ اور اس کے رسول کے کسی کی بھی محبت تھی۔ واللہ نہ تھی۔ ہرگز نہ تھی۔

بہ پردہائے دل و چشم من نہاں حسرت

من و خدا کے کہ جس جلوہ نگارم نیست

رضى الله عنه - وجزاه عنا خيرا الجزاء - واحذر دعوانا ان الحمد لله
 رب العالمين -

حيدرآباد (دکن)

بیچ الاول ۱۳۳۹ھ

حرره اصغف بنیان احمد علی شریارتم ساکن علیگرہ